ابوذر غفاریؓ

مؤلف

حجت الاسلام والمسلمین محمد جواد آل الفقیہ

مترجم

سید امیر عباس باقری (اوجھاروی)

متعلم حوزہ علمیہ زینبیہ سیدہ زینب دمشق (شام)

ابوذر غفاریؒ

مؤلف

حجت الاسلام والمسلمین محمد جواد آل الفقیہ

مترجم

سید امیر عباس باقری (اوجھاروی)

متعلم حوزۂ علمیہ زینبیہ سیدہ زینب دمشق (شام)

فہرست

قسم ہے قلم کی

عالم و دانشور اور مفکر اپنے علم و دانش اور فکر کے سہارے جتنی معلومات فراہم کرتے ہیں اگر قلم و قرطاس جیسا عظیم ذریعہ نہ ہوتا تو سارے افکار و نظریات اور معلومات عالم و مفکر کے گوشہ ذہن میں رہکر ان کے سفر حیات کے اختتام کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے مگر یہ قلم و قرطاس ہی ہیں جو معلومات کے ساتھ صاحب قلم کو بھی زندہ و باقی رکھتے ہیں۔

دنیا کے مختلف زبانیں بولنے اور لکھنے والے علماء و مفکرین نے مختلف علوم وفنون سے متعلق مفید اور جامع کتابیں لکھ کر اپنی ہم زبان قوم کے حوالے کی ہیں جن میں کچھ ایسی بھی کتابیں ہیں جو اس لائق ہیں کہ ترجمہ کی جائیں تاکہ دوسرے لوگ بھی استفادہ کرسکیں۔

حضرت ابوذرؓ غفاری صحابیٔ رسولؐ کی ذات گرامی تاریخوں میں چھپی ہوئی ہے اور صدیاں گذرنے کے بعد بھی اس بہترین اسلامی کردار سے مسلمان ناواقف تھے مؤلف نے بڑی جانفشانی سے حضرت ابوذر غفاریؓ کے انقلابی افکار و اعمال اور پاکیزہ کردار کو تاریخ کے گوشہ و کنار سے جمع کر کے بہترین تالیف کی ہے۔

کسی بھی صاحب قلم کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی محنت کو اس انداز سے تحریر کرے کہ لوگ شوق سے پڑھیں اور آسانی سے سمجھ جائیں اور قسم ہے قلم کی اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی کی محنت کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جائے کہ پڑھنے

والوں کو اصل تحریر کا لطف حاصل ہو اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ترجمہ آسان نہیں بلکہ بہت مشکل اور محنت طلب کام ہے اور اتنی دقت کا کام ہے کہ نقل مفاہیم میں خیانت نہ ہونے پائے۔

مولانا سید امیر عباس باقری صاحب قبلہ اس لحاظ سے قابل تعریف ہیں کہ انہوں نے ترجمہ کی ہمت کی اور دقت نظر سے کام لیا ہے مگر چونکہ یہ اس راہ میں پہلا قدم ہے اسلئے روانیٔ تحریر میں کچھ کمی اور
ترکیب و ترتیب میں ذرا سا الجھاؤ ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ پیچھے پلٹ جایا جائے پروردگار عالم مولانا کے قلم میں روانی و سلاست عطا فرمائے اور مؤمنین کو مطالعہ کتاب کا شوق و ذوق عنایت فرمائے۔

فقط والسلام

محمد حسین معروفی (مقیم لندن)

پیش لفظ

بعد حمد وثناء الٰہی جس طرح ہر کلام متکلم کا آئینہ دار ہوتا ہے اسی طرح ترجمہ بھی مترجم کی فہم کا کاشف و بین ہوا کرتا ہے ترجمہ کی اصل خوبی یہ ہے کہ اصل کلام کے مفہوم میں تغیر وتبدل نہ ہو بلکہ ہر مقام پر اس سے مطابقت رکھنا بہت ضروری ہے اگر مفہوم کا حق ادا کرنے کے ساتھ بہترین اسلوب کی شائستگی ،طرز تحریر کی شگفتگی اور زبان کی بلند معیاری ہو تو ترجمہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے کسی بھی زبان کے اسلوب ولطافت کو ترجمہ کے ذریعہ بیان کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ ہر زبان کے کچھ اصطلاحات ومحاورات اور خصوصیات ہوتے ہیں جو اسی زبان میں صحیح معنی ومفہوم کی نقاب کشائی کر سکتے ہیں اور دوسری زبان میں منتقل ہونے سے اس کی خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

اگر چہ اپنی کم علمی وعدم لیاقت اور شکستہ اردو کی بنا پر حقیر نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ترجمہ جیسا عظیم کام انجام دیا جائے لیکن کچھ مخلص دوستوں کے متواتر اصرار پر قلم ہاتھ میں اٹھا ہی لیا اور اپنے عزیز برادر سید ابن حسن نقوی کے مشورہ پر حجت الاسلام و المسلمین مولانا محمد جواد آل الفقیہ کی تالیف کردہ کتاب (سلسلہ ارکان اربعہ) کے ترجمہ کا انتخاب صرف اس لئے کیا گیا کہ پیغمبرؐ کے ان مجاہد اصحاب کی سیرت اردو زبان میں قارئین کیلئے پیش کی جائے جنکے لئے ایسے اصحاب باوفا کی حقیقی ومفصل سیرت یا تو ان تک پہنچی ہی نہیں یا پہنچی بھی تو بہت زیادہ کم وکاست کے بعد حالانکہ اگر دقیق نظر سے تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی سیرت ہی ہماری زندگی کیلئے اسوہ وقدوہ بن سکتی ہے

اور زندگی کے ہر موڑ پر شمع ہدایت ثابت ہو سکتی ہے کتاب ہذا (جو جناب ابوذرؓ کی سیرت پر مشتمل ہے) کے مطالع کے بعد اگر مسلمان ان کے طریقۂ زندگی کو اپنالیں تو پھر کوئی طاغوتی واستبدادی طاقت مسلمانوں کسی بھی محاذ پر زیر نہیں کرسکتی اور آخرت میں بھی کامیابی ہے۔

اس کتاب پر کام ابھی شروع بھی نہیں کیا تھا کہ ایک ملاقات میں اپنے سب سے زیادہ عزیز

دوست مولانا شبیر حسن زینبی کی خدمت میں اپنے ارادہ کا اظہار کیا تو آپنے کہا کہ جس نیک کام کا ارادہ کیا ہے اسے فوراً کرڈالئے چاپ کے اخراجات کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اور انہوں نے اپنا کیا ہوا وعدہ اس صورت میں نبھایا کہ ابھی کتاب تصحیح ہوکر میرے پاس پہنچی بھی نہیں تھی کہ ایک روز انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ رقم کا انتظام ہو چکا ہے جس روز آپ چاہیں کتاب مطبع کے حوالے کرسکتے ہیں لہذا ہم اسکی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ جسکا دعوی یہ ہیکہ {ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین} برادر عزیز کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور اسطرح کے دیگر نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے جن سے خداوند عالم کا تقرب حاصل ہوسکتا ہے۔

اور مجھے امید ہے کہ صاحبان علم وارباب نظر اس کتاب سے خاطر خواہ استفادہ فرمائیں گے اور اسلامی تاریخ کے اس عظیم وحقیقی مجاہد کو کہ جس نے اپنی پوری زندگی احکام اسلام اور عقائد حقہ کی نشر واشاعت میں صرف کردی اس کو مکمل طریقہ سے سمجھنے کی کوشش کریں گے میں بارگاہ خداوندی میں اپنا یہ حقیر نظرانہ لیکر حاضر ہوا ہوں کہ

رب جلیل تو دلوں کی حالت سے خوب واقف ہے تیری نظر میں کثرت عمل معیار نہیں بلکہ تیرے تقرب کیلئے خلوص نیت وحسن عمل درکار ہے میرے پروردگار ! میری اس سعی کو بطفیل محمدؐ وآل محمدؐ قبول فرما اور دنیا وآخرت میں کامیابی کا ذریعہ قرار دے۔

انک سمیع الدعاء

مترجم

سید امیر عباس باقری (اوجھاروی)

متعلم حوزۂ علمیہ سید زینبؑ (شام)

۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

طبع چہارم پر مقدمہ مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و صلى الله على سيدنا و نبينا محمد المبعوث رحمةً للعالمين و على آله الغر الميامين و صحبه المنتجبين.

خدا کی حمد وثنا وشکر ہے کہ اس نے مجھے یہ فیض اور حسن توفیق عطا فرمائی کہ جس سے میں اس کتاب (سلسلہ ارکان اربعہ) کو پورا کرسکا جس کی عالم اسلام میں قارئین حضرات اور مطالعہ کرنے والوں کو اشد ضرورت تھی کہ اس کو خاص اہتمام کے ساتھ لکھا جائے جس پر کتاب کا عدد کثیر کے ساتھ متعدد مرتبہ طبع ہونا دلالت کرتا ہے شاید اس مکمل کتاب کی اہمیت صرف یہی پہلا جزء ابوذر غفاریؓ ہی ہو (جو آپ کے ہاتھوں میں ہے) اور شاید اس کی اہمیت کا ایک سبب یہ بھی ہو کہ متواتر چار سال سے زبان فارسی میں خوبصورت اور پسندیدہ ترجمہ نکل رہا ہے۔

بہر حال حضرت ابوذر (رضوان اللہ تعالی علیہ) کی سیرت وسلوک و اخلاق وکاوشیں اور ان کی زندگی کے مختلف پہلو کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے موجود ہیں اور اس کے مطالعہ کے دوران ہم دیکھیں گے کہ حضرت ابوذرؓ ان ہستیوں میں سے ایک واضح وروشن ہستی ہیں کہ جنھوں نے روح قرآن اور تعلیمات پیغمبرؐ اور سنت مبارکہ سے فیضیاب

ہونے کے بعد بنیاد اسلام اور اسکے ستونوں کو بلند کرنے میں حصہ لیا۔

اس عظیم و جلیل القدر صحابی کی شخصیت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہے گی کہ جس نے نبیؐ سے بہت کچھ حاصل کیا اور اس میں کبھی بھی تفریط سے کام نہیں لیا کہ جس سے ان کی حاصل کردہ تعلیم میں سے ایک بال کے برابر بھی ضائع ہوتا بلکہ اپنی روح و دل اور فکر سے پوری طرح اس کی حفاظت کی اور یہی ابوذرؓ ہی تو تھے کہ جن کی شخصیت ان گورنروں اور حکام کی آنکھوں میں کھٹک رہی تھی جنکے نفسوں میں فساد سرعت سے سرایت کر چکا تھا۔

آج کے مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر ایسی ہی نمایاں شخصیت کی ضرورت ہے اور ایسے قائدین ملت کی ضرورت ہے کہ جو روح ابوذرؓ رکھتے ہوں اور جنکا راستہ و عبادت و سلوک حضرت ابوذرؓ جیسا ہو۔

سیرت ابوذرؓ ہمارے درمیان اتحاد و یک جہتی کا شعور پیدا کرتی ہے جس کی دور حاضر میں اشد ضرورت ہے اور انکی سیرت، وہ فیاض و سخی سیرت ہے جو ہمارے نفوس میں آخرت کے لئے عمل خیر انجام دینے کے جزبے کو ابھارتی ہے حالانکہ خدا ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

مؤلف

غرہ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۸ / مارچ ۱۹۹۰ء

مقدمہ مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب ہم کسی بھی تاریخی شخصیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں اسکی ذات کے متعلق کچھ تصورات و مشاہدات آتے ہیں جو اس کی زندگی کے مختلف اہم پہلوؤں کی وضاحت چاہتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے ہمارے سامنے جو چیز آتی ہے وہ ہے اس شخصیت کی سیرت ،لیکن کسی بھی شخصیت کی سیرت کا بغور اور تحلیلی نظر سے اگر مطالعہ نہ کیا جائے تو اس میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر مذکورہ صفت کوملحوظ خاطر نہ رکھا گیا تو مجرد ایک سائے (جس میں روح جیسی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی) کی مانند ہوتی ہے اور اس کی اہمیت اوراق پر غیر مفید نقوش جیسی ہوتی ہے جسکو کوئی بھی قاری اس طرح پڑھتا ہے جیسے کوئی دلچسپ قصہ اپنے دوستوں و احباب کو سنائے جس کوسن کر وقتی طور پر انسان برانگیختہ ہو جائے اسکے علاوہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو قاری یا سامع کیلئے کوئی سودمند نتیجہ چھوڑے۔

لیکن جب گفتگو کا محور عظیم شخصیات اور انکی روشن سیرت ہوتو ہم دیکھتے ہیں کہ انکی سیرت وعظ و نصیحت اور عبرت کا کامل نمونہ ہے اوران کے سلوک و افعال سے ان کا وہ مشن جس کی طرف انہوں نے لوگوں کو دعوت دی ہے اور جس کے لئے انہوں نے

مختلف قربانیاں دی ہیں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی گفتگو ذمہ دارانہ ہوتی ہے اور ان کی پوری زندگی ان مقاصد کی حفاظت کیلئے وقف ہوتی ہے جو روح انسان وانسانیت کے باقی رہنے تک قائم ودائم رہتے ہیں۔

لیکن عظیم لوگوں کی یہ راہ بڑی دشوار کن اور طرح طرح کے امتحانات سے دوچار ہونے کی حامل ہوتی ہے اور یہ مصیبتیں ان کو اپنی ذمہ داریوں کے مستوی کے مطابق برداشت کرنا پڑتی ہیں یہ وہ اہم اور مشکل ترین ذمہ داریاں ہوتی ہیں جو ان کی ذات سے تجاوز کر کے ایک طرح کی امانت اور نمائندگی کی صورت میں ان کے سامنے آتی ہیں جو لوگوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہنے کا جذبہ وحوصلہ عطا کرتی ہیں اگر چہ وہ صاحب ثروت وحکومت اور مختلف رنگ ومزاج رکھنے والے ہی کیوں نہ ہوں اور یہ ایک خاص وقت اور خاص گروہ سے تجاوز کر کے غیر محدود اور مختلف گروہ تک پہنچ جاتی ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ان کو امتحان کے ان مراحل سے بڑے صبر اور حیرت ناک استقامت سے گزرنا پڑتا ہے حتی کہ کبھی کبھی تو نوبت جلاوطنی اور ان کے قتل تک پہنچ جاتی ہے۔

اسلام کیلئے اسی نادر اور مخصوص طریقہ پر گامزن رہنے والے چار رکن ابو ذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ، مقداد ابن اسود کندیؓ اور عمار ابن یاسر تھے اور یہ چاروں وہ شخصیتیں تھیں جنہوں نے حضرت علیؑ کے شیعہ ہونے اور بعد وفات رسولؐ ولایت علیؑ کا اعلان کیا تھا اور ان کا یہ اعلان ان کے دل کی گہرائیوں سے تعلق رکھتا تھا اس عقیدہ پر قائم اور ثابت رہنے والے اور اس کا دفاع کرنے والے مبادرین حضرات یہی تھے لہذا یہی لوگ تمام تر استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کو ارکان اربعہ (چار رکن) جیسی صفت سے مخصوص

کیا جائے اور ہماری اس کتاب کا موضوع (ابوذر غفاریؓ) انہیں چار ہستیوں میں سے ایک ہے اور دو اہم اسباب کی بناء پر ہم نے سب سے پہلے ان کی ذات کا انتخاب کیا۔

(۱) اس شخصیت کا دینی اثر جو ہماری زندگی میں پایا جاتا ہے اور جوان کی زندگی سے مقرون ہے، آپ کا شام آنا اور جبل عامل میں طویل مدت قیام کرنے سے آپ کو موقع فراہم ہوا کہ جس میں آپ مذہب تشیع کی نشر و اشاعت کریں جیسا کہ جبل عامل کے رہنے والوں میں بات مشہور ہے کہ جبل عامل میں شیعیت کے وجود کا منبع ابوذرؓ ہی ہیں۔

(۲) وہ حضرات جنہوں نے حضرت ابوذرؓ کے متعلق خامہ فرسائی کی انہوں نے ان کی شخصیت کے مطابق ان کو کتاب کے اوراق پر نہیں اتارا، میں نے بعض کتب کا مطالعہ کرنے کے دوران یہی پایا کہ کسی نے ان کی سیرت قصوں کے مانند بیان کی اور کسی نے ان کی شخصیت کو انقلابی صورت دی تو کسی نے یہ ثابت کرنے کی حتی الامکان کوشش کی کہ انہوں نے صوفیانہ و راہبانہ زندگی گزاری اور بعض حضرات نے نے ان کو (دولت مندوں سے) حسد رکھنے والی صفت سے نوازا اور اس کے علاوہ نہ جانے کون کون سی صفات سے تعبیر کیا جو مصنف یا مؤلف یا تحریر کرنے والے کے ذہن میں آئیں حالانکہ وہ سب ابوذرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی شایان شان نہ تھیں۔

ابوذرؓ یہی نہیں کہ بس جلیل القدر صحابیٔ رسولؐ تھے بلکہ مناسب ہے کہ ان کیلئے کہا جائے کہ وہ اسلام کے ایک واضح و روشن عنوان تھے۔

اسی وجہ سے میں نے اپنی حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس تاریخی و منفرد شخصیت کے ان تمام پہلوؤں کو اجاگر کروں جو ان کی ذات ممیّزہ میں پائے جاتے تھے اور کوئی بھی چیز جو ان کی ذات سے تعلق رکھتی ہے نہ چھوڑوں سوائے ان زائد شواہد کے کہ جن کے

ذکر سے کوئی فائدہ نہیں ہے اگرچہ سہو کی بنا پر کچھ چھوٹ بھی سکتا ہے کیونکہ میں معصوم نہیں اور عصمت صاحبان عصمت ہی کے لئے ہے۔

یہ کتاب (سلسلہ ارکان اربعہ) کا پہلا جزء جناب ابوذرؓ کی زندگی اور سیرت پر مشتمل ہے اور میں تو خداوند عالم سے صرف اس کی رضا چاہتا ہوں تاکہ تاریخ اسلام کی ان صاف اور باکردار ہستیوں کی سیرت (جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے) بیان کروں اور انکی سیرت کو دیکھتے ہوئے ہم اپنی زندگی کے اس طویل سفر میں خداوند عالم سے صبر و استقامت کا سوال کریں بیشک اللہ ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

محمد جواد آل فقیہ

۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

اجمالی تعارف

جندب ابن جنادہ یعنی ابوذر غفاریؓ ☆ تھکے ہوئے انسانی اور اسلامی ضمیر میں بیداری کی علامت، جاگتے ہوئے ضمیر کا نام ہے میں جب ابوذرؓ کا تصور کرتا ہوں تو میرے پردۂ ذہن پر اک ایسا سن رسیدہ وکمر خمیدہ چہرہ ابھرتا ہے جس کے چہرہ پر اولیاء و صالحین کی نشانیاں، جس کی آنکھوں میں مظلوم و بے بس سماج کیلئے امید و حیات کی بجلیاں کوندرہی ہوتی ہیں۔

جیسے میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی پشت پر زمانہ کے مظلوموں اور مجبوروں کے رنج و غم کا بوجھ اٹھائے اور زبان سے انکی طرف داری میں فریاد کرتے ہوئے چلتے چلے جارہے ہیں۔

وہ زمان و مکان کی حدود سے نکل کر آزادی کی اس بلندی تک پہنچنا چاہتے تھے جہاں زبان و بیان پر پابندی نہ ہو گویا وہ اس دور میں اسلام کے عظیم منبر تھے جہاں سے حق کی آواز آرہی تھی۔

ابوذرؓ نے رسول اسلامؐ کے ہاتھ پر بیعت کی (اسلام قبول کیا) اس شرط پر کہ کسی بھی ملامت کرنے والے کی سرزنش کا کوئی اثر نہ لیں گے اور ہمیشہ سچ کہیں گے اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

ابوذرؓ اپنی بیعت پر اول سے لیکر آخر عمر تک قائم رہے اپنی تمام زندگی میں جرأت

☆ ابوذرؓ غفاری کے تین مشہور نام اور ملتے ہیں (ا) بریر ابن جنادہ (ب) جندب ابن سکن (ج) سکن ابن جنادہ، لیکن سب سے زیادہ مشہور و مسلم جو کتب السیر میں ہے وہ جندب ابن جنادہ ہے۔

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ص ۳۱۹ نقلاعن اسد الغابہ۔

کا قابل دید مظاہرہ کیا اور ظالم حاکم کے سامنے بانگ دہل کہا (اتتکم القطار بحمل النار اللهم العن الآمرين بالمعروف التاركين له اللهم العن الناهين عن المنكر المرتكبين له) آگ کا رخ تمہاری جانب ہے اے پروردگار! لعنت کر ان لوگوں پر جو نیکی کا حکم تو دیتے ہیں لیکن خود نیکی نہیں کرتے اور لعنت کر ان لوگوں پر جو برائی سے تو بچنے کو کہتے ہیں لیکن خود برائی سے نہیں بچتے.(۱)

یہ شان تھی ابوذرؓ کی جرأت کی جس میں کسی طرح کی ریا تھی نہ خوف، ایک مرتبہ

معاویہ کو ابوذرؓ

نے مخاطب کر کے اس کی باتوں کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے کہا.

ما انا بعدوٍ لله و لا لرسوله بل انت و ابوک عدوان لله و لرسوله ' اظهرتما الاسلام و ابطنتما الكفر و لقد لعنک رسول الله و دعا عليک مرات ان لا تشبع .

فقال معاوية:ما انا ذاک الرجل .

فقال ابوذرؓ: بل انت ذٰلک الرجل ! اخبرنی بذٰلک رسول الله و سمعته يقول، و قد مررت به :اللهم العنه و لا تشبعه الا بالتراب ......

میں اللہ اور اس کے رسول کا دشمن نہیں ہوں بلکہ تو اور تیرا باپ دونوں خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہو تم دونوں نے اسلام ظاہر کیا اور کفر کو پوشیدہ رکھا اور بتحقیق رسول اللہ نے تجھ پر لعنت کی اور متعدد مرتبہ بد دعا کی کہ تیرا پیٹ کبھی نہ بھرے.

معاویہ نے کہا وہ آدمی میں نہیں ہوں .ابوذرؓ نے کہا رسول اللہ نے مجھے بتایا ہے

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸ /ص ۲۵۷.

کہ تو ہی وہ آدمی ہے، ایک مرتبہ جب تو انکے پاس سے گذر رہا تھا تو میں نے حضورؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے پروردگار! لعنت کر اس پر اور جب تک یہ قبر میں نہ پہنچے اس کا پیٹ نہ بھرے۔(۱)

کسی نے اپنا خیال ان دونوں (خلیفہ سوم ومعاویہ) کے سامنے ظاہر کیا کہ ابوذرؓ کا غصہ اپنی تنگ دستی و آلام یا لالچ کی بنا پر تھا جس کے سبب انہوں نے ایسا کہا لہذا انہوں نے یہ سوچ کر کچھ مال و دولت ابوذرؓ کو دیدیا کہ شاید چپ ہو کر بیٹھ جائیں لیکن ابوذرؓ کو اپنے خام وخیال کے خلاف پایا۔

معاویہ نے تین سو دینار ابوذرؓ کے لئے بھیجے، ابوذر نے کہا اگر یہ وہی پیسے ہیں جو میرا حق تھا جسے تم نے روک لیا تھا تو میں اس کو قبول کرتا ہوں اور اگر یہ کسی طرح کا صلہ ہے تو مجھے تمہارے صلہ کی ضرورت نہیں ہے۔(۲)

ایک مرتبہ فوج کے کمانڈر حبیب ابن مسلمہ نے کہا ابوذر! تمہارے میرے پاس ایک ہزار درہم و ایک خادم اور پانچ سو بکریاں ہیں اس پر ابوذرؓ نے فرمایا اپنے یہ ہزار درہم و نوکر اور بکریاں اسے دیدو جو مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو میں اپنا حق کتاب خدا میں تلاش کرلوں گا۔(۳)

کس صراحت ووضاحت سے ابوذرؓ اپنے موقف (مشن) کو واضح کرتے ہیں وہ کبھی اپنی ذات کے لئے جوش میں نہیں آئے بلکہ ہمیشہ ثابت شدہ حق کے لئے لڑے، یہ وہ جانباز شخص تھے جنہوں نے اپنے آپ کو دوسروں کا حق ان تک پہنچانے کیلئے وقف کردیا تھا۔

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ۸/ص ۲۵۷۔ (۲)۔ غدیر ج ۸/ص ۲۹۳۔ (۳) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ص ۳۶۴ نقلاعن امالی (طوسی)

شجاعت ابوذرؓ

بہادری اور جرأت خداوند عالم کے عطیات میں سے ایک خاص عطیہ ہے جس سے انسان اک طرح کا کیف حاصل کرتا ہے بہادری نہ تکلف پسند ہے اور نہ حکایت پسند، عرب بطور عام اور مسلمان بطور خاص بہادری سے پیائے جاتے ہیں عرب نژاد فطری طور پر شجاع اور نڈر ہوتا ہے جس امر میں بھی اس کا مزاج اس کی موافقت کرتا ہے وہ اس میں کود پڑتا ہے چاہے اس میں کتنے ہی بڑے نقصان کا احتمال کیوں نہ ہو اور شاید یہی ممتاز صفت تھی جو صحرائی فطرت نے ان لوگوں کو بخشی تھی جس کی بنا پر سخت زندگی گزارتے تھے۔

زمانۂ قدیم سے عربوں کی طرز زندگی حد سے زیادہ سخت تھی ان کی اقتصادی زندگی کا دارومدار جنگ وجدال، لوٹ مار پر تھا☆ اور یہ چیز ان کے یہاں اتنی عام ہو چکی تھی کہ ایسے امور سے سماج میں عزت وشرف پر منفی اثر نہیں پڑتا تھا بلکہ اس کے عکس اس عمل کے انجام دینے والوں کا اپنی قوم وقبیلے میں مزید عزت ومنزلت میں اضافہ ہو جاتا تھا دوسروں پر ظلم کر کے فخر محسوس کرتے تھے اپنے کارنامہ کو اشعار میں بیان کرتے تھے جیسا کہ طفیل غنوی نے کہا۔

و غارة کجراد الریح زعزعها مخراب حرب کنصل السیف بهلول

ہماری یلغار کسی بھی قوم پر مثل ٹڈیوں کی جماعت کے ہوتی ہے جس طرح جب

☆ ان کا اقتصاد تجارت پر بھی مبنی تھا لیکن جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تجارت ایک خاص طبقہ (بزرگان قوم) سے مخصوص ہو کر رہ گئی تھی۔

ابوذرؓ کی منزلت کو کما حقہ کوئی درک نہیں کر سکتا، ابوذرؓ چاہتے تو خوش حال اور آسودہ زندگی گزار سکتے تھے جس طرح دوسرے اصحاب نے گزاری جو کہ فضیلت میں ان سے کہیں کمتر تھے لیکن ایک عام انسان اور ذمہ دار انسان نیز قوم وملت کے خیر خواہ انسان اور خود غرض وخود خواہ انسان میں فرق ہوتا ہے۔

ابوذرؓ کوئی عام انسان نہیں تھے بلکہ ایک ایسے ذمہ دار انسان تھے جو بعض مقامات پر امیر المؤمنینؑ کا کام انجام دیتے تھے اور یہ کوئی حیرت وتعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ وہ ان کے مخلص شاگردوں میں سے ایک تھے جیسا کہ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا ہے: لو شئت لاهتديت الطريق الى مصفىّ هذا العسل، و لباب هذا القمح، و نسائج هذا القزّ و لكن هيهات ان يغلبنى هواى، و يقودنى جشعى الى تخيّرِ الاطعمة، و لعل بالحجاز او اليمامة، من لا طمع له فى القرص، و لا عهد له بالشبع، او ابيت مبطانا، و حولى بطون غرثى، و اكباد حرىً او اكون كما قال القائل ؎

و حسبک داء ان تبيت ببطنة و حولک اكباد تحِنُّ الى القدِّ(۱)

اگر میں چاہتا تو بہترین شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑے اپنے لئے مہیا کر سکتا تھا لیکن یہ خواہشیں مجھ پر غالب آجائیں یا حرص مجھے بہترین کھانوں کے انتخاب کی دعوت دے یہ ناممکن ہے جبکہ حجاز و یمامہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جنہیں ایک روٹی کے بھی ملنے کی امید نہ ہو اور انہیں کبھی پیٹ بھر کھانا نصیب نہ ہوا ہو کیا میں شکم سیر ہو کر آرام سے سو جاؤں جبکہ میرے چاروں طرف

---

(۱) نہج البلاغہ ج ۳/ص ۷۱،۷۲۔

انتخاب عمال

امور اداری کی نگہداشت کرنے والوں (حاکم و گورنر) کے انتخاب کرنے کا جو طریقہ حضرت عثمان نے اپنایا وہ مسلمانوں اور خلفاء سابقہ کے مشہور و معروف قاعدہ و دستور کے خلاف تھا۔

اس امر کے متعلق جو مشہور و معروف قاعدہ چلا آرہا تھا وہ قرابت داروں اور خاندان والوں کو حاکم و والی بنا دینے والی منطق پر مبنی نہیں تھا بلکہ اسلام کے متعین کردہ احکام و اساس پر مبنی تھا جس میں تقویٰ و اصلاح و حسن ادارہ اور امانت کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا کیونکہ ولایت و گورنری خلافت کا ایک چھوٹا نمونہ ہوتی ہے والی و حاکم انہیں کو مقرر کیا جاتا تھا جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور اس کیلئے جہاد کئے۔

یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عثمان نے خلاف دستور رویہ اپنایا اپنے عزیز و اقارب کو چنا جنکی دینی حیثیت صحیح نہیں تھی (جو دین میں متہم تھے) بلکہ بعض کا فسق تو مشہور و معروف تھا۔

ان والیان و حکام کی ایک مختصر فہرست یہ ہے

(۱) عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح: حضرت عثمان نے انکو مصر کی ولایت سے نوازا، یہ عبد اللہ وہ تھا جو اسلام لانے کے بعد رسولؐ پر آنے والی وحی کو لکھا کرتا تھا، جب اس سے یہ املاء کہا جاتا تھا کہ (عزیز حکیم) لکھو تو یہ (علیم حکیم) یا اسی کے مثل لکھا کرتا تھا، یہ مرتد ہو گیا تھا اس نے قریش سے کہا کہ میں محمدؐ کے بتائے ہوئے الفاظ کو اپنی مرضی کے مطابق لکھتا تھا اور تمہارا دین تو ان کے دین (اسلام) سے بہتر ہے۔

چونکہ یہ حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا فتح مکہ کے دن فرار ہو کر حضرت عثمان بن عفان کے پاس آ گیا تھا انہوں نے اس کو اس وقت تک چھپائے رکھا جب تک کہ لوگوں میں اطمینان اور سکون نہیں ہو گیا اس کے بعد رسولؐ کی خدمت میں لے آئے اور اس کے لئے امان کے طالب ہوئے، کافی دیر تک رسولؐ نے خاموش رہنے کے بعد اس کو امان دی تو پھر وہ دوبارہ اسلام لے آیا اور جب وہ رسولؐ کی مجلس سے چلا گیا تو آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں کافی دیر تک اس لئے خاموش رہا تا کہ تم میں سے کوئی ایک اس کو قتل کر ڈالے۔(۱)

(۲) معاویہ ابن ابی سفیان: یہ شام اور اردن پر حضرت عمر کا معین کردہ گورنر تھا حضرت عثمان نے ان دونوں علاقوں کے ساتھ حمص، فلسطین و جزیرہ کو اور بڑھا دیا جس کی وجہ سے اس کے لئے اسباب حکومت و سلطنت کافی و وافی مقدار میں مہیا ہو گئے اور معاویہ کا حال روز روشن کی طرح واضح ہے۔(۲)

(۳) ولید ابن عقبہ: حضرت عثمان نے اس کو ۳۵/ ہجری میں کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور یہ وہی ولید ہے جس کے فسق کی صفت قرآن نے بیان کی ہے اور اس کی مذمت میں قرآن کی یہ آیت ہے {یا ایها الذین آمنوا ان جائکم فاسق بنباء فتبینوا} حجرات، آیت ۶ / اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر آئے تو پہلے اس کی چھان بین کر لو۔

واقعہ اس طرح ہے کہ رسولؐ نے اس کو بنی مصطلق میں صدقات و زکات جمع

(۱) کامل ج ۲/ص ۲۴۹.

(۲) ثورۃ الحسینؑ ص ۴۰

کرنے کے لئے بھیجا تھا جب یہ وہاں پہنچا تو لوگ اس کے استقبال کے لئے نکلے اس نے یہ گمان کیا کہ یہ میرے قتل کے ارادہ سے نکلے ہیں لہذا یہ وہاں سے الٹے پاؤں بھاگ کر نبیؐ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ انہوں نے صدقات و زکات دینے سے انکار کردیا ہے۔(۱)

حضرت عثمان نے سعد ابن ابی وقاص کو معزول کرنے کے بعد کوفہ کی ولایت اس کو دی تھی ولید نے سعد کی طرف متوجہ ہو کر اس کے غم کو دور کرنے کے لئے کہا اے ابو اسحاق! اس کا غم نہ کرو یہ ولایت و گورنری ایسی چیز ہے جو صبح کسی کے پاس تو شام کو کسی کے پاس ہوتی ہے۔

مسعودی نے کہا ہے جب ولید کے فسق کی شہرت ہوگئی تو حضرت عثمان نے اس کو معزول کردیا کیونکہ اپنے ہم پیالہ و ہم نوالہ کے ساتھ مجلس لہو ولعب میں صبح تک شراب پیا کرتا تھا ایک دن جب مؤذن نے اذان کہی تو نماز کے لئے نکلا جبکہ اس نے کچھ زیادہ ہی پی رکھی تھی بہر حال محراب میں پہنچتا ہے اور صبح کی دو رکعت کے بجائے چار رکعت نماز پڑھا کر اقتداء کرنے والوں سے کہتا ہے کہ کیا اور پڑھادوں؟ بعض افراد جو پہلی صف میں تھے انہوں نے کہا اور زیادہ کیا پڑھاؤ گے، خدا تمہیں راہ ہدایت دکھائے خدا کی قسم! تعجب تو اس پر ہے جس نے تم کو ہم پر والی و حاکم بنا کر بھجا ہے۔(۲)

(۴) سعید ابن عاص: ولید ابن عقبہ کو معزول کرنے کے بعد حضرت عثمان نے کوفے کی ولایت اس کے سپرد کی، یہ وہ تھا کہ جس کی خواہشات و دلی مرادوں کا یہ

(۱) مجمع البیان ج ۹/ص ۱۳۲

(۲) مروج الذھب ج ۲/ص ۳۳۴.

حال تھا کہ اگر اس کے لئے ممکن ہوتا تو مسلمانوں کے کل مال پر اپنا قبضہ جمالیتا، یہ بات کسی پر مخفی نہیں تھی بلکہ اس نے خود اپنے بعض حواریوں کے سامنے اپنے قول سے اس کی تاکید اس طرح کی کہ یہ جو کچھ ہے یہ تو قریش کی باغ و بہار ہے۔(۱)

(۵) عبداللہ بن عامر بن کریز: یہ وہی عبداللہ ہے کہ جس کی سیاست یہ تھی کہ لوگوں کو تنگدستی اور فقر اور ان کو ان کے امور میں مشغول کر دو خاص کر ان مسلمانوں کو تنگی میں رکھا جائے جو حضرت عثمان سے عدل و انصاف ورفع ظلم و گورنروں کو برخاست کرنے کے طالب تھے اور جب حضرت عثمان نے اس سے مشورہ لیا تو اسکی طرف اس نے اپنے اس قول سے بھی اشارہ کیا تھا اے امیر المؤمنین ! میں آپ کیلئے مناسب سمجھتا ہوں کہ امت کو جہاد میں مصروف کر دو تاکہ یہ تمہاری طرف متوجہ نہ ہوسکیں اور ہر ایک اپنے ہی امر میں سوچتا رہے۔(۲)

(۱) کامل ج ۳/ص ۱۳۹.

(۲) نفس المصدر ص ۱۵۰.

بیت المال اور خلیفہ سوم

مؤرخین حضرت عثمان کی صفت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ مال سے بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے اور اپنے قرابت داروں و رشتہ داروں کو ہمیشہ دوسروں پر مقدم رکھتے تھے اور عطیات میں لوگوں کے درمیان مساوات کا لحاظ نہ رکھتے تھے اور مروان بن حکم اور ابوسفیان بن حرب کو سب سے زیادہ دیا کرتے تھے۔ (۱)

بنوامیہ کو قریب کرنے اور تمام مسلمانوں پر مقدم رکھنے کا سبب ہی تو تھا کہ بعض صحابہ کرام نے خلیفہ سوم پر اپنی جرأت کا اظہار کیا یہاں تک کہ بعض نے مسلمانوں کی اس جماعت میں جبکہ حضرت عثمان خطبہ جمعہ دے رہے تھے جھوٹ کا الزام لگایا عبداللہ بن مسعود جو بیت المال کے نگراں تھے سامنے آئے اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا اے لوگو! خلیفہ صاحب نے گمان کیا تھا کہ میں ان کے اور ان کے اہل بیت کے لئے مال کی نگہداشت کر رہا ہوں، نہیں۔ بلکہ میں تو مسلمانوں کے لئے مال کی نگہداشت و حفاظت کر رہا تھا، لو! یہ تمہارے مال کی کنجیاں ہیں۔ (۲)

اگر یہ موہوبہ مال فقط حضرت عثمان کا ہوتا تو کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی لیکن یہ تو مسلمانوں کا تھا۔ (۳)

عبدالرحمٰن بن یسار کی گفتگو میں وارد ہوا ہے کہ اس نے کہا حضرت عثمان نے اگر اپنے اہل بیت میں سے کسی کو انعام و اکرام سے نوازا تو وہ بیت المال سے فرض جانا جاتا تھا۔ (۴)

---

(۱) تاریخی یعقوبی ج ۲ / ص ۱۷۳.

(۲) نفس المصدر/ ص ۱۶۹.

(۳) ثورۃ الامام الحسینؑ / ص ۳۶.

(۴) تاریخ یعقوبی ج ۲ / ص ۱۶۸.

خلیفۂ سوم کی بنو امیہ پر نظر عنایت

اختصار کے ساتھ ہم آپ کے سامنے حضرت عثمان کی بنو امیہ پر نظر عنایت کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں.

عطیات اور بخششیں حضرت عثمان کی اپنے اقرباء اور رشتہ داروں کے لئے اتنی زیادہ بڑھ گئیں تھیں کہ جن کی صفت بیان کرنا مشکل ہے خاص کر اس دور کے مسلمانوں کی اجتماعی طبعیت کو اگر ملحوظ خاطر رکھ کر موازنہ کیا جائے۔

ہم آپ کے سامنے مثال کے طور پر بعض نصوص کو بیان کرتے ہیں جو ہمیں اسکی ایک اجمالی صورت پیش کرتی ہیں.

(۱) حکم ابن عاص: اسکو واپس مدینہ بلا لیا جبکہ رسول اللہ (ص) نے اسے شہر بدر کیا تھا اور انہوں نے اسکو ایک لاکھ درہم بھی دیئے.

(۲) مروان ابن حکم: اسکو فدک دیا جسکو جناب فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیھا) نے اپنے باپ کی وفات کے بعد کبھی بطورِ میراث طلب کیا اور کبھی بطور ہدیہ یا عطیہ طلب کیا لیکن انکے دعوے کو رد کر دیا گیا

(۳) عبداللہ ابن ابی سرح: یہ ان کا رضاعی بھائی تھا افریقہ کو فتح کرنے کے بعد جو مال مسلمانوں کا حق تھا وہ سب بغیر کسی کی شرکت کے اسکو دے دیا.

(۴) حضرت عثمان کے دور میں ارمینیہ کو فتح کیا گیا، وہاں کا تمام خمس لیکر مروان کو ہبہ کر دیا.

(۵) اپنی بیٹی عائشہ کی شادی حرث بن حکم بن عاص سے کی اور اسکو ایک لاکھ درہم دیئے.

(۶) اپنی ایک بیٹی کی شادی عبداللہ بن خالد بن اسید سے کی اسکو چھ لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور عبداللہ بن عامر کے پاس لکھا کہ بصرہ کے بیت المال سے اسکو یہ رقم دی جائے۔

(۷) مدینہ کے اطراف جو چراہ گاہیں تھیں جن میں تمام مسلمانوں کے جانور چرا کرتے تھے سوائے بنوامیہ کے سب کو روک دیا گیا۔

(۸) سب سے برا سلوک تو یہ کیا کہ مدینے کے بازار میں ایک جگہ جس کا نام مہزور تھا (جہاں رسولؐ مسلمانوں کو صدقہ دیا کرتے تھے) اس جگہ کو مروان کے بھائی حرث ابن حکم کو بخش دیا۔

(۹) جس روز مروان ابن حکم کو بیت المال سے ایک لاکھ درہم دیئے اسی روز ابو سفیان ابن حرب کو دو لاکھ دیئے۔(۱)

(۱۰) حضرت عثمان کو صدقہ کے اونٹ پیش کئے گئے وہ سب اسی طرح حرث بن حکم کو ہبہ کر دیئے گئے۔

اس مال کے متعلق حضرت عثمان کہا کرتے تھے یہ اللہ کا مال ہے جسکو چاہے دوں جسکو چاہے نہ دوں جو ناراض ہوتا ہے ہوا کرے اور کہا کرتے تھے ہم تو اتنا لیتے رہیں گے جتنی ہمیں ضرورت ہوگی اگرچہ قوم ناراض ہی کیوں نہ ہو۔(۲)

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج۱ /ص ۱۹۸-۱۹۹۔اور غدیر ج ۸ /ص ۲۷۶-۲۸۰۔

(۲) غدیر ج۸ /ص ۲۸۱۔

خلیفۂ سوم کا صاحبانِ ثروت سے لگاؤ

حضرت عثمان کی خاص مہربانیاں فقط اپنی اولاد اور رشتہ داروں پر ہی نہیں تھیں بلکہ قریش کی جو ممتاز ہستیاں تھیں وہ بھی اس میں شامل تھیں اور خاص کر بعض ممبران کمیٹی، جو خلیفہ تک آسانی سے پہنچ سکتے تھے جب اپنے نفوس میں محرومیت کا احساس کرتے تو فوراً حکم کی نافرمانی شروع کر دیتے تھے پس اس وقت حضرت عثمان انکو تمام تر فراغ دلی سے بیت المال سے نوازا کرتے تھے۔

اور اس سب کے باوجود ان کے اموال کی زیادتی کے لئے کچھ ایسے قوانین مال کے متعلق بنا دیئے کہ جن سے انکے اموال میں اضافہ ہوتا چلا گیا. حضرت عثمان نے صاحبان ثروت کیلئے کچھ ایسے دروازے کھولے جس سے وہ اپنے آپ کو جہاں چاہیں جیسے چاہیں منتقل کرلیں اور اپنی ثروت میں اضافہ کریں اور یہ سب اس تجویز کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت عثمان نے سب لوگوں کو اجازت دیدی کہ جو جہاں قیام پزیر ہے اپنے اموال کو وہاں منتقل کرسکتا ہے اگر کسی کی ملکیت (زمین) عراق یا مصر میں ہے تو اسکو فروخت کر کے حجاز یا عرب کے دوسرے شہروں میں خرید سکتا ہے۔

اس قانون کے جاری ہونے کے بعد صاحبان ثروت نے اس سے فوراً فائدہ اٹھانا شروع کر دیا، اپنے مال کے انبار سے مفتوحہ علاقوں میں زمینیں خریدیں اور حجاز کی زمین کو مفتوحہ علاقے کی زمین سے تبدیل کیا اور اس میں کام کرنے کیلئے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے غلام اور آزاد لوگوں کو مہیا کیا جس سے انکی دولت میں اور اضافہ ہو گیا اور یہی مالدار طبقہ حکومت اور سرداری کی طرف بسبب طاقت اور قوت بڑھتا رہا۔(۱)

(۱) ثورۃ الحسینؑ۔ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ۔ص ۳۶-۳۷

عہد حضرت عثمان میں جس گروہ کے پاس بے انتہا دولت آئی ان میں سے بعض کا ذکر قارئین کیلئے پیش کیا جاتا ہے،

(۱) زبیر ابن عوام: مجلس شوریٰ کا ایک فرد اس نے اپنی موت کے بعد گیارہ گھر مدینے اور دو بصرہ اور ایک کوفہ اور ایک گھر مصر میں چھوڑا۔ اس کی چار بیویاں تھیں تیسرا حصہ جدا کرنے کے بعد ہر ایک بیوی پر بارہ بارہ لاکھ درہم پہنچے، بخاری کہتے ہیں کہ اسکا تمام مال اٹھاون لاکھ درہم تھا.(۱)

مسعودی نے کہا: زبیر کے ترکہ میں ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار غلام و کنیزیں تھیں.(۲)

(۲) طلحہ ابن عبید اللہ تیمی: یہ بھی مجلس شوریٰ کا ایک فرد تھا اس کا عراق سے ہر روز کا غلہ ایک ہزار دینار کے برابر ہوتا تھا اور مرنے کے بعد اس نے تین کروڑ درہم کی ملکیت چھوڑی.(۳)

(۳) عبد الرحمٰن بن عوف زہری: یہ بھی مجلس شوریٰ کا ایک فرد تھا ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں کہا ہے کہ عبد الرحمٰن نے ایک ہزار اونٹ اور تین ہزار بکریاں اور سو گھوڑے بطور ترکہ چھوڑے جو بقیع میں چرا کرتے تھے اور اسکی زمین کی زراعت بیلچوں سے ہوا کرتی تھی اور بیس اونٹ صرف پانی لانے پر لگے رہتے تھے، اور کہا کہ اسنے اپنے پیچھے اس مقدار میں سونا چھوڑا کہ اسکو کلہاڑوں سے توڑا گیا یہاں تک کہ لوگوں کہ

(۱) غدیر ج ۸ /ص ۲۸۲ نقلا عن صحیح بخاری.

(۲) مسعودی ج ۳ /ص ۳۳۳.

(۳) غدیر ج ۸ /ص ۲۸۴ نقلا عن الطبقات (ابن سعد) ج ۳ /ص ۹۶ اور ج ۳ /ص ۱۰۵

ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے اور چار بیویاں چھوڑیں اور ہر ایک کے حصے میں اسّی ہزار درہم و دینار چھوڑے۔

(۴) سعد ابن ابی وقاص: جس دن مرا ڈھائی لاکھ درہم چھوڑے اور جس محل میں اپنی زندگی کے آخری لمحات گزارے وہ عقیق سے مزین تھا۔(۱)

(۵) زید ابن ثابت: اس نے اپنے ترکہ میں وہ مال و جائداد چھوڑی جو ایک لاکھ دینار کی قیمت کی تھی اور اس کے علاوہ وہ سونا چاندی چھوڑا جس کو کلہاڑی سے کاٹا گیا۔

(٦) یعلی بن منیہ: اس نے اپنی موت کے بعد پانچ لاکھ دینار اور لوگوں پر قرض اور زمین و جائداد وغیرہ جس کی قیمت تین لاکھ دینار تھی ترکہ میں چھوڑی۔

مسعودی کہتے ہیں: یہ باب کافی وسیع ہے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں جو حضرات مالی حیثیت رکھتے تھے ان کی کافی کچھ صفتیں ہیں.(۲)

مال کے سلسلہ میں سیاست حضرت عثمان اور والیان کے متعلق طریقۂ اختیار اور نبی امیہ کو اپنے قریب کرنے اور انکے لئے راہیں ہموار کرنے اور بنو امیہ اور اپنے خواص کو حکومت اسلامی کے مراکز تک پہنچانے کے طریقۂ حضرت عثمان پر ہماری یہ کہ ایک سرسری نظر تھی۔

عقاد نے کہا حضرت عثمان کی نظر امامت پر بھی تھی یہ نظر ملک کے بہت قریب تھی جب خازن بیت المال عبداللہ ابن مسعود ان سے اصرار کرتے کہ حساب کا خیال کیا کریں تو حضرت عثمان کہا کرتے تھے: اے ابن مسعود! تجھے ہمارے بیت المال سے کیا

(۱) غدیر ج ۸/ص ۲۸۴.

(۲) تاریخ مسعودی ج ۳/ص ۳۳۳.

بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپتے رہیں یا میں شاعر کے قول کا مصداق بن جاؤں کہ تمہاری یہ بیماری کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر آرام سے سو جاؤ اور تمہارے گرد کچھ ایسے جگر ہوں جو سوکھے چمڑے کو ترس رہے ہوں۔

امیر المؤمنینؑ نے یہ سب کچھ اس وقت فرمایا ہے جب ان کے قبضہ میں امت کا مال تھا اور یہ بھی واضح رہے کہ خود ان کا اپنا خاص صدقہ بھی سونے کے ہزاروں دینار کے برابر ہوتا تھا۔

مگر امیر المومنینؑ جو کچھ کہتے تھے اس پر بذات خود عمل کرتے تھے تاکہ مسلمان کمزور و نادار لوگوں کی ضرورتوں کی طرف متوجہ رہیں اور ان کے حق کو ان تک پہنچائیں اور حکمران بھی رعایا کے ساتھ ہمدردی کریں ان سے نرمی سے پیش آئیں۔

ابوذرؓ نے وہی امام علیؑ والا ہی راستہ اختیار کیا کیونکہ آپ ان کے شاگرد تھے خود انکی اپنی آمدنی چارسو دینار سالانہ تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی بھی مال کو اپنے پاس ذخیرہ نہیں کیا مگر جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے واجب زکات بھی نہیں دیتے تھے یا دور عثمان میں غلط طریقے سے مال جمع کرلیا تھا اس کے خلاف برملا کہتے تھے اور اپنا حق قرآن میں تلاش کرتے تھے یا ہزار درہم و غلام اور پانچ سو بکریاں جیسی دولت کو ٹھکرادیتے تھے۔

ابوذرؓ کا لوگوں کے عیب کو بیان کرنے کا مقصد اپنے فقر یا کسی لالچ کی بنأ پر نہیں تھا بلکہ یہ چاہتے تھے کہ حکمراں مظلوموں کے ساتھ انصاف کریں اور ہر صاحب حق کو اس کا حق مل جائے۔

امت کے لٹیرے حاکم نے ابوذرؓ کو خاموش کرنے کا بہانہ یہ نکالا کہ انہیں ربذہ

لینا دینا ؟.اور اپنے ایک طویل خطبہ میں کہا جن سے یہ مال کافی مقدار میں لیا گیا ہے وہ انہیں واپس دے دیا جائے ...... جب مال کی زیادتی ہے تو جو میں چاہوں کروں ورنہ میں امام کس کام کا.(۱)

اس صاحب ثروت گروہ کے مقابلے میں ایک دوسرا گروہ اصحاب اخیار کا تھا کہ جن کو حضرت عثمان نے محروم رکھا جیسے ابوذرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ، اور انکو سزائیں دیں کیوں کہ یہ لوگ راہ خدا میں ہمیشہ پوری صراحت سے کام لیا کرتے تھے اور ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کرتے تھے اسی وجہ سے ابوذرؓ کو جلاوطن کر دیا گیا اور عبداللہ بن مسعودؓ کی پسلیاں توڑ دی گئیں۔

(۱) عثمان ص۲۱۱-۲۱۲

حضرت ابوذرؓ کا معارضہ

سیاست حضرت عثمان کے اس واضح انحراف نے مختلف جہات جیسے مدینہ شام مصر اور عراق وغیرہ میں عظیم صحابۂ کرام کیلئے معارضہ کے دروازے کھول دیئے۔

سیاست حضرت عثمان اسلامی معاشرہ میں جن خطرناک نتائج کا سبب بنی ہے اسکا تدارک ہو سکے اور حق اپنی جگہ پر واپس آجائے یہی اسباب تھے کہ جنہوں نے بزرگ صحابہ کرامؓ کو مجبور کر دیا تھا کہ اس سیاست کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

اصحاب رسولؐ اس سب کے باوجود خلیفہ کو اصلاحی امور میں متواتر نصیحتیں کرتے رہتے تھے کیوں کہ سب کا راستہ ایک ہی تھا لیکن خلیفہ انکی نصیحتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا بلکہ ہمیشہ سختی سے پیش آتا تھا جب کہ مروان ابن حکم و عمر ابن عاص و معاویہ ابن ابی سفیان اور انہیں کی طرح دوسرے منحرف حضرات جن کی شخصیتیں چھپی ہوئیں نہیں تھیں انکی باتوں کو توجہ سے سنتا تھا۔

ابوذرؓ انہیں مخلص اصحاب رسولؐ میں سے ایک تھے اور حضرت عثمان کو نصیحت کرنے میں آپ کبھی دریغ نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ انکو انحراف سے روکیں جبکہ خلافت ایک خاص روش پر چلی آرہی تھی عثمان اور انکے نمائندوں نے اس راہ خلافت اسلامی میں جو تغیر و تبدل اور تحریف کی تھی اسکے متعلق ابوذرؓ حضرت عثمان اور انکے والیان کو خاص طور پر متوجہ کیا کرتے تھے جیسا کہ ابوذرؓ کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا میں نے تمہیں اور تمہارے ساتھی (معاویہ) کو نصیحت کی لیکن تم نے اور اس نے مجھ سے دغا کی۔(۱)

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸ /ص ۲۵۹.

لیکن دوسری طرف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ان نصیحتوں کے سننے والے کان بہرے ہو چکے ہیں اور اپنے اس سیاسی کھیل میں اتنے مشغول تھے کہ انہیں کوئی توجہ اور پرواہ ہی نہیں کہ انکے اردگرد کیا ہو رہا ہے اور اگر بعض اوقات جواب دینا بھی چاہا تو کبھی نصیحت کرنے والوں پر جھوٹ و افترا اور کبھی مکروفریب اور اتفاق و اتحاد کو ختم کرنے کا الزام لگایا جاتا تھا یا اسی طرح کے دوسرے الزامات' جس سے اصلاح کرنے والے کے نفس میں مایوسی و کراہت اور اپنی مہم میں ناکام ہونے کا احساس پیدا ہو جاتا تھا اسی وجہ سے وہ مجبور ہو جاتا تھا اور جیسے ہی اسے کوئی مناسب موقع اور مناسب جگہ فراہم ہوتی تو وہ حق کو باواز بلند بیان کرتا تھا کیوں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کے ایسے بنیادی رکن ہیں جنہیں انجام دینا ضروری تھا۔

جب حضرت عثمان کی سیاست میں مسلسل انحراف ہوتا رہا تو ابوذرؓ نے والیان حضرت عثمان اور انکے مقربین کے خلاف آواز بلند کی اور بلا کسی خوف کے انکی کارکردگی کے اوراق سب کے سامنے کھول کر رکھ دیئے

اس مرحلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ابوذرؓ دوسرے اصحاب کے مقابل ایک خاص مقام اور منفرد صفت رکھتے ہیں اور اپنی اس ذمہ داری کو انجام دینے میں کسی وقت تو اتنے منہمک ہو جایا کرتے تھے کہ اپنے آپ کو بھول ہی جایا کرتے تھے اور اپنی ذات اور اس کی ضروریات و ہر ایک رسم و رواج سے بالکل آزاد ہو جایا کرتے تھے اپنے آپ کو مصیبتوں میں ڈال کر اپنے پیغام پہنچایا کرتے تھے بس مناسب وقت ہی انکے لئے منبر تھا اور ایسا آزاد منبر کہ جس میں کسی زمان و مکان کی کوئی قید نہیں تھی اور آپ کی گفتگو اس جرأت کے ساتھ ہوتی تھی کہ جس میں نہ عنصر خوف تھا نہ ریا و منافقت، جیسا کہ ہم نے

پہلے کہا کہ آپ کی گفتگو کسی زمان اور مکان کی پابند نہیں تھی آپ راستوں، سڑکوں اور لوگوں کے درمیان، محلوں کے سامنے جہاں بھی موقع فراہم ہوتا اپنی پیغام رسائی سے بعض نہیں آتے تھے اور اس سب کے پیچھے صرف ایک ہی غرض تھی کہ وہ رسولؐ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کریں اور اسلام کی حفاظت کریں۔

ابن ابی حدید کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان نے مروان وغیرہ کو دل کھول کر بیت المال سے دولت دی اور اس میں سے زید ابن ثابت کا ایک خاص حصہ معین کر دیا تو ابوذرؓ نے لوگوں کے درمیان سڑکوں اور گلیوں میں با آواز بلند مال جمع کرنے والوں کو درد ناک عذاب کی بشارت دینا شروع کر دی اور خداوند عالم کے اس قول کی تلاوت کرتے تھے {والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم } توبہ آیت ۳۴ / وہ لوگ جو سونا اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسکو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے اے رسولؐ! تم انکو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔(۱)

یہ آیت صاحبان ثروت کے ایک خاص گروہ کے عیب کو ظاہر کر رہی ہے اور اسکو (دردناک عذاب کی) دھمکی دے رہی ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو مال و دولت کو غیر شرعی طور پر جمع کرتے ہیں جیسے کہ دور حضرت عثمان میں کچھ حضرات نے مسلمانوں کے اس مال پر قبضہ کر لیا جسکو خداوند عالم نے بعنوان رحمت تمام مسلمانوں کے لئے مخصوص کیا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور اسی طرح وہ لوگ بھی ہیں جو مال تو شرعی طریقے سے حاصل کرتے ہیں جیسے کہ (محنت و مزدوری یا تجارت) لیکن واجب زکوٰۃ نہیں دیتے۔

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸ / ۲۵۶.

وارد ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ نے فرمایا کہ ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ دی جا چکی ہے وہ مال اس آیت کے ذیل میں کنز نہیں ہے، اگرچہ زمین کے ساتویں طبقے میں ہی کیوں نہ چھپا ہو اور ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو وہ اس آیت کے تحت کنز ہے خواہ وہ آپ کے سامنے ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

بخاری نے اس آیت کو باب زکوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔(۲)

کیا ابوذرؓ جیسا صحابی جسکی شان و منزلت صحابہء کرام میں ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہو، ضروریات اسلام کے مقابل مال و دولت کو اپنا مذہب بنا لے گا (جیسے کے بعض مؤرخین کا دعوی ہے) جبکہ وہ خود کافی تعداد میں بکریوں اور دیگر مویشیوں کے مالک تھے اور ہر سال ان سے جو مال بطور عطیات لیا جاتا تھا اس کی مقدار چار سو دینار ہوتی تھی بس ابوذرؓ کا اس آیت کی مکرر تلاوت کرنا صرف اس لئے تھا کہ اس وقت کے سربراہ حضرات متوجہ ہو جائیں کہ انہوں نے جو مال جمع کر رکھا ہے یا دوسروں کو بطور عطیہ دیا ہے وہ سبھی مسلمانوں کا حق ہے اور انکا مال ان کو نہ دے کر کسی دوسرے کو دینا یہ انکے حق میں خیانت ہے اور وہ عنقریب قیامت کے دن صحیح فیصلے کی بنیاد پر اپنے ان افعال کی سزا پائیں گے۔

ابوذرؓ اپنے اس عمل کو وسیع پیمانے پر اس قدر مؤثر انداز میں انجام دے رہے تھے کہ جو مد مقابل کے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہا تھا اور یہ عمل خلیفۂ وقت اور انکے مقربین کی ناراضگی کی وجہ سے انکی زندگی کو تنگ و سخت بنانے کا سبب بن رہا تھا اور وہ

---

(۱) تفسیر میزان ج ۹/ ۲۵۶.

(۲) بخاری/ باب زکات نہ نکالنا کا گناہ ج ۲ /ص ۱۱۰.

لوگ ان کو برابر قتل، وفقر و فاقے کی دھمکیاں دے رہے تھے، جیسا کہ خود ابوذرؓ کے قول سے واضح ہے کہ بنوامیہ مجھے فقر و فاقے اور قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں......(۱)

اگر ابوذرؓ چاہتے تو اپنی ہر تمنا جیسے انکے نزدیک عزت و دولت اور خلیفۂ وقت کا قرب حاصل کر سکتے تھے لیکن اس صورت میں آپ کے نفس میں حکم خدا کی خلاف ورزی کی ایک خلش باقی رہ جاتی لہذا آپ نے دین کی راہ میں فراوانیٔ مال کے مقابل حق کے راستے میں تنگ دستی کو ترجیح دی اور اللہ کی رضا و خوشنودی کو حضرت عثمان کی ناراضگی و غصے کے مقابل افضل جانا، آپ یہ چاہتے تھے کہ حضرت عثمان کی رضا سے خدا ناراض نہ ہو جائے۔

ابوذرؓ کی حق گوئی حضرت عثمان تک پہنچتی رہتی تھی لیکن خاموش رہتے تھے اور اس سے چشم پوشی کر لیتے تھے کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا بھلا ابوذرؓ جیسے ابتداء اسلام میں مسلمان ہونے والے عظیم صحابی جسکی فضیلت زمانۂ رسولؐ سے ظاہر ہوئی انکے ساتھ وہ کر بھی کیا سکتے تھے؟ کیا انکو قرآن پڑھنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے روکتے؟ منع کیسے کرتے؟ کیوں کہ ابوذرؓ کو منع کرنے سے حضرت عثمان کا احکام اسلام سے تجاوز کرنا واضح ہو جاتا اور اس سے حضرت عثمان کے لئے مخالفت کے اور بھی دروازے کھل جاتے۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں حضرت عثمان نے اپنے ایک غلام کو انکے پاس بھیجا تاکہ وہ انکو آگاہ کرے کہ انکے متعلق جو کچھ مجھ تک پہنچا ہے وہ اس سے باز رہیں۔

ابوذرؓ نے اس سے کہا کیا عثمان مجھے تلاوت قرآن اور احکام الٰہیہ کی خلاف

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ص ۳۵۳ نقلا عن حلیۃ الاولیاء

ورزی کرنے والوں کے عیب کو ظاہر کرنے سے روکتا ہے؟ خدا کی قسم اللہ کو راضی رکھنے کے لئے عثمان کو ناراض رکھنا میرے نزدیک زیادہ محبوب تر اور اچھا ہے بمقابل اس کے کہ میں عثمان کو راضی رکھنے کے لئے خدا کو ناراض رکھوں۔(۱)

غور وخوض کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات رہے کہ ابوذرؓ خاص کر حضرت عثمان کے ساتھ بے حد مؤدب تھے آپ نازیبا کلام کہنے یا سخت جواب دینے سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عثمان کے خواص اور بعض والیان کے متعلق دل اندوختہ گفتگو کرنے سے بعض نہیں رہتے تھے اور یہ دو جہت سے خالی نہیں۔

(۱) ابوذرؓ جیسا جلیل القدر صحابی جو کہ اخلاق وفضیلت وصفات حمیدہ کی انتہائی بلندی پر فائز ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اخلاق کا نمونہ پیش کرے، سب وشتم اور طرف مقابل پر کوئی ایسا الزام لگانا جو اس سے کوسوں دور ہو اس کے لئے زیب نہیں دیتا۔

(۲) ابوذرؓ کی گفتگو خلیفۂ وقت کے ساتھ اس صفت پر مبنی ہوتی تھی کہ جو صفت اس کو عطا کی گئی تھی اور آپ خلیفہ سے اپنی گفتگو کے دوران اس بات کا لحاظ رکھتے تھے کہ صاحب سلطنت سے گفتگو کر رہے ہیں نہ کہ ایک عام آدمی سے، لیکن جو ان کے حواشی اور بعض والیان تھے ان کے متعلق آپ کا رویہ بالکل برعکس ہوتا تھا، آپ انکی حقیقتوں سے بالکل اسی طرح واقف تھے جس طرح انکی نیتوں سے، کسی ایک کو بھی اللہ پر کذب اور افتراء کی مہلت نہیں دیتے تھے بلکہ کبھی تو دندان شکن جواب دیتے اور کبھی سکوت

(۱) شرح نہج البلاغہ ج۸/ص۲۵۶.

اختیار کرتے۔

ایک دن خلیفہ سوم نے اپنی مجلس میں کہا کہ کیا امام کے لئے جائز ہے کہ وہ بیت المال سے کچھ رقم لے اور جب اسکے حالات آسودہ ہو جائیں تو واپس کر دے؟ کعب احبار نے کہا: اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

بس حضرت ابوذرؓ نے کہا: اے یہودی ماں باپ کے بیٹے! کیا تو ہمیں ہمارا دین سکھاتا ہے؟ اس پر خلیفہ صاحب نے کہا تم نے مجھے سب سے زیادہ اذیت پہنچائی ہے اور میرے اصحاب کو جوش دلایا ہے لہذا آپ یہاں سے شام جا کر اپنے فریضہ کو انجام دیں آپ حج کی غرض سے آتے تھے تو خلیفۂ وقت سے قبر رسولؐ کی مجاورت کا اذن لیتے تو خلیفہ وقت انہیں اذن دیتے۔

خلیفہ نہیں چاہتے تھے کہ ابوذرؓ اور انکے مثل حضرات مدینہ میں رہیں اسی وجہ سے شام جانے کا حکم دیا اور انکا یہ کہنا صرف اس لئے تھا تا کہ ابوذرؓ جلد سے جلد چلے جائیں اور مدینے میں اپنی مرضی کے مطابق نہ رہیں۔

خلیفۂ سوم جناب ابوذرؓ پر غصہ ہوئے اور یہ گمان کیا کہ انکا غصہ ابوذرؓ کی کارکردگی کی ایک حد معین کر دے گا لیکن ہوا اس کے عکس، اور خاص کر اسوقت جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

حاکم شام اور موقف ابوذرؓ

ابوذرؓ کیلئے دوسرے ملکوں کے مقابل ملک شام میں سب سے بہترین موقع تھا اور انکا نظریہ معاویہ کے متعلق حضرت عثمان کے مقابلے میں مختلف تھا آپ معاویہ کی پوری حقیقت سے واقف تھے معاویہ اور اسکے باپ کے اسلام کو ایک زمانے سے جانتے تھے لہذا اپنے اقوال و مواعظ اور خطبوں میں اسلام کی طرف دعوت اور اس کے طریقوں سے متمسک ہو جانے کو نمایاں طور پر بیان کرتے تھے۔

آپ شام میں اپنے ہدف پر کھل کر عمل کر رہے تھے لیکن اگر آپ مدینہ میں ہوتے تو شاید کچھ چیزوں کو چھپانا پڑ جاتا آپ انکے خلاف حرکت کر رہے تھے جو واضح طور پر منحرف ہو گئے تھے اور جنہوں نے مال مسلمین کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا، راہ حق سے ہٹ چکے تھے، سنت کو ختم کر رہے تھے بدعت کو رائج کر رہے تھے اور اسکے علاوہ دیگر کچھ ایسے امور تھے جو لوگوں کے غم و غصہ کا سبب بن رہے تھے اسی وجہ سے خلیفۂ وقت کے سامنے ایک نیا مورچہ کھل گیا جس کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہوگا جس کا نشانہ خلیفۂ وقت اور معاویہ دونوں بنے۔

آپؓ لوگوں کے درمیان ہر روز وعظ فرماتے تھے اطاعت خدا کا حکم دیتے اور گناہوں کے ارتکاب سے ڈراتے، رسولؐ سے جو فضائل اہل بیتؑ کی شان میں سنے تھے انکو بیان کرتے تھے، نبیؐ کی عترت طاہرہ سے تمسک کی ترغیب دیتے تھے، (۱) آپ بعد حمد و ثناء خدا فرماتے تھے دور جاہلیت میں نہ جب قرآن نازل ہوا تھا اور نہ ہمارے

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ ص ۳۵۵-۳۵۶۔

درمیان رسولؐ کی بعثت ہوئی تھی ہم اپنے وعدوں کو وفا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی گفتگو کی تصدیق کرتے تھے پڑوسیوں کے ساتھ احسان اور مہمان کی ضیافت اور محتاج کی مدد کرتے تھے اور جب اللہ نے ہمارے درمیان اپنا رسولؐ بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی تو یہی وہ صفات حمیدہ تھیں جن سے خدا اور اسکا رسولؐ راضی تھے اور اہل اسلام انکا سب سے زیادہ حق رکھتے تھے اور وہی ان صفات حسنہ کی حفاظت کے لئے اولیت رکھتے تھے لہذا انہوں نے کیا بھی وہی جو خدا چاہتا تھا لیکن اسکے بعد والیان اور حکمرانوں نے وہ قبیح اعمال انجام دیئے کہ جن کو ہم کبھی جانتے بھی نہ تھے (یعنی جو اسلام میں روا نہیں تھے) سنت ختم اور بدعت کی نشر واشاعت کی جارہی ہے حق گو کو جھٹلایا جارہا ہے غیر متقی کو متقی وصالح حضرات پر ترجیح وفوقیت دی جارہی ہے۔

آپ اس کلام کی تکرار کرتے رہے (۱) آپ معاویہ کو اسکے افعال سے منع کرتے تھے ایک مرتبہ معاویہ نے آپ کے پاس تین سو دینار بھیجے تو آپ نے ان دیناروں کے لانے والے سے کہا اگر یہ میرے اس سال کے اس حق سے ہیں جس سے تم نے مجھے محروم رکھا تھا تو میں انکو قبول کرتا ہوں اور اگر یہ صلہ ہے تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں اور وہ دینار آپ نے اسے واپس کردیئے.(۲)

آپ شام میں کہا کرتے تھے خدا کی قسم وہ اعمال انجام دیئے گئے ہیں کہ جن کو میں جانتا بھی نہیں ، خدا کی قسم نہ تو وہ کتاب خدا میں ہیں اور نہ اسکے رسولؐ کی سنت میں، میں دیکھ رہا ہوں کہ حق مٹایا جارہا ہے اور باطل کو حیات بخشی جارہی ہے۔

(۱) گذشتہ مصدر

(۲) شرح نہج البلاغہ ج ۸ /ص ۲۵۶.

جس سے ان کی رانوں ☆ جلاوطن کردیا پہلے شام سے ایک ایسی سواری سے مدینہ بھیجا جس سے ان کی رانوں کا گوشت اتر گیا اس کے بعد مدینہ جو کہ مؤمنین کا وطن تھا وہاں سے ربذہ جلاوطن کردیا اور وہیں پر انہوں نے حالت غربت میں وفات پائی۔

خداوند عالم ابوذرؓ پر رحم کرے وہ اپنے اس انقلابی سفر میں تمام مصائب و مشکلات کو بھول گئے تاکہ صحراء کی ریت پر اپنے مقتل کی داستان لکھیں جب تک سورج روشن رہے گا ان کے قتل کی کہانی تاریخ کے دامن پر نمایاں رہے گی۔

☆ ربذہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے تین دن کے سفر کے فاصلہ پر ہے۔ معجم البلدان ج ۳/ص ۲۴

ابوذرؓ شام (زمین جہاد) ولشکر اسلام کی چھاونی سے اجنبی نہیں تھے آپ جنگ صائفہ (جو روم کے ساتھ ہوئی تھی) اور فتح قبرص میں شریک تھے اور ان میں جنگ کے لئے نکلنے والے اصحاب میں سے ایک ممتاز حیثیت رکھنے والے سپاہی تھے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

آپ جس طرح کی گفتگو فوجیوں سے کیا کرتے تھے اسی طرح کی گفتگو ہر خاص و عام کے درمیان کرتے تھے اور اسی گفتگو کے انجام سے فوج کے ایک سردار حبیب ابن مسلمہ فہری نے معاویہ کو خبردار کیا، جس کی تاکید ابن بطال کا گزرا ہوا قول کرتا ہے کہ ابوذرؓ کا معاویہ سے کثرت سے اختلاف رہتا تھا آپ اسپر برابر اعتراض کرتے رہتے تھے جسکے سبب معاویہ کی فوج ابوذرؓ کی جانب مائل ہو رہی تھی۔

ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ معاویہ کی (شام میں اپنی حکومت کی بنیاد رکھنے کے ساتھ) یہ آرزو تھی کہ جیسے ہی اس کو موقع فراہم ہو وہ خلافت حاصل کر لے اور حصول مقصد کے لئے وہ اپنے دور حکومت میں اس کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا اس وجہ سے اس نے دیکھا کہ ابوذرؓ اور ان کے جیسی متحرک ہستیاں جو اسکی سلطنت کی حدود میں ہیں اس کے مقصد کے حصول میں دیوار بن سکتی ہیں لہذا وہ حضرت عثمان کے ابوذرؓ کو مدینہ سے دور رکھنے سے زیادہ یہ چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے دور رہیں یہی سبب تھا کہ حضرت عثمان کو لکھ کر بھیجا کہ آپ نے ابوذرؓ کو یہاں (شام) بھیج کر اپنے لئے دشواریاں کھڑی کر لی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے معاویہ اور حضرت عثمان دونوں کیلئے دشواریاں کھڑی کر دی تھیں کیونکہ آپ ان گورنروں کے اعمال و انحراف اور ان لوگوں کے عیوب کو ظاہر کر رہے تھے جو مسلمانوں کے مال (یعنی مال غنیمت) کو مال خدا

کہہ کر عثمان کے سپرد کر رہے تھے تاکہ وہ معاویہ کو دیدیں اور وہ اسکو اپنے مصرف خاص میں صرف کرے اور اس کے علاوہ وہ مروان ابن حکم وحکم ابن عاص (جوکہ رسولؐ کا جلا وطن کیا ہوا تھا) وابوسفیان وعبد اللہ ابن سعد اور دوسرے ان حضرات کو دے دیں جو انہیں کی طرح تھے جنہوں نے امت مسلمہ کی گردنوں اور ان کے اموال پر اپنی مرضی کے فیصلوں کے پہاڑ ڈھائے تھے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ معاویہ کا خط پہنچنے کے بعد حضرت عثمان کو جناب ابوذرؓ سے انتقام لینے اور اپنی مرضی کے مطابق سزا دینے کا جواز مل گیا لہذا حضرت عثمان نے معاویہ کی طرف لکھ بھیجا کہ جندب کو سرکش سواری پر میرے پاس بھیج دو۔

---

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ / ص ۱۷۲۔

(۲) غدیر ج ۸ / ص ۲۹۳۔

ابوذرؓ کی اہلِ شام سے رخصتی

حضرت ابوذرؓ کو بلانے کے لئے معاویہ نے اپنا ایلچی بھیجا ایلچی نے حضرت عثمان کا خط حضرت ابوذرؓ کو سنایا جس میں تحریر تھا کہ فوراً چلے آؤ. ابوذرؓ نے سفر کے لئے اپنے اونٹ کو تیار کیا اور اس کا تسمہ وغیرہ باندھا جب لوگوں نے سنا تو انکے پاس جمع ہو گئے اور کہا: اے ابوذرؓ! خدا آپ پر رحم کرے کہاں کا قصد ہے؟

جناب ابوذرؓ نے فرمایا: میرے نہ چاہتے ہوئے بھی پہلے آپ لوگوں کی طرف بھیجا گیا اور اب میری مرضی کے بغیر تمہارے درمیان سے بھی مجھے نکالا جا رہا ہے جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا دیکھیں میرے اور انکے درمیان کیا ہوتا ہے یا تو نیکی خاموش ہو کر بیٹھ جاتی ہے یا فاجر اپنے فجور سے رک جاتا ہے۔

چنانچہ آپ شام سے چلے اور جب لوگوں نے آپ کے جانے کی خبر سنی تو آپ کے پیچھے پیچھے چلے حتیٰ کہ دمشق سے نکل گئے لوگ آپ کے پیچھے مسلسل چلے آرہے تھے یہاں تک کہ آپ دیر المرّان (خانقاہ مران) پہنچے، آپ وہاں پر رکے تو آپ کے ساتھ آنے والے بھی رکے آپ آگے بڑھے اور انکے ساتھ نماز جماعت ادا کی اس کے بعد آپ لوگوں سے مخاطب ہو کر (خطبہ وفروعات کو ترک کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ اے گروہ مردم! میں تمہیں ایسی وصیت کرتا ہوں جو تمہارے لئے سودمند ہے حمد خدا کرو، سب نے ایک زبان ہو کر الحمدللہ کہا۔

اسکے بعد آپ نے فرمایا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انّ محمداً عبدہ و رسولہ . سبھی نے وہی کلمات دہرائے جو ابوذرؓ نے کہے تھے اسکے بعد ابوذرؓ

کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یوم محشر مخلوق کا زندہ کیا جانا حق ہے، جنت وجہنم حق ہے، اور جو کچھ خدا کی جانب سے آیا ہے میں اسکا اقرار کرتا ہوں اور تم سب اس پر گواہ ہو۔

سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم سب اس پر گواہ ہیں، اسکے بعد فرماتے ہیں اللہ کی رحمت و کرامت کی بشارت ہے اس کے لئے جو تم میں سے ان صفات پر مر گیا، اور مجرموں کی پشت پناہی نہ کرتا ہو یا انکے اعمال کی تصدیق کرنے والا یا مددگار نہ ہو۔

اے گروہ مردم! اپنے لئے نماز و روزوں کا ذخیرہ کر لو اس لئے کہ اگر زمین پر گناہ ہوئے تو تم خدا کے غضب سے بچے رہو، اور اپنے پیشواؤں کی رضا حاصل کرنے کیلئے خدا کی ناراضگی وغضب مول نہ لو، اور اگر انہوں نے ایسا کیا جسکو تم نہیں جانتے تو ان سے پہلو تہی کر لو اور انکے مقابل متحد ہو جاؤ اگر چہ تمہیں مصیبتیں و مایوسیاں اور جلا وطنی کے عذاب اٹھانے کے بعد ہی خدا کی رضا کیوں نہ حاصل ہو، ضروری نہیں کہ مخلوق کی رضا حاصل کرنے کیلئے خدا کو ناراض کیا جائے، خدا تمہیں اور مجھے معاف کرے، تمہیں خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں اور تمہارے لئے سلامتی و رحمت خدا کا خواستگار ہوں۔

لوگوں نے بھی باآواز بلند کہا خدا آپ کو سلامت رکھے اور آپ پر نظر رحمت رکھے، اے صحابی رسولؐ اگر تمہیں اس قوم نے نکالا ہے تو کیا ہم آپ کو واپس نہیں بلا سکتے؟ کیا ہم آپ کو جانے سے روک نہیں سکتے؟

ابوذرؓ نے کہا خدا تم پر رحم کرے اب واپس پلٹ جاؤ میں بلاؤں پر تم سے زیادہ صبر کرنے والا ہوں اور خبردار! آپس میں تفرقہ و اختلاف نہ کرنا۔ (۱)

یہ روایت ان دوسری روایتوں کے منافی نہیں ہے جو اس بات کی تاکید کرتی ہیں

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ص ۳۵۶-۳۵۷ نقلاعن کتاب المجالس.

کہ ابوذرؓ کو ایک سن رسیدہ اونٹنی پر بٹھا کر بھیجا گیا تھا جس پر نہ کوئی پردہ تھا اور نہ کجاوہ، جس کی وجہ سے مدینہ پہنچنے تک آپ کی رانوں کا گوشت چھل گیا تھا۔

مقصد یہ تھا کہ ابوذرؓ سے اپنا ذاتی انتقام لیا جائے، عام لوگ اور شام کی وہ معزز ہستیاں جو ابوذرؓ کو جانتی تھیں اور جنہوں نے ابوذرؓ سے احکام اسلام سیکھے تھے انکے کلام کو سنا تھا معاویہ انکے سوالات کے ہجوم کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا لہٰذا ابوذرؓ کو اتنی مہلت دی کہ شام سے طبعی صورت میں نکل جائیں اور جب شام کی حدود سے نکل گئے تو حضرت عثمان کے فرمان کو نافذ کر دیا (جیسا کہ روایت بتاتی ہیں) اور اسی طرح سوار کر کے بھیجا گیا جیسا حکم ملا تھا۔

معاویہ نے انکو مصیبتوں سے دوچار نہیں کیا تاکہ دوسرا (حضرت عثمان) ان پر مصائب وآلام کو پورا کردے جوان پر ڈھائے گئے۔

مدینہ سے آپ کو ربذہ کی طرف پہنچا دیا گیا، یہاں تک کہ آپ نے تنہائی و غربت کے عالم میں اس دار فانی کو الوداع کہا۔

ہمیں جو بیان کرنا تھا وہ کیا مزید تفصیل مورخین پر چھوڑتے ہیں۔

کیفیت جلاوطنی

بلاذری نے روایت کی ہے(۱) کہ جب خلیفہ سوم نے مروان بن حکم کو جو دیا سو دیا اور حارث ابن حکم ابن ابی عاص کو تین لاکھ درہم دیئے تو ابوذرؓ نے مال جمع کرنے والوں کو دردناک عذاب کی بشارت دینا شروع کر دی اور آپ خدا کے قول کی تلاوت کرتے تھے {الذین یکنزون الذھب و الفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم } توبہ، آیت ۳۴/ اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے، اے رسولؐ انکو دردناک عذاب کی بشارت دیدو۔

مروان بن حکم نے یہ بات حضرت عثمان تک پہنچائی تو حضرت عثمان نے اپنے غلام کو جھڑکتے ہوئے کہا کہ ابوذرؓ کے پاس جاؤ اور کہدو کہ میرے پاس جو کچھ انکی کارکردگی کی شکایتیں پہنچی ہیں وہ اس سے باز آجائیں۔

ابوذرؓ نے کہا کہ کیا عثمان مجھے کتاب خدا پڑھنے اور جنہوں نے حکم خدا پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، انکے عیبوں کو بیان کرنے سے روکتا ہے خدا کی قسم اللہ کی رضا میرے لئے عثمان کی ناراضگی سے زیادہ محبوب تر و بہتر ہے چہ جائیکہ میں خدا کو ناراض کر کے عثمان کی رضا حاصل کروں۔

حضرت ابوذرؓ کے اس کلام کو سن کر خلیفہ سوم کو غصہ تو بہت آیا لیکن صبر کر کے خاموش بیٹھ گئے۔

ایک دن حضرت عثمان نے کہا کیا امام کے لئے جائز ہے کہ وہ بیت المال سے

(۱) غدیر ج ۸/ص ۲۹۲-۲۹۳ نقلاعن الانساب ج ۵/ص ۵۲/ ۵۴.

کچھ مال لے اور جب اسکو میسر ہو تو اسکو واپس کر دے۔

کعب احبار نے کہا: اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ابوذرؓ نے کہا: اے یہودی ماں باپ کے بیٹے! کیا تو ہمیں ہمارا دین سکھاتا ہے؟

حضرت عثمان نے کہا: آج تم نے مجھے سب سے زیادہ اذیت دی اور میرے اصحاب کو جوش دلایا لہٰذا آپ یہاں سے اپنے مکتب چلے جاؤ (اس سے قبل مکتب کے معنٰی ہم واضح کر چکے ہیں) آپ کا مکتب شام میں تھا لیکن آپ حج کیلئے آیا کرتے تھے تو حضرت عثمان سے اذن زیارت قبر رسولؐ لینے کے بعد آپ زیارت قبر رسولؐ سے مشرف ہوا کرتے تھے۔

حضرت ابوذرؓ کے مکتب کی شام میں ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ مدینے کی آبادی سلع (مدینہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے) تک پہنچ گئی ہے تو آپ نے حضرت عثمان سے کہا کہ میں نے رسولؐ کو کہتے سنا ہے کہ جب مدینہ کی آبادی سلع☆ تک پہنچ جائے تو یقین کرنا کہ اب جنگ ہے، تم مجھے اجازت دو کہ میں شام میں جاؤں اور وہاں پر جنگ کروں، حضرت عثمان نے آپ کو اجازت دیدی۔

حضرت ابوذرؓ معاویہ کو اسکے افعال سے برابر روکا کرتے تھے، معاویہ نے آپ کیلئے ایک مرتبہ تین سو دینار و درہم بھیجے تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ میرے اس سال کے اس حق میں سے ہیں جس سے تم نے مجھے محروم رکھا ہے تو یہ میں قبول کرتا ہوں اور اگر یہ کسی طرح کا صلہ ہے تو اسمیں مجھے کوئی رغبت نہیں ہے۔

مسلمہ فہری نے ایک مرتبہ دو سو دینار آپ کی خدمت میں بھیجے تو آپ نے یہ کہ

☆ مدینہ کے نزدیک ایک مقام کا نام ہے۔

کر واپس دیدے کیا تجھے کوئی اور نہیں ملا کہ یہ مال بھیج کر مجھ سے اپنے لئے آسانیاں چاہتا ہے۔

معاویہ نے دمشق میں ایک قصر بنوایا تو آپ نے فرمایا اے معاویہ! اگر یہ قصر مال خدا سے بنوایا گیا ہے تو یہ خیانت ہے اور اگر یہ تم نے اپنے مال سے بنایا ہے تو اسراف، معاویہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور حضرت ابوذرؓ کہا کرتے تھے خدا کی قسم میرے سامنے وہ اعمال انجام دئے گئے جنکو میں نہیں جانتا، خدا کی قسم نہ وہ کتاب خدا میں ہیں اور نہ سنت رسول میں، خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ حق کو پامال کیا جا رہا ہے اور باطل کو پروان چڑھایا جا رہا ہے اور سچوں کو جھٹلایا جا رہا ہے غیر متقی کا انتخاب صالح و متقی حضرات پر کیا جا رہا ہے۔

حبیب ابن مسلمہ نے معاویہ سے کہا: ابوذرؓ اہل شام کو تمہارے خلاف کر دیں گے اگر تجھے اسکی حاجت ہے تو اہل شام کے بارے میں کچھ سوچ!

معاویہ نے انکے متعلق حضرت عثمان کو لکھ کر بھیجا۔

شرح نہج البلاغہ میں جلام ابن جندل غفاری سے مذکور ہے کہ میں خلافت عثمان کے زمانے میں معاویہ کی طرف سے اردن و فلسطین اور دوسری حکومتوں پر غلہ جمع کرنے کے لئے معین تھا، ایک مرتبہ میں معاویہ کہ پاس آیا تا کہ اپنے کام کے بارے میں دریافت کروں (میں معاویہ کے پاس اس کے قصر میں موجود تھا کہ) تبھی میں نے اسکے دروازے پر ایک بلند آواز سنی، کہنے والا چیخ کر کہہ رہا تھا، اتتکم القطار تحمل النار اللهم العن الآمرين بالمعروف التاركين له اللهم العن الناهين عن المنكر المرتكبين له. تمہاری طرف آگ کی قطار چلی آرہی ہے اے پروردگار! لعنت کر ان لوگوں پر جو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اسکو انجام نہیں دیتے، پروردگار!

لعنت کر ان لوگوں پر جو برائیوں سے تو روکتے ہیں لیکن ان سے خود بعض نہیں آتے۔

معاویہ کا غصہ کی وجہ سے رنگ سرخ ہو گیا اور کہا اے جلام! کیا تم جانتے ہو کہ یہ چیخنے والا کون ہے؟ میں نے کہا نہیں۔

معاویہ نے کہا یہ جندب ابن جنادہ عزیری ہے، ہر روز یہاں آتا ہے اور یہی جملے ہر روز ہمارے محل پر دہراتا ہے جو تم نے سنے، اور اسکے بعد غلام سے کہا کہ انکو ہمارے سامنے لیکر آؤ۔

حضرت ابوذرؓ کو درباریوں کے سامنے لایا گیا آپ معاویہ کے روبرو کھڑے ہو گئے تو معاویہ نے کہا اے دشمن خدا و رسولؐ! ہر روز ہمارے دروازے پر آ کر کیا کچھ کہہ جاتے ہو اگر میں اصحاب محمدؐ میں سے بغیر عثمان کی اجازت کے قتل کرتا تو تمہیں قتل کر چکا ہوتا لیکن تمہارے متعلق عثمان سے اجازت حاصل کروں گا۔

جلام نے کہا: میری دلی تمنا تھی کہ ابوذرؓ کو دیکھوں کیوں کہ وہ میرے قبیلے سے تھے میں انکی طرف متوجہ ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ زرد رنگ کا پتلا دبلا نحیف کمر جھکا آدمی معاویہ کی طرف بڑھا اور کہا: میں دشمن خدا و رسولؐ نہیں ہوں بلکہ تو اور تیرا باپ دشمن خدا و رسولؐ ہیں، تم دونوں نے اسلام ظاہر کیا اور کفر کو پوشیدہ رکھا، رسولؐ نے تم پر لعنت کی ہے اور متعدد مرتبہ تیرے لئے بددعا کی کہ تیرا پیٹ کبھی نہ بھرے۔

میں نے رسولؐ کو کہتے سنا ہے کہ جب امت کے والی و نگہبان ایسے لوگ بن جائیں جو صرف کھانا جانتے ہوں لیکن بہت کچھ کھانے کے بعد بھی ان کا پیٹ نہ بھرتا ہو تو امت کو ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا چاہئے۔

معاویہ نے کہا: میں وہ آدمی نہیں ہوں جس کے لئے رسول نے یہ فرمایا ہے ابوذرؓ

فرماتے ہیں بلکہ تو ہی وہ آدمی ہے رسولؐ نے مجھے خبر بھی دی ہے اور جب ایک مرتبہ تو انکے پاس سے گزرا تو رسولؐ کو میں نے کہتے سنا اے پروردگار! تو اس پر لعنت کر اور یہ مرتے مرجائے مگر شکم سیر نہ ہو۔

حضرت عثمان نے معاویہ کو لکھ کر بھیجا کہ جندب کو سخت اور وحشت ناک سواری پر بٹھا کر میرے پاس بھیج دیا جائے ،معاویہ نے ایک ایسی بوڑھی اونٹنی جس پر سوائے کجاوے کے کچھ بھی نہیں تھا بٹھا کر مدینہ کی طرف ایک ایسے شخص کے ساتھ روانہ کر دیا جو رات و دن متواتر سفر کرنے والا تھا یہاں تک کہ آپ مدینہ پہنچ گئے اونٹنی کے چلنے سے آپ کی ران کا گوشت چھل چھل کر گر گیا تھا۔

خلیفۂ وقت اور ابوذرؓ

واقدی کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوذرؓ حضرت عثمان کے سامنے حاضر ہوئے تو حضرت عثمان نے کہا.

لا انعم الله بقين عينا نعم ولا لقاه يوما زينا

تحية السخت اذا التقينا

اے قین! خدا تمہیں کسی ناصر و مددگار جیسی نعمت سے نہ نوازے اور ہاں جس کی ملاقات کسی بھی دن اچھی نہ رہی ہو اور جب بھی ملاقات ہوئی تو ناراض ہی رہے۔

پس ابوذرؓ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میرا نام کبھی قین بھی تھا۔

اور دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عثمان نے کہا کہ جنیدب! خدا تمہیں کسی ناصر و مددگار نعمت سے نہ نوازے۔

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: میں جندب ہوں اور رسولؐ نے میرا نام عبداللہ رکھا اور تم نے رسولؐ کے اختیار کردہ نام پر میرے لئے ایک اور نام اختیار کیا۔

حضرت عثمان نے ان سے کہا: تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہیں وہ فقیر ہے اور ہم صاحب ثروت ہیں۔

ابوذرؓ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کہتے تو خدا کا مال اسکے بندوں پر خرچ کرتے لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسولؐ کو کہتے سنا ہے کہ جب ابن ابی عاص سے تیس آدمی ہو جائیں گے تو مال خدا پر اپنا قبضہ رکھیں گے اور اسکے بندوں کو غلام اور اسکے دین میں دخل انداز ہونگے۔

حضرت عثمان نے حاضرین مجلس سے کہا: کیا تم نے رسولؐ سے سنا ہے، سب نے کہا: نہیں.

حضرت عثمان نے کہا: ابوذرؓ تف ہو تم پر، رسولؐ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہو!

حاضرین مجلس سے ابوذرؓ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے جو کچھ کہا سچ کہا؟

تمام نے کہا: خدا کی قسم ہم نہیں جانتے.

حضرت عثمان نے کہا: حضرت علیؑ کو بلاؤ جب حضرت علیؑ آئے اور حضرت عثمان نے ابوذرؓ سے کہا: آپ نے جو کچھ بنی عاص کے متعلق کہا تھا حضرت علیؑ کے سامنے بیان کرو آپ نے اپنے کلام کو دہرایا۔

حضرت عثمان نے حضرت علیؑ سے کہا: کیا یہ بات آپ نے رسولؐ سے سنی ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: نہیں لیکن ابوذرؓ نے جو کہا سچ کہا ہے.

حضرت عثمان نے کہا: یہ آپ نے کیسے جانا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: کیونکہ میں نے رسولؐ کو فرماتے سنا ہے. ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لھجۃ اصدق من ابی ذر. آسمان نے کسی پر سایہ نہیں کیا اور زمین گرد آلود نے اپنے دامن پر کسی کا بار نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔

تمام حاضرین مجلس نے کہا: ہاں یہ ہم سب نے رسولؐ سے سنا ہے۔

ابوذرؓ نے فرمایا: میں تمہارے سامنے رسولؐ کا قول بیان کرتا ہوں اور تم مجھ پر الزام لگاتے ہو! میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ اپنی زندگی میں اصحاب محمدؐ سے ایسا سنوں گا۔(۱)

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸ /ص ۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹ اور ج ۳ /

روایت واقدی میں صہبان مولی اسلمیین سے مذکور ہے کہتے ہیں: کہ جس دن ابوذرؓ کو حضرت عثمان کے سامنے لایا گیا تو حضرت عثمان نے ان سے کہا تمہیں نے یہ کہا ہے؟

ابوذرؓ نے فرمایا: میں نے تمہیں اور تمہارے ساتھی (معاویہ) کو نصیحت کی لیکن تم نے میرے ساتھ غداری کی.

حضرت عثمان نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو، تم فتنہ چاہتے ہو اور اسی کو دوست رکھتے ہو، تم نے شامیوں میں ہمارے متعلق فساد پھیلایا ہے۔

ابوذرؓ نے فرمایا: تم بھی اپنے ساتھی (معاویہ) کی اتباع کرو کوئی تم کو کچھ نہیں کہنے والا.

حضرت عثمان نے کہا: تمہیں اس سے کیا لینا دینا اور اسکے بعد ایک مذمت بھرا جملہ کہا کاش! تمہاری ماں نے تمہیں پیدا نہ کیا ہوتا.

ابوذرؓ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے اپنے لئے کچھ نہیں کیا صرف یہ کہ نیکی کی طرف بلایا اور برائی سے روکا.

حضرت عثمان کو غصہ آیا اور کہا: اس جھوٹے بوڑھے کے متعلق مجھے مشورہ دو کہ انہیں ماروں یا قید کروں یا قتل کر دوں، یا مملکت اسلامی سے جلاوطن کر دوں؟ اسنے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا بیج بویا ہے.

حضرت علیؑ نے جو اس مجلس میں موجود تھے فرمایا میں تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جو مومن آل فرعون نے فرعونیوں کے درمیان فرعون کو مشورہ دیا تھا. {فان یک کاذبا

فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا

یهدی من هو مصرف کذّاب } غافر آیت ۲۸ / اگر یہ جھوٹا ہے تو اسکے جھوٹ کا وبال اس پر ہوگا اور اگر کہیں یہ سچا ہوا تو جس عذاب کیلئے یہ کہہ رہا ہے اسمیں سے بعض تو تم پر ضرور آئیگا اور خدا حد سے گزرنیوالے اور جھوٹے کی کبھی ہدایت نہیں کرتا۔

حضرت عثمان نے ناشائستہ سا جواب دیا تو حضرت علیؑ نے بھی جواب میں ویسا ہی کہا۔(۱)

کتاب مروج الذہب میں مذکور ہے کہ اسی روز عبدالرحمٰن بن عوف کا مال ترکہ حضرت عثمان کی خدمت میں لایا گیا (وہ طبق جن میں یہ مال لایا گیا تھا) الٹ دئے گئے مال اتنا تھا کہ حضرت عثمان اور انکے سامنے کھڑے ہوئے شخص کے درمیان حائل ہوگیا۔

حضرت عثمان نے کہا: میں اللہ سے عبدالرحمٰن کیلئے خیر کا طالب ہوں کیوں کہ وہ صدقہ دیا کرتے تھے اور مہمان کی ضیافت کیا کرتے تھے اور جو کچھ انہوں نے چھوڑا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔

کعب احبار نے کہا: امیر المؤمنین آپ نے بجا فرمایا.

ابوذرؓ نے عصاء اٹھایا اور کعب کے سر پر دے مارا اور اسکی تکلیف کی پروا نہ کرتے ہوئے کہا اے فرزند یہود! جس نے مرنے کے بعد اتنا زیادہ مال چھوڑا ہو تم اسکے لئے یہ یقینی طور پر کہتے ہو خدا اسکو دنیا و آخرت میں خیر سے نوازے حالانکہ میں نے رسولؐ کو یہ کہتے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس بات کی بالکل خوشی نہیں کہ میرے مرنے کے بعد میں ایک دینار کے کچھ حصہ کے برابر بھی چھوڑوں۔(۲)

---

(۱) نفس المصدر

(۲) مروج الذہب ج ۲ /ص ۳۴۰.

واقدی کہتے ہیں: حضرت عثمان کو خوف تھا کہ لوگ ابوذرؓ کے پاس بیٹھیں یا ان سے گفتگو کریں لہٰذا انہوں نے کچھ دن اسی طرح گزار دیئے۔

اسکے بعد ابوذرؓ کو بلایا گیا آپ نے حضرت عثمان کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا: اے عثمان! ہلاکت ہو تجھ پر کیا تو نے رسولؐ اور حضرت ابوبکر وعمر کو نہیں دیکھا؟ کیا تمہارا طریقۂ کار ان جیسا ہے؟ کیا تو نے مجھ پر ظالم و جابر جیسی گرفت نہیں رکھی؟

حضرت عثمان نے کہا: ہمارے شہر اور ہماری نظروں سے دور ہو جاؤ...... الخ (۱)

کتاب مروج الذھب میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان نے جناب ابوذرؓ سے کہا: تم اپنا چہرا نہ دکھانا۔

حضرت ابوذرؓ: مکہ کی طرف چلا جاتا ہوں۔

حضرت عثمان: خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابوذرؓ: تم مجھے خدا کے گھر سے روکتے ہو حالانکہ میں چاہتا ہوں اپنی آخر عمر تک وہاں پر عبادت کروں۔

حضرت عثمان: خدا کی قسم ایسا ہی چاہتا ہوں۔

حضرت ابوذرؓ: شام چلا جاتا ہوں؟

حضرت عثمان: خدا کی قسم یہ بھی نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابوذرؓ: بصرہ؟

حضرت عثمان: خدا کی قسم یہ بھی نہیں ہوسکتا، ان شہروں کے علاوہ کوئی دوسرا شہر اختیار کرو۔

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸ /ص ۲۵۹-۲۶۰۔

حضرت ابوذرؓ: خدا کی قسم ان شہروں کے علاوہ جنکا میں نے ذکر کیا ہے دوسرا اختیار نہیں کر سکتا اگر تو مجھے مدینہ میں رہنے دیتا تو کسی بھی شہر کا قصد نہ کرتا، تجھے جس طرف نکالنا ہے نکال دے۔

حضرت عثمان: میں تمہیں ربذہ بھیج دیتا ہوں۔

حضرت ابوذرؓ: اللہ اکبر، رسولؐ نے صحیح فرمایا تھا، جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے اسکی خبر انہوں نے مجھے دیدی تھی.

حضرت عثمان: تم سے کیا کہا تھا؟

حضرت ابوذرؓ: انہوں نے مجھے خبر دی تھی کہ مجھے مکہ اور مدینہ میں رہنے سے روکا جائے گا اور میری موت ربذہ میں ہوگی اور میری آخری رسومات کو وہ گروہ انجام دے گا جو عراق سے حجاز کی طرف جا رہا ہوگا۔(۱)

---

(۱) مروج الذہب ج ۲/ص ۳۴۰-۳۴۱.

ربذہ کی جانب جلاوطنی

کتاب شرح نہج البلاغہ میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف نکالا گیا تو حضرت عثمان نے حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کرادی جائے کہ ابوذرؓ سے کوئی گفتگو نہ کرے اور انکے ہمراہ وداع کیلئے کوئی نہ جائے، مروان بن حکم کو حکم دیا کہ وہ ابوذرؓ کے ساتھ نکلے چنانچہ وہ انکے ساتھ نکلا اور دوسرے لوگ اس سے بعض رہے لیکن علیؑ اور انکے بھائی عقیلؓ وحسنؑ وحسینؑ اور عمارؓ ابوذرؓ ان کے ہمراہ نکلے۔

امام حسنؑ حضرت ابوذرؓ سے گفتگو کر رہے تھے تو مروان نے آپ سے کہا اگر تم نہیں جانتے کہ امیر المؤمنین (عثمان) نے اس آدمی سے گفتگو کرنے کو منع کیا ہے تو جان لو۔

حضرت علیؑ نے مروان پر حملہ کیا اور اسکی سواری کے دونوں کانوں کے درمیان ایک چابک مارتے ہوئے فرمایا دور ہوجا' خدا تجھے جہنم کی راہ دکھائے۔

مروان غصہ میں عثمان کی طرف پلٹ آیا اور انکو آکر تمام ماجرا کہہ سنایا تو حضرت عثمان حضرت علیؑ پر غصہ ہوئے۔(۱)

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸ / ص ۲۵۲ - ۲۵۳

امام علیؑ کی ابوذرؓ سے گفتگو

امامؑ نے ابوذرؓ کو یہ کہتے ہوئے رخصت کیا اے ابوذرؓ! آپ کا غصہ ہونا خدا کے لئے تھا جس کے لئے تم غصہ ہوئے ہو اسی سے اجر کی امید بھی رکھو اس قوم کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خوف ہے اور تمہیں انسے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے لہٰذا جس چیز کے لئے انہیں تم سے خطرہ ہے وہ انہیں کے لئے چھوڑ دو اور جس شئی کے لئے تمہیں ان سے خوف ہے اسے لیکر ان سے دور ہو جاؤ اور جس چیز سے تم انہیں محروم کر کے جا رہے ہو کاش وہ سمجھتے کہ وہ اسکے کتنے زیادہ ضرورتمند ہیں اور تمہیں اس سے کیا لینا دینا جس سے تمہیں انہوں نے روکا تھا اور عنقریب تم جان لو گے کہ کل کون فائدے میں رہے گا اور کس پر حسد کرنے والے زیادہ ہیں، اگر زمیں و آسمان ملکر کسی بندہ پر ٹوٹ پڑیں اور اسکے بعد وہ تقویٰ الٰہی اختیار کر لے تو خدا تب بھی اسے نجات دیدے گا، حق کے سوا تمہارا کوئی مونس نہیں ہوسکتا اور باطل کے سوا کوئی تمہارے لئے وحشت ناک نہیں ہوگا، اگر تم نے ان کی دنیا کو چاہا ہوتا تو یہ تم سے محبت کرنے لگتے اور تم نے اس (دنیا) میں سے اپنے لئے کوئی حصہ مقرر کرلیا ہوتا تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے۔(۱)

ابن عباس کی روایت میں ذکوان (حافظ قرآن) سے شرح نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ میں نے لوگوں کے کلام کو حفظ کیا، امام علیؑ نے فرمایا: اے ابوذرؓ! آپ کا غصہ خدا کے لئے تھا قوم کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہوا اور تمہیں ان سے اپنے دین کے متعلق خوف ہوا۔

اسکے بعد علیؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا اپنے چچا کو وداع کرو، اور عقیلؓ سے کہا اپنے بھائی کو وداع کرو۔

---

(۱) نہج البلاغہ ج ۲ /ص ۱۲-۱۳

جناب عقیلؓ کی گفتگو

جناب عقیلؓ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: ہم یہ کہنا نہیں چاہتے کہ ہم تم کو دوست رکھتے ہیں اور تم ہمکو، آپ راہ تقویٰ سے مستمک رہیں کیونکہ تقویٰ ہی نجات کا سبب ہے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے کیونکہ صبر صفات کریمہ میں سے ہے اور یہ بات آپ کے علم میں رہے کہ غم وتکدر کے مقابل صبر کا بوجھ اٹھانا اور مایوسی کے بدلے عافیت بہتر ہے، لہٰذا آپ مایوسی اور غم وتکدر چھوڑ دیجئے۔

امام حسنؑ کی گفتگو

جناب عقیلؓ کے بعد امام حسنؑ نے آپؓ سے گفتگو کی اور فرمایا: اے چچا! یہ ضروری نہیں کہ وداع کرنے والا شخص خاموش رہے اور ساتھ چلنے والا گفتگو نہ کرے، آپ کے ساتھ جو کچھ قوم نے کیا آپ اس سے بخوبی واقف ہیں اس کا ہمیں بہت زیادہ افسوس ہے، دنیا کی کمیوں اور زیادتیوں کو یاد کر کے اسکے بعد آنے والے انجام پر نظر کر کے ان کو چھوڑ دو، صبر سے کام لیجئے، یہاں تک کہ آپ نبیؐ سے ملاقات کریں اور وہ آپ سے راضی ہوں۔

امام حسینؑ کی گفتگو

جناب امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ نے مخاطب ہو کر فرمایا اے چچا! جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں خدا اسکی تبدیلی پر قادر ہے اور ہر روز اسکی شان نرالی ہے لوگوں نے آپ کو اپنی دنیا کے حصول کے لئے روکا اور آپ نے انہیں دین کے لئے ٹوکا اور جس وجہ سے

انہوں نے آپکو روکا، بھلا تمہیں اس سے کیا لینا دینا اور وہی (دنیا) انکی ضرورت ہے، خدا سے اپنے لئے صبر و کامیابی کے متمنی رہو اور حرص و غم و تکدر سے خدا کی پناہ مانگو بیشک صبر دین اور کرم کی نشانیوں میں سے ہے، حرص و لالچ رزق روحانی عطا نہیں کرتا اور غم و تکدر موت کی تاخیر کا سبب نہیں بنتا۔

عمار ابن یاسرؓ کی گفتگو

انکے بعد جناب عمار ابن یاسرؓ حالت غضب میں آگے بڑھے اور فرمایا: خدا اس پر مہربان نہ ہو جس نے آپ کو ویرانے کی طرف بھیجا اور خوف و ہراس سے دوچار کیا وہ کبھی امان نہ پائے، خدا کی قسم اگر آپ دنیا کے حصول کی سوچتے تو یہ تم پر مہربان ہوتے اور اگر ان کے اعمال سے انکو نہ ٹوکتے تو یہ آپ سے محبت سے پیش آتے اور لوگ آپ کی طرح ہمت و جرأت سے کام لیتے ہوئے حق کو بیان کیوں نہیں کرتے سوائے اسکے کہ وہ حصول دنیا پر راضی ہو گئے ہیں اور موت سے خوف کھاتے ہیں اور انکی جماعت کے بڑے بڑے حضرات جس راہ پر گامزن تھے وہ بھی اس جانب مائل ہو گئے اور حکومت و سلطنت اس کی ہوتی ہو جو اس پر غالب آجائے، لوگوں نے اپنے دین کو انکے لئے ہبہ کر دیا ہے اور انہیں انکی دنیا دیدی گئی ہے لہٰذا انہوں نے اپنی دنیا و آخرت دونوں کا خسارہ اٹھایا، کیا یہ کھلا نقصان نہیں ہے؟

حضرت ابوذرؓ کی گفتگو

ان سبھی حضرات کی گفتگو سنکر ابوذرؓ رونے لگے کیوں کہ آپ بہت سن رسیدہ تھے اور آپ نے فرمایا اے اہل بیت رحمت! خدا تم پر رحم کرے جب میں آپ لوگوں کو دیکھتا

وہ کسی زراعت پر حملہ بولتی ہیں تو اس کو نیست و نابود کر دیتی ہیں اور ہم ان سب صفات کا مجموعہ ہیں اور ہماری جنگ کا یہ عالم ہے کہ جب ہم میدان جنگ میں اترتے ہیں تو صرف تلواروں کے پھلوں کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا اور جب دوسرے قبائل والے ان کے یہاں لوٹ مار کرتے تھے تو اس کو جواب شمار کرتے تھے جس طرح ان کا خود لوٹ مار کرنا اپنی شجاعت اور طاقت کا اظہار کرنا تھا تاکہ دوسرے قبائل ان سے جنگ کی نہ سوچیں، مثقب عبدی نے کہا۔

و نحمی علی الثغر المخوف ویتقی   بغارتنا کید العدوی و ضیومها

ہم خوف ناک سرحدوں کی حمایت کرتے ہیں اور اپنی یلغار کی وجہ سے دشمن کے فریب اور ظلم سے بچا جاتا ہے۔

اور زہیر نے کہا۔

و من لم یذر عن حوضه بسلاحه   یهدم و من لم یظلم الناس یظلم

جو اپنے (مال و دولت اور وطن) کی اپنی تلوار سے حمایت نہیں کرتا اس کو تباہ کر دیا جاتا ہے اور جو لوگوں پر ظلم نہیں کرتا تو خود اس پر ظلم ڈھایا جاتا ہے۔

جن مسلمانوں کے ذہنوں کو اسلام نے اپنے قوانین کے ذریعہ صیقل کیا ہے وہ حقیقی مسلمان بھی بہادر، شجاع اور ہمت والے ہوا کرتے ہیں انہیں موت کا ڈر و خوف نہیں ہوتا جب انہیں صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا یقین ہوتا ہے تو انہیں جنت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا جو کہ بنائی ہی گئی متقی حضرات کے لئے ہے(۱) اور جب اس طرح کی فکر

(۱) اسلام یہ کہتا ہے کہ اگر راہ خدا میں جنگ کرتے ہوئے مر گئے تو شہید کہلاؤ گے اور اگر کامیاب و ظفریاب واپس ہوئے تو غازی کہلاؤ گے۔

ہوں تو مجھے رسولؐ کی یاد آتی ہے، مدینے میں نہ تو میرا گھر و در ہے اور نہ تمہارے سوا مونس و غمخوار، میں حجاز میں عثمان پر اسی طرح بوجھ بن گیا تھا جس طرح شام میں معاویہ پر اور یہ اس نے پسند نہیں کیا کہ دو شہروں میں اسکے بھائی اور ماموں زاد بھائی کے جوار میں رہوں اس ڈر سے کہ کہیں میں لوگوں کو انکے خلاف بھڑکا نہ دوں اسی وجہ سے اب مجھے ایسی جگہ بھیجا جا رہا ہے جہاں نہ کوئی میرا ناصر و مددگار ہے اور نہ خدا کے سوا کوئی میری پشت پناہی کرنے والا، خدا کی قسم میں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا مصاحب نہیں چاہا اور جب خدا میرا مصاحب ہے تو مجھے کسی بھی وحشت کا خوف نہیں۔

حضرت علیؑ اور حضرت عثمان کی گفتگو

جب یہ حضرات (ابوذرؓ کو وداع کرنے کے بعد) مدینہ واپس آئے تو حضرت علیؑ حضرت عثمان کے پاس گئے حضرت عثمان نے آپ سے کہا کس بنیاد پر آپ نے میرے بھیجے ہوئے آدمی کو واپس کیا اور میرے حکم کو ہیچ جانا؟

حضرت علیؑ: تمہارے آدمی نے مجھ سے گستاخی کرنی چاہی تو میں نے جوابی کارروائی کی اور رہا تمہارا حکم تو اسکو میں نے ہیچ نہیں جانا۔

حضرت عثمان: کیا میرا حکم یہ نہیں تھا کہ ابوذرؓ سے کوئی کلام نہیں کرے گا۔

حضرت علیؑ: تم اگر گناہ کا حکم دو گے تو کیا ہم تمہارا کہا مان لیں گے۔

حضرت عثمان: اب اپنے آپ کو مروان کے غصہ کی آگ سے بچاؤ۔

حضرت علیؑ: کس لئے؟

حضرت عثمان: کیوں کہ آپ نے اسکو گالی دی اور اسکی سواری پر ضرب لگائی۔

حضرت علیؑ: اسکی سواری کے بدلے میری سواری حاضر ہے لیکن اسکا مجھ سے نا زیبا گفتگو کرنا، تو خدا کی قسم! جس نے مجھ سے جیسی گفتگو کی میں نے اسکا ویسا ہی جواب دیا ہے میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا، یہ سن کر حضرت عثمان کو غصہ آیا اور کہا وہ تم سے اس طرح کیوں نہ گفتگو کرے کیا تم اس سے بہتر ہو اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم! میں اس سے اور تم سے بہتر ہوں اس کے بعد آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور باہر نکل گئے۔(۱)

ابوذرؓ کی جلاوطنی کی خبر جب ان کے ساتھی ابودرداء (جن کا قیام شام میں تھا) کو پہونچی تو آپ نے فرمایاانا للہ و انا الیہ راجعون .اگر ابوذرؓ میرا ہاتھ یا جسم کا کوئی عضو بھی کاٹ دیتے تو میں اف تک نہیں کرتا کیونکہ میں رسولؐ سے انکے متعلق سن چکا ہوں.ما اضلت الخضراء و لا اقلت الغبراء من رجل اصدق لھجۃ من ابی ذر.آسمان نے کسی پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کا بار نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔(۲)

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸/ ۲۵۳-۲۵۵.

(۲) مستدرک (حاکم نیشاپوری) ج ۳/ ۳۴۴.

حالات ربذہ

ابواسود دوئلی فرماتے ہیں: میں ابوذرؓ سے ملاقات کا متمنی تھا تاکہ انسے ربذہ آنے کا سبب دریافت کروں میں انکے پاس گیا اور کہا: کیا آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ آپ اپنی مرضی سے مدینہ سے نکلے ہیں؟ یا جبراً آپ کو نکالا گیا ہے؟

ابوذرؓ نے فرمایا: میں مملکت اسلامی کی سرحدوں میں سے ایک سرحد میں ان لوگوں سے مستغنی تھا، پہلے مجھے مدینہ کی طرف نکالا گیا، میں نے کہا کوئی بات نہیں. یہ میری ہجرت کی جگہ اور میرے دوستوں کا مسکن ہے، پھر مدینے سے جہاں تم دیکھ رہے ہو اس طرف نکالا گیا۔

اسکے بعد فرمایا: رسولؐ کے زمانے میں ایک مرتبہ میں مسجد میں تھا اور وہاں میری (نیند کے غلبہ کی وجہ سے) آنکھ لگ گئی میرے نزدیک سے رسولؐ کا گزر ہوا تو انہوں نے اپنا پیر مار کر متوجہ کیا اور مجھ سے کہا: میں تمہیں مسجد میں سوتا ہوا نہیں پاتا۔

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں نیند کی وجہ سے میری آنکھ لگ گئی اور میں مسجد میں سو گیا.

رسولؐ: اگر تمہیں اس مسجد سے نکال دیا گیا تو تم کیا کرو گے؟

میں نے کہا: میں شام چلا جاؤں گا کیونکہ وہ مقدس اور جہاد والی زمین ہے.

رسولؐ: اگر تمہیں وہاں سے بھی نکال دیا تو کیا کرو گے؟

میں نے کہا: اسی مسجد کی طرف پلٹ آؤں گا.

رسولؐ: اگر تمہیں دوبارہ اس سے نکال دیا گیا تو کیا کرو گے؟

میں نے کہا: اپنی تلوار لیکر ان سے لڑوں گا.

رسولؐ: کیا میں تمہیں اس سے اچھا راستہ نہ بتا دوں؟ جہاں تمہیں بھیجیں وہاں چلے جانا، انکی بات سننا اور انکا کہا ماننا میں نے انکی بات سنی اور انکا کہا مان رہا ہوں، خدا کی قسم! عثمان اپنے کیئے کا بدلہ ضرور پائے گا وہ میرا گنہگار ہے۔(۱)

کتاب حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن خراش سے مذکور ہے: میں نے ابوذرؓ کو ربذہ میں دیکھا ایک سایہ دار جگہ ہے اور انکے ساتھ ایک کالی عورت ہے اور وہ بالوں کے ایک گون پر بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا گیا آپ ایسے آدمی ہیں کہ جس کا کوئی بیٹا نہیں رہا تو ابوذرؓ نے فرمایا: حمد ہے اس خدا کی جو انکو دار فانی سے اٹھا لیتا ہے اور دار بقا میں انکو ذخیرہ کرتا ہے۔

لوگوں نے کہا اے ابوذرؓ! کیا یہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوتا کہ تم اسکے سوا کسی دوسری عورت سے شادی کرتے؟ تو آپ نے فرمایا: میں ہرگز اس عورت سے شادی نہیں کرسکتا جو مجھے نیچا دکھائے، میں تو ایسی عورت کو دوست رکھتا ہوں جو مجھے بلند مقام پر پہونچائے۔

لوگوں نے کہا: اگر اس سے زیادہ ملائم بساط لیتے تو اچھا نہ ہوتا؟

آپ نے فرمایا: اے پروردگار! انہیں معاف فرما اس کے بعد کہتے ہیں تم وہ لے لو جس کی تمہیں چاہت ہے۔(۲)

ایک مرتبہ اہل ربذہ سے کچھ لوگ آپکے پاس آئے اور کہا اے ابوذرؓ! تمہیں کس سے شکوہ ہے؟

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸/ص ۲۶۰-۲۶۱۔

(۲) اعیان الشیعہ ۳۲۹۔(۳) گذشتہ مصدر ج ۳/ص ۳۱

آپ نے فرمایا: اپنے گناہوں سے.

لوگوں نے کہا: کس چیز کو دل چاہتا ہے؟

آپ نے فرمایا: اپنے پروردگار کی رحمت.

لوگوں نے کہا: کیا آپ کو طبیب کی حاجت ہے؟

آپ نے فرمایا: اسی نے مجھے بیمار کیا ہے!!

بیٹے کی قبر پر باپ کا بیان

کلینی نے کتاب کافی میں علی ابن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ جب ابوذرؓ کا بیٹا ذر اس دار فانی سے اٹھ گیا تو آپ نے اس کی قبر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اے ذر! خدا تم پر رحم کرے اگرچہ تم مجھ سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور تمہاری روح قبض کر لی گئی میں تم سے راضی ہوں خدا کی قسم! تمہارے اس دار فانی سے اٹھ جانے پر مجھے کوئی حزن و ملال نہیں اور نہ ہی تمہاری جدائی سے مجھے تنہائی کا غم ہے اور مجھ کو سوائے خدا کے کسی سے کوئی حاجت نہیں اگر موت کے بعد حول و سختی نہ ہوتی تو آرزو کرتا کہ میں بھی تیری جگہ پر ہوتا مجھ کو تیرا غم لاحق ہے خدا کی قسم! میں تیری جدائی کے سبب نہیں روتا ہوں بلکہ تجھ پر روتا ہوں کاش میں جان سکتا کہ تجھ سے کیا کچھ سوالات کئے گئے اور تو نے کیا جواب دیئے

اس کے بعد فرماتے ہیں اے پروردگار! جو میرا حق اس پر تھا وہ میں نے اسے معاف کیا اور جو تیرا حق ہے تو بھی اسے بخش دے اور اے پروردگار! تو تو مجھ سے زیادہ کریم ہے۔(۱)

(۱) فروع کافی ج ۳/ص ۲۵۰-۲۵۱.

مراسلات ابوذرؓ و حذیفہؓ

جو کچھ ابوذرؓ کے ساتھ پیش آیا اس کی شکایت حذیفہ یمان سے

سید مرتضیٰ اپنی کتاب فصول میں ابومخنف سے راقم ہیں کہ مجھ سے صلت نے، انہوں نے زید ابن کثیر سے، اور انہوں نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے جو کچھ ابوذرؓ کے ساتھ کیا تھا انہوں نے بطور شکایت حذیفہ یمانی کو لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے میرے بھائی! خدا سے اس طرح ڈرو کہ جس طرح ڈرنے کا حق ہے تمہاری آنکھوں کا گریہ کثرت سے ہو، اور اپنے دل کو اطاعت خدا کے لئے وقف کر دو، راتوں کو (اس کی عبادت میں) بیدار رہو، اپنے بدن کو اطاعت خدا میں تھکا دو، اور جس نے یہ جان لیا کہ اللہ کو ناراض کرنے والے کی منزل جہنم ہے اس کیلئے مناسب یہی ہے کہ وہ زیادہ گریہ کرے اور راتوں کو اس کی عبادت کر کے اپنے آپ کو تھکا دے یہاں تک کہ جان لے کہ خدا اس سے راضی ہو گیا اور جس نے یہ جان لیا کہ اس نے خدا کو راضی کر لیا اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ تمام تر عزم و استقلال سے حق کا استقبال کرے تاکہ کامیاب ہو جائے اور راہ خدا میں اپنے اہل و مال اور رات کی نمازوں اور دن کے روزوں اور ظالموں و ملحدوں سے ہاتھ و زبان سے جہاد کو بیچ جانے، یہاں تک کہ جان لے کہ یہ (سب کچھ) خدا نے اس پر واجب کیا ہے اور یہ تمام باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں مگر مرنے کے بعد، اور جو شخص بھی جوار الٰہی اور انبیاء کی مرافقت چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ویسا ہی بن جائے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔

اے میرے بھائی! تم ان میں سے ہو جس سے میں پراگندہ حال اور غم کو دل کھول کر کہنے کے بعد راحت و سکون پاتا ہوں، اور خدا سے ان ظالموں کے ظلم کی شکایت کرتا ہوں جوانہوں نے مجھ پر ڈھائے ہیں۔

میں نے ظلم کو اپنا کام کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جو کچھ کہا جاتا ہے میں نے خود سنا ہے میں نے اس کی تردید کی تو مجھے میرے حق سے محروم کر دیا گیا اور شہروں کی طرف جلاوطن کر دیا گیا مجھے میرے خاندان اور بھائیوں اور حرم رسولؐ سے دور کر دیا گیا میں پناہ مانگتا ہوں پروردگار سے کہ یہ شکایت میری طرف سے ہو کہ یہ مصیبتیں مجھ پر ڈھائی گئی ہیں بلکہ میں تمہیں فقط خبر دینا چاہتا ہوں کہ جو میرے پروردگار نے میرے لئے بہتر جانا میں اس سے راضی ہوں اور میں اس کی قضا و قدر کو تسلیم کرتا ہوں اور میں یہ اطلاع تمہیں اس لئے دے رہا ہوں تا کہ تم میرے اور عام مسلمانوں کیلئے رحمت اور ان کے عام نفع اور بہتر انجام و آخرت کی دعا کرو۔

حذیفہ یمانیؓ کا جواب

حذیفہ یمانیؓ نے ابوذرؓ کو لکھا کہ:

اے برادر! تمہارا خط موصول ہوا جس میں آپ نے قیامت میں میری بازگشت سے ڈرایا اور مجھے میرے وظیفہ سے خبردار کیا اور میرے نفس کو جگایا، اے بھائی! آپ تو پہلے ہی سے میرے اور مؤمنین کے خیر خواہ رہے ہیں اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے اور ان پر مہربان اور شفیق تھے اور ان کو نیکی کی دعوت دیتے تھے برائیوں سے روکتے تھے حالانکہ خدائے وحدہ لاشریک کی رضا اس کی ہدایت کے بغیر کوئی پا ہی نہیں سکتا اور اس

کی ناراضگی و غصہ سے کوئی نہیں بچ سکتا، مگر یہ کہ جس کے ساتھ اس کی رحمت کا تفضّل اور عظیم احسان ہو، ہم اپنے پروردگار سے اپنے لئے اور خاص و عام گروہ امت مسلمہ کیلئے مغفرت عام اور وسیع رحمت کا سوال کرتے ہیں، اور اے بھائی! آپ نے اپنی جلا وطنی و غربت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے میں اس کو (اچھی طرح) سمجھ گیا ہوں خدا کی قسم اے بھائی! اگر مال و دولت سے ان مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا تو بنا تامل میں اپنے مال کو بخوشی اس میں صرف کر دیتا تاکہ میں آپ کی تکالیف میں شریک ہو سکوں اور اگر بلاؤں میں سے نصف مجھ پر ڈال دی جاتیں تو ان لوگوں سے میں اس کا سوال ضرور کرتا لیکن یہ تمام امور ہم لوگوں کے لئے اتنے ہی ہیں جس قدر خدا کو منظور ہیں۔

اے برادر! ہمارے ساتھ ملکر پروردگار سے فریاد کرو کہ ہم اپنی خواہشات کو اسی کی طرف موڑ دیں بیشک عنقریب ہماری جانوں کو اذیت پہنچائی جائے گی اور بہت جلد ہمارے میوۂ زندگی کو ہمارے بدنوں کے درختوں سے جدا کر دیا جائیگا گویا میرا اور تمہارا بلاوا آ گیا ہے اور ہم اس پر لبیک کہہ رہے ہیں اور ہم کو ہمارے اعمال کے سامنے کھڑا کیا جانے والا ہے اسی وجہ سے ہم اپنی کارگذاریوں کی طرف دیکھنے کے محتاج ہونے والے ہیں۔ اے بھائی! جو تم سے نہ ہو سکا اس پر پشیمانی ظاہر نہ کرو اور جو مصیبتیں تم پر پڑی ہیں ان کا غم نہ کرو بلکہ اس میں بہتری ہی جانو، اور اللہ سے بہتر جزاء کے منتظر رہو

اے برادر! اس دنیا میں زندہ رہنے سے، میں اپنے اور تمہارے لئے موت کو بہتر جانتا ہوں فتنوں نے ہمیں پے در پے اس طرح گھیر لیا ہے جیسے سیاہ رات کے حصوں نے، اور فتنے اپنی سواریوں سے ایسی تیزی سے بڑھے ہیں جیسے ان کی نکیل کو ڈھیلا چھوڑ دیا گیا ہو، ان فتنوں میں تلواریں ایسی چمکیں کہ سوائے موت کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا اور جس

نے ان کو سمجھنے کی کوشش کی اور جوان سے ملتبس اور ملوث ہوا قتل کر دیا گیا قبایل عرب سے کوئی قبیلہ و شہر اور دیہات ایسا نہیں کہ جہاں یہ فتنے نہ پہنچے ہوں بس اس زمانے کے وہی لوگ جو حد سے تجاوز کر رہے ہیں وہی صاحب عزت اور طاقتور ہیں اور متقی حضرات ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، خدا پناہ دے ہمیں اس زمانے اور زمانے والوں سے.

میں ہرگز ہرگز اٹھتے بیٹھتے دن رات تمہیں دعاؤں میں نہیں بھولوں گا کیونکہ خداوند کریم فرماتا ہے اور وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا {ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین} غافر آیت ۶۰ / مجھ سے دعا کرو

میں اس کو قبول کروں گا اور جو لوگ میری اس عبادت (دعا) سے گریز کرتے ہیں عنقریب ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔

بس ہم خدا سے یہی چاہتے ہیں کہ اسکی عبادت کی وجہ سے تکبر سے باز رہیں اور اس کی اطاعت سے روگردانی نہ کریں اور خداوند عالم اپنی رحمت سے ہمیں بہت جلد کامیابی عطا کرے اور غموں سے نجات دے۔(۱)

والسلام

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ ۳۶۶-۳۶۸.

اور ایسا ذہن ہوگا تو دنیا کی ہر چیز بلکہ خود اپنی ذات بھی ہیچ نظر آئیگی اور یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام اس طرح کی قربانیوں سے لبریز ہے۔

شخصیت ابوذرؓ جو ہماری گفتگو کا اصلی محور ہے زمانۂ جاہلیت میں جس طرح کی بہادری پسندیدہ تھی ابوذرؓ اس کے بھی سرخیل تھے جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے۔

جب ابوذرؓ اسلام لائے تو اسلام کی قوت و طاقت میں ابوذرؓ کی قوت وشجاعت سے اور اضافہ ہوگیا اور اسلام کی قوت اتنی بڑھی جس کے حدود کو درک نہیں کیا جا سکتا ابتدا ہی سے ابوذرؓ اسلام کے بہترین گھوڑ سواروں اور عظیم بہادروں میں سے ایک تھے۔

ایک مرتبہ نبیؐ سے ابوذرؓ نے کہا: میں اپنے اہل وعیال میں واپس جا رہا ہوں اور منتظر رہوں گا کہ کب مجھے جنگ کا حکم ملے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں ، میں دیکھ رہا ہوں آپ کی قوم آپ پر مختلف اطراف سے حملہ آور ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا تم نے صحیح کہا۔

ابوذرؓ رسول اللہؐ سے رخصت ہو کر چلے تو مدینہ و مکہ کے درمیان مقام ثنیہ غزال پر رک گئے اور راہ گیروں میں کسی نہ کسی بہانے تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ رسولؐ نے ہجرت فرمائی۔

تنہا سفر اور تنہائی کی موت

جب نبیؐ نے شام سے ''تبوک'' کا قصد کیا تا کہ روم سے جنگ کریں اس وقت گرمی اپنے شباب پر تھی اور دشمن گروہ اور عدد دونوں لحاظ سے بہت زیادہ طاقتور تھا یہی سبب تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت (ڈر وخوف یا عاجزی وخواری) کی بناء پر منحرف ہو گئی اور جہاد کی خلاف ورزی کی۔

لیکن باقی مسلمانوں نے تمام تر اعتماد اور شجاعت کے ساتھ اپنی پرانی سیرت کی اتباع کی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ رومی جزیہ دینے کے بعد صلح پر تیار ہو گئے۔

خداوند عالم نے ان کے سرداروں اور رہبروں کے دلوں میں ہیبت بٹھادی جب انہوں نے مسلمانوں کی ان جنگوں کے بارے میں سنا جن میں انہوں نے قلیل ہونے کے باوجود زبردست کامیابیاں حاصل کی تھیں اور جب انہوں نے اسلامی فوج کی بہادری اور اسلام کے دفاع کے سلسلے میں ایسے طالبان موت کے بارے میں سنا کہ جن کا مطمع نظر یہ تھا کہ ہر حال میں جنت ہے چاہے وہ قتل کریں یا قتل ہو جائیں اسی وجہ سے انہوں نے جنگ سے قدم کھینچنا پسند نہ کیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے اس علاقہ کے ایک سردار یوحنا بن رؤبہ کی طرف اپنا پیغام بھیجا جس میں اس کو لکھا کہ اسلام قبول کرلو یا جزیہ ادا کرو تو وہ اپنے ساتھ تحائف لیکر اطاعت کا اعلان کرتے ہوئے نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، پیغمبر اکرمؐ نے جس طرح دوسرے قبیلوں سے صلح کی تھی اسی طرح اس سے بھی ہر سال کے عوض تین سو دینار جزیہ پر صلح کرلی اور بطور ضمانت نبیؐ نے شروط لکھے کہ مسلمانوں کا حق محفوظ رہے گا اور اس

علاقہ میں وہ اپنے مال و اسباب کے ساتھ امن وامان سے آجا سکتے ہیں اور نبیؐ نے اس علاقہ کے لوگوں کے عقائد کی آزادی اور اپنے پڑوسی مسلمانوں کے ساتھ چین وسکون کی زندگی کی ضمانت لی۔

اس جنگ میں ابوذرؓ کا اونٹ پیچھے رہ گیا تھا تو انہوں نے اپنے اونٹ کا علاج کیا تاکہ صحت یاب ہو جائے لیکن جب وہ صحت یاب نہ ہو سکا تو آپ نے اپنا سامان سفر اس کی پیٹھ سے اتار کر اپنی پشت پر رکھا اور اپنا سفر پیدل ہی طے کیا۔

لوگوں نے دیکھا تو کہا: یارسول اللہ (ص)! یہ ایک آدمی راستے پر تنہا آرہا ہے.

رسولؐ نے فرمایا: ابوذرؓ ہوں گے.

لوگوں نے جب غور سے دیکھا تو کہا ''ہاں'' وہ ابوذرؓ ہی ہیں.

رسولؐ نے فرمایا اللہ ابوذرؓ پر رحم کرے تنہا چلتے ہیں اور تنہا ہی مریں گے اور تنہا ہی روز قیامت اٹھائے جائیں گے اور مؤمنین کی ایک جماعت ان کی آخری رسومات انجام دے گی۔

اور جب حضرت عثمان نے ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہاں ان کی موت واقع ہوئی تو ان کے پاس سوائے ان کی بیوی اور بیٹے کے کوئی نہ تھا۔(۱)

(۱) کامل ج ۲/ص ۲۸۰.

حالت احتضار

ام ذر ابوذرؓ کی بیوی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جب ابوذرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں روئی اس پر ابوذرؓ نے کہا کیوں روتی ہو؟

میں نے جواب دیا کیوں نہ روؤں حالانکہ تم اس وسیع بیابان میں مرنے والے ہو اور میرے پاس اتنا بھی کپڑا نہیں جو تمہارے اور میرے کفن کے لئے پورا ہو سکے اور نہ کوئی ایسا ذریعہ ہی جس سے تمہاری آخری رسومات ادا ہو سکیں۔

ابوذرؓ نے فرمایا تمہیں رونا نہیں بلکہ خوش ہونا چاہئے میں نے رسول (ص) کو کہتے سنا ہے دو مسلمان مرد و عورت کے دو یتیم بچے نہیں مرتے مگر یہ کہ وہ ان پر صبر اور قناعت کرتے ہیں تو وہ جہنم کبھی نہیں دیکھیں گے اور ہمارے تو تین بچے مرے ہیں۔

میں نے رسول اللہ (ص) کو ایک گروہ کیلئے (جس میں، میں بھی شامل تھا) یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی ایسا بھی ہے جس کی موت بیابان میں ہو گی اور مؤمنین کی ایک جماعت اس کی آخری رسومات ادا کرے گی اور اس گروہ میں سے کوئی ایسا نہیں گزرا مگر یہ کہ یا تو اس نے کسی دیہات یا کسی جماعت میں موت نہ پائی ہو اور میرے سوا کوئی نہ بچا اور میں مرنے کے لئے بیابان میں پہنچ چکا ہوں میں ہی وہ آدمی ہوں، خدا کی قسم! میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی میری طرف جھوٹ کی نسبت دی گئی ہے ذرا راستے پر تو دیکھو؟ (۱)

میں نے کہا کہاں دیکھوں؟ حجاج واپس جا چکے ہیں اور راستے بند ہو چکے ہیں۔

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ ۳۶۸۔

ابوذرؓ نے کہا تم جاؤ اور غور سے دیکھو.

ام ذر کہتی ہیں کہ میں تیزی سے دوڑ کر ٹیلے پر جاتی اور دیکھتی اور پھر واپس ابوذرؓ کے پاس آتی اور ان کی تیمارداری کرتی، یہی سلسلہ جاری تھا کہ میں نے دیکھا کہ کچھ آدمی سواریوں پر چلے آرہے ہیں وہ لوگ تیزی سے چل کر میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے کہا اے کنیز خدا تم کیا چاہتی ہو؟

میں نے کہا: ایک مرد مسلمان مرگیا ہے اس کو کفن دے کر ثواب حاصل کرو.(۱)

انہوں نے کہا: وہ کون شخص ہے؟

میں نے کہا: ابوذرؓ.

انہوں نے کہا: رسول اللہ (ص) کے صحابی؟

میں نے کہا: ہاں

اس کے بعد ام ذر فرماتی ہیں کہ انہوں نے کہا ابوذرؓ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں پھر انہوں نے چابکوں کو اونٹوں کی گردنوں میں لٹکایا اور تیزی سے قدم اٹھا کر ابوذرؓ کے پاس پہنچے......الخ(۲)

کشی کی روایت میں جلام ابن ذر (جو کہ رسولؐ کے صحابی تھے) سے مذکور ہے کہ ابوذرؓ اپنی موت تک ربذہ ہی میں رہے اور جب ان کا وقت احتضار آیا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا اپنی بکریوں میں سے ایک بکری ذبح کرو اور اس کو پکاؤ اور جب وہ پک جائے تو راہ میں کسی بلند جگہ پر بیٹھ جانا جیسے ہی سواروں کو آتے دیکھو تو ان سے کہنا اے

---

(۱) اعیان الشیعہ

(۲) استیعاب، اصابہ کا حاشیہ ج۱/ص ۲۱۴-۲۱۶.

بندگان خدا! یہ ابوذرؓ رسول اللہ (ص) کے صحابی ہیں جنہوں نے قضا کی اور اپنے رب سے ملاقات کی، ان کی تجہیز میں میری مدد کرو اور قبر میں چھپاؤ. ابوذرؓ نے مجھ سے بتایا کہ رسول اللہ (ص) نے مجھے خبر دی ہے کہ میں اجنبی زمین پر مروں گا اور میرا غسل و کفن و تدفین اور نماز کوامت کے کچھ مرد صالح انجام دیں گے۔

محمد ابن علقمہ ابن اسود نخعی کہتے ہیں میں حج کے ارادے سے ایک قافلے کے ساتھ نکلا جس میں مالک ابن حارث اشتر، عبد اللہ ابن فضل تیمی، رفعہ ابن شداد بجلی بھی تھے جب ہم ربذہ پہنچے تو دیکھا کہ سر راہ ایک ٹیلے پر ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے اور کہہ رہی ہے.

اے بندگان خدا! یہ صحابی رسولؐ ابوذرؓ ہیں جو حالت غربت میں موت سے ہمکنار ہوئے اور کوئی ایسا نہیں جو ان کی تجہیز میں میری مدد کرے۔

ہم لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور خدا نے جو ہمارے لئے پیش کیا اس پر ہم نے خدا کی حمد کی اور اس عظیم مصیبت پر کلمہ استرجاع {انا للہ و انا الیہ راجعون} پڑھا اس کے بعد آگے بڑھے اور تجہیز امور میت انجام دینے میں مصروف ہو گئے ان کے کفن میں ہم سب نے برابر کا حصہ لیا اور غسل میں مدد کی، اس سے فارغ ہونے کے بعد مالک اشتر آگے بڑھے اور نماز میت باجماعت پڑھائی پھر ہم نے ان کو دفن کر دیا۔

دفن کرنے کے بعد مالک اشتر ان کی قبر پر کھڑے ہوئے اور کہا اے پروردگار! یہ ابوذرؓ صحابی رسول اللہ (ص) تیرا بندہ عابدوں میں سے تھا جس نے تیری خوشنودی کیلئے مشرکین سے جہاد کیا اور کبھی تیری سنت میں کوئی تبدل و تغیر نہیں کیا، لیکن ''ہاں'' جب تیری سنت کو تبدیل ہوتے دیکھا تو دل و زبان سے اس کا انکار کیا یہاں تک کہ جفائیں،

جلاوطنی، محرومیت وحقارت جیسی مصیبتیں اٹھا کر حالت غربت میں مر گیا. اے پروردگار! ہلاک کر اس کو جس نے انہیں انکے حق سے محروم رکھا اور ہجرت والی جگہ حرم رسولؐ سے جلا وطن کیا۔

ہم سب نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیئے اور ''آمین'' کہا.

ام ذر نے جو بکری پکائی تھی وہ ہمارے سامنے پیش کی اور کہا میں تمہیں قسم دیتی ہوں کہ تم یہ جگہ اسے کھائے بغیر نہیں چھوڑو گے ہم نے اسے کھایا پھر وہاں سے کوچ کیا۔(۱)

(۱) اعیان الشیعہ/ ۴/ ۲۷-۳-۴ نقلا عن الدرجات الرفیعہ

ایک اور روایت

علی ابن ابراہیم کی تفسیر میں غزوۂ تبوک والی خبر کے تتمہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت عثمان نے ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا اس وقت آپ کے پاس کچھ بھیڑیں تھیں جو ان کا اور ان کے عیال کا ذریعہ معاش تھیں جانوروں کا ایک مرض پھیلا جس کی وجہ سے تمام بھیڑیں مر گئیں اور ان کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ رہا جب ابوذرؓ اور ان کی بیٹی کو کھانے کی حاجت ہوئی تو ان کی بیٹی کہتی ہے۔

جب ہم نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا اور بھوک نے ہمیں ستایا تو میرے والد نے مجھ سے کہا چلو میرے ساتھ ریت کی طرف چلو وہاں وہ گھاس دیکھتے ہیں جس میں دانے ہوتے ہیں (تاکہ کھانے کی کچھ سبیل ہو سکے) ہم ریت کی طرف گئے لیکن کچھ ہاتھ نہ لگا میرے والد نے کچھ ریت جمع کی اور اس پر اپنا سر رکھا تبھی میں کیا دیکھتی ہوں کہ ان کی آنکھیں پلٹ رہی ہیں یہ دیکھ کر میں نے روتے ہوئے کہا اے بابا! میں تو اکیلی ہوں اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں کیا کروں گی؟

ابوذرؓ نے کہا اے میری بیٹی! گھبراؤ نہیں اگر میں مر گیا تو تمہارے پاس عراق کے رہنے والے کچھ لوگ آئیں گے وہ میری آخری رسوم انجام دیں گے میرے حبیب رسولؐ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر مجھے خبر دی تھی کہ ابوذرؓ! تم تنہا رہو گے اور تنہا ہی مرو گے اور تنہا ہی جنت میں داخل کئے جاؤ گے اور تمہارے سبب کچھ عراق کے رہنے والے سعادت پائیں گے وہ تمہارے غسل و کفن و دفن کے امور انجام دیں گے .اگر میں

مر جاؤں تو مجھ پر چادر ڈال دینا اس کے بعد عراق کے راستے پر جا کر بیٹھ جانا اور جب سوار آئیں تو ان سے کہنا.

یہ ابوذرؓ صحابی رسولؐ ہیں جو اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں. ابوذرؓ کی بیٹی کہتی ہے کہ اسی اثناء میں ربذہ کے رہنے والے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے اور کہا اے ابوذرؓ! تمہیں کس سے شکایت ہے؟ بابا نے کہا اپنے گناہوں سے.

لوگوں نے کہا: کیا چاہتے ہو؟

بابا نے جواب دیا: اپنے رب کی رحمت.

لوگوں نے کہا: کیا تمہارے لئے طبیب کا انتظام کریں؟

بابا نے کہا: طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے.

نیز ابوذرؓ کی بیٹی کہتی ہے جب میرے والد نے ملک الموت کو دیکھا تو فرمایا خوش آمدید کہتا ہوں اس دوست کو جو ایسے وقت آیا جب اس کی بڑی حاجت تھی وہ شخص فلاح و بہبودی نہیں پا سکتا جو تمہیں دیکھ کر نادم و پریشان ہو خداوندا! مجھ کو اس کے ذریعہ اپنے جوار رحمت میں پہنچا دے میں تیرے حق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ تیری ملاقات کا متمنی رہا ہوں۔

ابوذرؓ کی بیٹی کہتی ہے جب میرے والد اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو میں نے ان پر چادر ڈالی اور عراق کے راستے پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگی اسی اثنا میں ایک گروہ آیا اور میں نے اس سے کہا اے گروہ مسلمان! یہ صحابیٔ رسول اللہ ابوذرؓ ہیں جو دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں۔

وہ اپنی سواریوں سے اترتے جاتے ہیں اور روتے جاتے ہیں یہاں تک کہ میرے بابا کے پاس پہنچے انہوں نے غسل دیا کفن پہنایا دفن کیا ان لوگوں میں مالک اشتر بھی تھے۔

روایت کی گئی ہے کہ مالک اشتر نے فرمایا میرے پاس ایک حلہ تھا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی میں نے ان کو وہ حلہ پہنا کر دفن کر دیا۔(۱)

(۱) اعیان الشیعہ/ ۲/۷۳-۳۷۳

فضائل ابوذرؓ رسولؐ کی زبان پر

یہاں ہم آپ کے لئے ابوذرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی شان میں زبان رسولؐ سے نکلے ہوئے وہ بے بہا دُر بیان کرتے ہیں کہ جو صفات ان میں جمع تھیں یا رسول اللہ (ص) نے ان کو یہ شان بخشی تھی کیونکہ وہ اس کے لائق اور اہل تھے اسناد کو ذکر کئے بنا ہم یہاں فقط روایات پر ہی اقتصار کریں گے۔

رسول اللہ (ص) نے فرمایا نیلگوں آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین گرد آلود نے کسی کا بار نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا اور وفادار ہو وہ شبیہ عیسیٰ ابن مریمؑ ہیں۔

دوسرے نسخہ میں اس طرح ہے' نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا اور نہ زمین ہی نے کسی کا بار اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ صادق ہو، اور جو عیسی ابن مریمؑ کے زہد کو دیکھنا چاہے وہ ابوذرؓ کو دیکھ لے۔

جو عیسیٰ ابن مریمؑ کی نیکیوں اور صداقت و عظمت کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ابوذرؓ کو دیکھ لے اور ابوذرؓ عبادت میں عیسیٰ ابن مریمؑ سے آگے ہیں۔

خدا رحم کرے ابوذرؓ پر جو تنہا چلتے ہیں تنہائی کی موت مریں گے اور تنہا ہی مبعوث کئے جائیں گے۔

اللہ عز و جل نے مجھے چار حضرات کی محبت کا حکم دیا اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے. علیؑ ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ۔

ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے ابوذرؓ! اگر تم گھٹیا اور رذیل لوگوں کے درمیان پھنس گئے اور انہوں نے تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا تو تم کیا کرو گے؟

عبادت ابوذرؓ قبل از اسلام

عبداللہ ابن صامت کہتے ہیں کہ ابوذرؓ نے مجھ سے فرمایا: اے بھتیجے رسول اللہؐ کی ملاقات سے قبل میں تین سال تک عبادت کرتا رہا ہوں.

عبداللہ ابن صامت: کس کی؟

ابوذرؓ: اللہ کی.

عبداللہ ابن صامت: کس طرف متوجہ ہو کر؟

ابوذرؓ: جس طرف میرے پروردگار نے مجھے موڑا، عشاء کے وقت سے رات کے آخری حصہ تک عبادت کیا کرتا تھا اس کے بعد اس طرح لیٹ جاتا تھا جیسے کہ سفید چادر پڑی ہو یہاں تک کہ سورج چڑھ جاتا تھا۔(۱)

آپ کی عبادت اکثر تفکر اور عبرت آموزی پر مشتمل تھی.(۲)

ابن سعد طبقات کبریٰ میں راقم ہیں کہ ابوذرؓ زمانۂ جاہلیت میں بھی اصنام کی عبادت نہ کر کے اللہ کی عبادت کرتے تھے اور لا الـہ الا الـلـہ کہتے تھے، بعثت رسولؐ کے بعد مکہ کے ایک شخص کا گزر ابوذرؓ کی طرف سے ہوا اسنے کہا اے ابوذرؓ! مکہ میں ایک شخص ہے وہ بھی تمہاری طرح لا اللہ الا اللہ کہتا ہے اور خود کو اللہ کا نبی بتاتا ہے۔(۳)

---

(۱) صحیح مسلم ج ۴/ص ۱۹۲۰/ باب ۲۸ فضائل صحابہ.

(۲) خصال ص ۴۲.

(۳) غدیر ج ۸/ص ۳۰۸.

ابوذرؓ: یارسول اللہ (ص) آپ ہی حکم فرمائیے۔

رسولؐ: صبر کرنا، صبر کرنا، صبر کرنا...... لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا اور عمل میں ان سے الگ رہنا۔

نیز ابوذرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسولؐ کے ساتھ کھڑا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابوذرؓ! تم مرد صالح ہو عنقریب میرے بعد تمہیں مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑیگا۔ میں نے کہا راہ خدا میں؟ رسولؐ نے فرمایا بیشک، میں نے کہا تو میں خدا کے حکم کو بر سر چشم تسلیم کروں گا۔

ابوذرؓ سے ہی مروی ہے کہتے ہیں نبیؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ! جب تم پر حاکم مسلط ہونگے اور مال مسلمین پر اپنا قبضہ جمائیں گے تو تم کیا کرو گے؟ ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں اپنی تلوار سونت کر اس وقت تک لڑوں گا جب تک آپ کی خدمت میں نہ پہنچ جاؤں۔(۱)

---

(۱) یہ تمام احادیث مستدرک ج ۳/ص ۳۴۲، ۳۴۳ اور غدیر ج ۸/ص ۳۱۲-۳۱۶ سے نقل کی گئیں ہیں۔

استفتاء

ابوذرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ جب رسولؐ اس جگہ تنہا بیٹھے ہوئے تھے جہاں وہ لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے میں نے تنہائی کو غنیمت جانا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا.

رسولؐ نے فرمایا: اے ابوذرؓ! تحیۃ مسجد کی نماز ہے.

میں نے کہا: کتنی رکعت ہے؟

رسولؐ: دو رکعت، ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اسکے بعد ان کی طرف متوجہ ہوا.

میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! خدا کے نزدیک محبوب ترین عمل کون سا ہے؟

رسولؐ: اللہ پر ایمان رکھنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا.

میں نے کہا: اے خدا کے رسولؐ! کس مؤمن کا ایمان کامل ہے؟

رسولؐ: جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں.

میں نے کہا: کون سی ہجرت سب سے بہتر ہے؟

رسولؐ: شر کی ہجرت سے ہر ہجرت بہتر ہے.

میں نے کہا: کون سی رات افضل ہے؟

رسولؐ: گزری ہوئی رات کا درمیانی حصہ.

میں نے کہا: کون سی نماز سب سے بہتر ہے؟

رسولؐ: جس کا قنوت طویل ہو۔

میں نے کہا: کون سا صدقہ بہتر ہے؟

رسولؐ: جو فقیر کو اپنے پاس کم ہونے کے باوجود اپنی حسب استطاعت خاموشی سے دیا ہو۔

میں نے کہا: کون سا روزہ افضل ہے؟

رسولؐ: ایسا روزہ جو اس کے فرض کو پورا کردے، خدا کے نزدیک کئی گنا ہے۔

میں نے کہا: کون سا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟

رسولؐ: جو سب سے زیادہ مہنگا ہو اور اس کے اہل کو اس کی ضرورت ہو۔

میں نے کہا: کون سا جہاد افضل ہے؟

رسولؐ: جس جنگجو کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئی ہوں اور اس کا خون بہا دیا گیا لیکن اس کے باوجود وہ جہاد میں مصروف ہو۔

میں نے کہا: کون سی آیت جو آپ پر نازل ہوئی سب سے افضل ہے؟

رسولؐ: آیت الکرسی، اس کے بعد فرماتے ہیں اے ابوذرؓ! سات آسمانوں کو کرسی پر فضیلت نہیں ہے مگر اتنی کہ جیسے بیابان میں ایک حلقہ پڑا ہوا ہو اور عرش کو کرسی پر وہی فضیلت حاصل جو بیابان کو اس حلقہ پر۔

میں نے کہا: یا رسول! انبیاء اللہ کل کتنے ہیں؟

رسولؐ: ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰)

میں نے کہا: ان انبیاء میں مرسل کتنے ہیں؟

رسولؐ: تین سو تیرہ زیادہ برکت والے تھے۔

میں نے کہا: سب سے پہلے نبیؑ کون تھے؟

رسولؐ: آدم علیہ السلام.

میں نے کہا: کیا آدمؑ رسول بھی تھے؟

رسولؐ: ہاں، خدا نے ان کو اپنے دست قدرت سے خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اسکے بعد فرماتے ہیں .اے ابوذرؓ! چار نبی سریانی تھے آدمؑ، شیثؑ، نوح، اخلوق (ادریس) انہوں نے ہی سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا تھا اور چار نبی عرب سے تھے ہود، صالح، شعیب اور تمہارے نبی (حضرت محمد مصطفیٰؐ) بنی اسرائیل سے پہلے نبی جناب موسیٰؑ اور آخری نبی عیسیٰؑ، ان دونوں کے درمیان چھ سو انبیاء ہوئے.

میں نے کہا: یارسول اللہ! خدا نے کتنی کتابیں نازل کی ہیں؟

رسولؐ: ایک سو چار کتابیں، خدا نے جناب شیث پر پچاس اور ادریس پر تیس اور جناب ابراہیم پر بیس صحیفے نازل کئے اور خدا نے توریت، انجیل، زبور اور قرآن جیسی کتابیں نازل کیں.

میں نے کہا: ابراہیمؑ کے صحیفے کس نوعیت کے تھے؟

رسولؐ: سب کے سب امثال تھے اور ان میں لکھا تھا اے مسلط اور غرور میں مبتلا حاکم میں نے تجھے دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر دنیا کے جمع کرنے میں لگ جاؤ بلکہ میں نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے کہ تم مظلوم کی آواز پر لبیک کہو، میں کسی کو مایوس

نہیں کرتا' چاہے وہ کافر و فاجر ہی کیوں نہ ہو اپنے کفر و فجور کا وہ خود ذمہ دار ہے اور ان صحف میں تھا عاقل (جس نے اپنے نفس کو اپنی عقل پر غالب نہ آنے دیا ہو) کے پاس چند گھنٹے ہوتے ہیں ان میں اسکی ذمہ داری یہ ہے کہ انکا کچھ حصہ خدا سے مناجات، اور کچھ حصہ اللہ کی بنائی ہوئی اشیاء میں غور وفکر اور کچھ حصہ اپنے اعمال سابقہ کے محاسبہ میں صرف کرے کہ آگے کیلئے اس نے کچھ بھیجا ہے کہ نہیں؟ اور کچھ حصہ رزق حلال کی جستجو کیلئے بچائے رکھے جس سے اس کی کھانے و پینے کی حلال حاجات پوری ہوسکیں وقت کا یہی حصہ ان دوسرے حصوں کے تحقق کیلئے مددگار ثابت ہوتا ہے اور کثرت سے دلوں کو جمع کرتا ہے اور اس کی شخصیت دوسروں کے دلوں میں گھر کرتی ہے، عاقل کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ تین چیزوں کا طالب رہے (۱) آخرت کے لئے زادراہ میں لگا رہے (۲) حالات معاشرہ درست کرے (۳) غیر محرم (حلال) سے لذت حاصل کرے، اور عاقل کیلئے ضروری ہے کہ اپنے دور کو دیکھے اور اس کے ساتھ اسی طرح چلے جس طرح زمانہ چل رہا ہے، اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور جس نے اپنے کلام کو اپنے عمل کے مطابق رکھا تو اس کا کلام قلیل ہوگا سوائے اس کے کہ جو اس کا مقصود ہے.

میں نے کہا: صحف موسیٰ کیسے تھے؟

رسولؐ: تمام اعتباری تھے. تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جو جہنم کا یقین رکھنے

کے باوجود ہنستا ہے، اور تعجب ہوتا ہے اس پر جو موت کا یقین رکھنے کے باوجود خوش ہوتا ہے، اور تعجب ہوتا ہے اس پر جس نے دنیا اور اس میں رہنے والوں کو ایک حال سے دوسرے حال میں بصیرت کی نگاہ سے تبدیل ہوتے دیکھا ہو اس کے باوجود اس پر مطمئن ہو، اور تعجب ہوتا ہے اس پر جو یقین رکھتا ہے اس پر کہ روز قیامت نیکیاں ہی کام آنے والی ہیں پھر بھی ان کو عمل میں نہیں لاتا۔

میں نے کہا: صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ میں جو اللہ نے ذکر کیا ہے کیا ہمارے لئے بھی ہے جو آپ پر نازل کیا ہو؟

رسولؐ: اے ابوذرؓ پڑھو {قد افلح من تزکی، و ذکر اسم ربہ فصلی بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا. والآخرۃ خیر و ابقی ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم و موسیٰ} اعلیٰ/آیت ۱۴-۱۹. مذکورہ پہلی چار آیات سابقہ صحیفوں اور صحف ابراہیمؑ و صحف موسیٰ میں تھیں اور قرآن میں بھی ہیں۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ (ص) مجھے وصیت کیجئے؟

رسولؐ: میں تمہیں تقوی الٰہی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارے ہر امر کی بنیاد ہے۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ (ص) کچھ اور وصیت کیجئے؟

رسولؐ: تمہیں قرآن کی تلاوت اور کثرت سے ذکر خدا کرنا چاہئے یہی آسمان پر تمہارے ذکر اور زمین پر تمہارے لئے بصیرت کا سبب بن جائیگا۔

میں نے کہا: یارسول اللہ (ص)! اضافہ کیجئے؟

رسولؐ: تمہارے لئے جہاد ضروری ہے یہ میری امت کا عظیم مرتبہ ہے.

میں نے کہا: یارسول اللہ (ص)! اضافہ کیجئے؟

رسولؐ: تمہیں خاموش رہنا چاہئے مگر اچھائی بیان کرنے کیلئے نہیں، تمہارا سکوت شیطان کو تم سے دور رکھے گا تمہارا سکوت تمہارے دین کے معاملے میں معاون و مددگار ثابت ہوگا.

میں نے کہا: یارسول اللہ (ص)! کچھ اور اضافہ فرمائیں؟

رسولؐ: زیادہ ہنسنے سے بچو یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کے نور کو معدوم.

میں نے کہا: یارسول اللہ (ص)! کچھ اور اضافہ فرمائیں؟

رسولؐ: اپنے سے کمزور کو دیکھو اور قوی کو نہ دیکھو، یہی چیز تمہارے لئے مناسب رہے گی اور اسی کی وجہ سے تم خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو حقیر نہ جانو گے.

میں نے کہا: یارسول اللہ (ص)! کچھ اور بیان فرمائیں؟

رسولؐ: اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحم کرو اگرچہ وہ تم سے ناطہ ہی کیوں نہ توڑیں، مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے ساتھ کثرت سے بیٹھو.

میں نے کہا: یارسول اللہ (ص)! اضافہ کیجئے؟

رسولؐ: حق کہو اگر تلخ ہی کیوں نہ ہو.

میں نے کہا: یارسول اللہ (ص)! اضافہ کیجئے؟

رسولؐ: راہ خدا میں بولنے سے کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش سے نہ ڈرو.

میں نے کہا: یارسول اللہ(ص)! کچھ اور اضافہ کیجئے؟

رسولؐ: جو برائی تم اپنے میں دیکھتے ہو وہ دوسروں میں تلاش مت کرو اور جو برائی وہ کریں تم انکو دیکھ کر اپنے گناہوں کو دیکھو، اگر ایسا ہوا تو لوگوں میں بہتری ہی دیکھو گے. اسکے بعد اپنے سینے پر ہاتھ مار کر فرماتے ہیں اے ابوذرؓ! اگر عقل کے ساتھ تدبر نہیں تو وہ عقل کیا، اور اگر تقویٰ نہیں تو دنیا سے بچنا کیسا اور اگر حسن اخلاق نہیں تو وہ حسب کیسا۔(۱)

(۱) تنبیہ الخواطر ج ۲ / ۳۱۴ سے ۳۱۶ تک اور معانی الاخبار ص ۳۳۳ سے ۳۳۵ تک.

علم ابوذرؓ

ہم یہاں پر صرف اسی پر اکتفاء کریں گے جو ابوذرؓ کے علم کے متعلق کہا گیا اور لکھا گیا ہے اس سے ابوذرؓ کے علم کی وہ واضح تصویر سامنے آئیگی کہ کس علم وفضل سے یہ جلیل القدر صحابی بہرہ اندوز تھے۔

امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں ابوذرؓ نے وہ علم جمع کیا تھا جس سے لوگ عاجز رہے اور اپنے دین کے سلسلہ میں اشتیاق وحرص رکھتے تھے حصول علم میں بھی حریص تھے، آپ بہت زیادہ سوال کیا کرتے تھے تو آپ کو کچھ کا جواب دیا جاتا اور کچھ سے منع کردیا جاتا اور انکے ظرف علم کو اتنا بھرا گیا کہ پُر ہو گیا۔

ابونعیم کتاب حلیہ میں فرماتے ہیں ابوذرؓ ہی وہ تھے کہ جس نے علم بقاء اور فنا کے سلسلے میں پہلی مرتبہ زبان کھولی اور مشقتوں و تکان کی کبھی پروا نہیں کی وعدوں اور وصیتوں کو پورا کیا، مصیبتوں اور پریشانیوں پر صبر کیا اور خدمت رسولؐ انجام دی، اصول کو سیکھا اور فضول باتوں سے دور رہے۔

کتاب اصابہ میں ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابوذرؓ علم میں ابن مسعود کے برابر تھے۔(۱)

کتاب فنون اسلام میں مذکور ہے کہ اصحاب شیعہ جنہوں نے ایک ہی باب میں ایک طرح اور ایک ہی عنوان کی حدیثوں کو جمع کیا وہ ابوعبداللہ سلمان فارسیؓ، و ابوذر غفاریؓ ہیں۔

رشید الدین ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب (معالم علماء شیعہ) میں اس پر نص

(۱) غدیر ج ۸ / ص ۳۱۱-۳۱۲۔

بیان کی ہے اور شیعوں کے بزرگ عالم دین شیخ ابو جعفر طوسی اور ابو عباس نجاشی نے اپنی کتابوں کی فہرست میں شیعہ مصنفوں کے ناموں میں ابوعبداللہ سلمان فارسیؓ اور جناب ابوذر غفاریؓ کی تصانیف کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں عالموں نے اپنی اسناد کو سلمان فارسیؓ و ابوذر غفاریؓ کی کتابوں کی روایتوں سے ملایا ہے۔

سلمان فارسی کی کتاب (کتاب حدیث جاثلیق) ہے اور ابوذرؓ کی کتاب کا نام (کتاب کالخطبہ) ہے جس میں انہوں نے رسولؐ کے بعد جو امور واقع ہوئے ان کی تشریح کی ہے۔(۱)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابوذرؓ اور حضرت عثمان کے درمیان زکات کے ایک مسئلہ پر نزاع ہوا رسول اللہ(ص) کے پاس دونوں فیصلے کے لئے گئے تو رسولؐ نے ابوذرؓ کی موافقت میں حکم سنایا۔(۲)

---

(۱) الشیعہ وفنون الاسلام/۳۱۔

(۲) رجال بحر العلوم ج ۲/ص ۱۵۱۔

اسلام ابوذر (رضوان اللہ تعالی علیہ)

مکہ میں پیغمبر اکرمؐ کے ظہور اور لوگوں کو دعوت اسلام کی خبر جب ابوذرؓ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے ان کی باتیں سننے کا ارادہ کیا لیکن پہلے اپنے بھائی انیس کو حقیقت حال معلوم کرنے کیلیئے یہ کہہ کر مکہ روانہ کیا کہ اس شخص کے بارے میں معلوم کرو جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے پیغام آتے ہیں اس کے کلام کو سنو اور مجھے بتاؤ۔

انیس چلے اور مکہ پہنچے کلام کو سنا، اس کے بعد ابوذرؓ کے پاس واپس آ کر اس طرح بیان کیا وہ شخص نیکی کی دعوت دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے میں نے اس کے کلام کو سنا وہ اشعار نہیں ہیں۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا: جیسا میں نے سوچا تھا تم نے اس طرح میرے دل کو مطمئن نہیں کیا لہذا ابوذرؓ نے کچھ زاد سفر ساتھ لیا اور پرانی مشک کو پانی سے بھرا اور مکہ پہنچ گئے مسجد میں داخل ہوئے نبیؐ سے ملے لیکن پہچان نہ سکے اور کسی سے ان کے بارے میں سوال کرنے کو بہتر نہ سمجھا یہاں تک کہ رات ہوگئی اور کسی جگہ پہلو کے بل لیٹ گئے پس علی ابن ابی طالبؑ نے ان کو دیکھا اور ان سے کہا آپ پردیسی معلوم ہوتے ہیں؟

ابوذرؓ نے کہا: ہاں

علیؑ نے کہا: پھر میرے گھر چلیئے

ابوذرؓ کہتے ہیں میں ان کے ساتھ چل پڑا، نہ وہ مجھ سے کوئی سوال کر رہے تھے اور نہ میں نے ان سے کچھ معلوم کیا جب دوسرا دن آیا میں مسجد کی طرف پلٹ آیا تمام

زہد و عبادت ابوذرؓ

حضرت ابوذرؓ سے کتاب حلیۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو کبھی بھی اتنی کثرت سے اپنی بیویوں کے ساتھ پیر پھیلا کر نہیں لیٹتے اور اپنے بستروں پر اتنے سکون و آرام سے نہیں سوتے، اگر انسان کی خواہش پوری ہوا کرتی تو خدا کی قسم جس دن مجھے خلق کیا گیا تھا اس دن میری خواہش یہ ہوتی کہ مجھے انسان نہ بنا کر ایک ایسا درخت بنایا جاتا جس کے پتے جھاڑ لئے جاتے اور پھل کھا لئے جاتے ہیں۔

شیخ صدوق نے سند کے ساتھ کتاب خصال میں امام جعفر صادقؑ سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خوف خدا سے ابوذرؓ نے اس قدر گریہ کیا کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔

ابوذرؓ سے کہا گیا اے ابوذرؓ! اگر تم خدا سے اپنی بینائی کی شفایابی کیلئے دعا کرتے تو بہتر ہوتا، جناب ابوذرؓ نے فرمایا مجھے اس کی کوئی پروا نہیں اور میرا ہم و غم اس بینائی سے کہیں زیادہ ہے. لوگوں نے کہا پھر آپ کو کس چیز کا غم ہے جس نے آپ کو آنکھوں سے غافل کر دیا؟ جناب ابوذرؓ نے فرمایا دو عظیم چیزوں نے جہنم و جنت۔

ابوذؓر فرماتے ہیں اگر خدا نے کسی کو اس دنیا میں اچھا بدلہ دیا ہے تو مجھے بھی دیا ہے لیکن میں اس دنیا کی مذمت کرتا ہوں اور جو کی دو روٹیاں میرا قوت (خوراک) ہے ایک دو پہر اور ایک شام کو کھاتا ہوں اور دو کپڑے صوف کے رکھتا ہوں ایک کو بچھاتا ہوں اور ایک کو اوڑھتا ہوں۔

ایک دوسری روایت میں جناب ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ رسولؐ میں میری غذا کھجور تھی اور میں اپنی موت تک اس میں زیادتی نہیں کروں گا۔

عیسیٰ ابن عمیلہ فزاری کہتے ہیں کہ جنہوں نے ابوذرؓ سے ملاقات کی ہے انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ ابوذرؓ اپنی بھیڑوں کا دودھ دوہنے کے بعد اپنے استعمال کرنے سے پہلے پڑوسیوں اور مہمانوں کو دیا کرتے تھے میں نے ایک رات دیکھا کہ انہوں نے دودھ نکالا یہاں تک کہ بھیڑوں کے پستانوں میں تھوڑے سے دودھ کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا وہ دودھ انہوں نے تقسیم کردیا اور ان کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو ان کے پاس جو تھوڑی سی کھجوریں تھیں وہ پیش کیں، آپ معذرت کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے اگر میرے پاس اس سے عمدہ غذا ہوتی تو میں وہ بھی تمہارے سامنے پیش کرتا اور میں نے نہیں دیکھا کہ اس روز ابوذرؓ نے کوئی چیز چکھی بھی ہو۔

ابوذرؓ سے کہا گیا کیا تمہارے پاس زمین و جائداد نہیں ہے؟ جیسا کہ فلاں فلاں کے پاس ہے تو آپ نے فرمایا میں امیر بنکر کیا کروں گا؟ میرے لئے تو ہر روز ایک کاسہٗ آب یا دودھ کا ایک پیالہ اور جمعہ کے دن بنا سالن کے ایک روٹی کافی ہے۔

ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے فنا ہو جانے کیلئے پیدا ہوتے ہیں اور خراب ہو جانے کے لئے عمارتیں بناتے ہیں ختم ہونے والی چیز کی حفاظت کرتے ہیں اور باقی رہنے والی چیز کی پروانہیں کرتے، کیا طلب موت اور فقیری راہ خدا میں اچھی چیز نہیں ہے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے آکر ابوذرؓ کو خوش خبری دی کہ ان کی بھیڑ نے ایک بچہ دیا ہے جس سے ان کی بھیڑوں میں اضافہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا ان کی زیادتی سے خوش نہیں ہوتا اور نہ میں زیادتی کو دوست رکھتا ہوں جتنی بھی کم

ہوں کافی ہیں بس میری حاجت پوری کر سکیں اس زیادتی سے کیا فائدہ جو ذکر خدا سے غافل کر دے، کیونکہ میں نے رسولؐ کو کہتے سنا ہے کہ قیامت کے دن پل صراط کے دونوں طرف قرابت دار اور امانتیں ہونگی اور جب انسان اس پر سے گزرے گا تو اگر اپنے قرابتداروں سے صلہ رحم کیا ہوگا اور امانت کو اس کے اہل تک پہنچایا ہوگا تو وہ جہنم کی طرف نہیں بڑھے گا۔

موت کے وقت آپ سے کہا گیا اے ابوذرؓ! تمہارے پاس کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میرے اعمال. لوگوں نے کہا ہم سونا چاندی کے متعلق سوال کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا اگر ہماری صبح ہوگئی تو شام کی پروانہیں کی اور شام کو صبح کی پروانہیں کی. ہمارے پاس ایک صندوق ہے جس میں ہمارا بہترین سامان رکھا ہے اور میں نے اپنے حبیب رسولؐ سے سنا ہے کہ انسان کا وہ صندوق قبر ہے۔

کتاب حلیۃ الاولیاء میں حجر ابن سیرین سے مذکور ہے حارث (شام میں رہنے والا آدمی) تک یہ خبر پہنچی کہ ابوذرؓ کے حالات تنگ ہیں تو اس نے ان کے لئے تین سو دینار بھیجے تو آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ حارث کو میرے علاوہ کوئی خدا کا بندہ نہیں ملا جو مجھ سے زیادہ اس رقم کی حاجت رکھتا ہو، میں نے رسولؐ سے سنا ہے (اگر کوئی شخص اس حالت میں کہ اسکے پاس چالیس درہم ہوں سوال کرے تو گویا اس نے فقیری کا اعلان کیا) اور آل ابوذرؓ کے پاس تو چالیس درہم اور چالیس بکریاں ہیں۔(۱)☆

---

(۱) معجم رجال الحدیث ج ۴/ ۱۷۱.

☆ یہ تمام بیان کتاب اعیان الشیعہ سے نقل کیا گیا ہے.

ابوذرؓ کے بعض فضائل

امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا ایک مرتبہ ابوذرؓ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسوقت جبرئیل بھی رسولؐ کی خدمت میں موجود تھے جبرئیلؑ نے کہا یارسول اللہ (ص) یہ کون ہیں؟ رسولؐ نے فرمایا: ابوذرؓ.

جبرئیلؑ نے کہا: میں ان کو زمین سے زیادہ آسمان پر جانتا ہوں آپ ان سے ان کلمات کے متعلق دریافت کریں جو یہ صبح کے وقت بارگاہ الٰہی میں کہتے ہیں۔

فضائل ابوذرؓ میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب رسولؐ مدینہ سے غزوۂ ذات رقاع کے لئے نکلے تو جناب ابوذرؓ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا لیکن مؤرخین پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ پہلی شخصیت کے متعلق مؤرخین نے طبعی طور پر تذکرہ کیا ہے لیکن دوسری شخصیت کے متعلق (کہا گیا ہے) سے تعبیر کیا گیا ہے، حالانکہ ابن عبدالبر نے دعوی کیا ہے کہ حضرت عثمان ہی کو نائب بنایا تھا اور ان کے دعوے کے مطابق اس پر اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے، بطور دلیل انہوں نے بیان کیا ہے کہ ابوذرؓ اسلام لانے کے بعد اپنے قبیلے واہل میں واپس چلے گئے تھے اور بدر، احد، خندق جیسی جنگوں کے واقع ہونے کے بعد ابوذرؓ واپس مدینہ آئے، اور غزوۂ ذات رقاع خندق سے قبل واقع ہوا ہے، لیکن ان کا یہ استدلال مورد اعتراض ہے اس کے لئے ہم آپ کے سامنے چند امور پیش کرتے ہیں.

(۱) اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذرؓ جنگ خندق سے قبل مدینہ واپس آچکے تھے اور جب جناب سلمان فارسیؓ کو ہجری کے پہلے سال میں پروانہ آزادی ملا تھا تو آپ وہاں پر موجود تھے۔

(۲) ایک اور روایت بتاتی ہے کہ جب جناب سلمان فارسی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور آپ ایک عورت کے غلام تھے اور اس کے باغ کی رکھوالی کیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ رسولؐ علیؑ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عقیلؓ، حمزہؓ اور زید ابن حارثہ جناب سلمان فارسیؓ کے پاس باغ میں پہنچے حالانکہ سلمانؓ اس وقت تک ان سب کو جانتے بھی نہ تھے............ الخ، (باقی آنے والے صفحہ پر)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسولؐ نے کہا اے ابوذرؓ! صبح کے وقت تم بارگاہ خدا میں جو چند کلمات کہتے ہو وہ کیا ہیں؟

ابوذرؓ نے اذن لینے کے بعد کہا: اللھم انی اسئلک الایمان بک و التصدیق بنبیک ، و العافیۃ من جمیع البلایا و الشکر علی العافیۃ و الغنی عن شرار الناس) میں تجھ سے تجھ پر ایمان اور تیرے نبی کی تصدیق اور تمام بلاؤں سے عافیت، اور عافیت پر شکر اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کا سوال کرتا ہوں۔(۱)

(۱) معجم رجال الحدیث ج ۴/ص ۱۶۸

گذشتہ صفحہ کا باقی ماندہ: اس کے بعد روایت میں وہ تمام قصہ موجود ہے اور جو علامات جناب سلمانؓ نے محمدؐ میں نبوت کی دیکھیں وہ بھی مذکور ہیں۔

(۳) پہلے قول کی تائید میں رسول کا ابوذرؓ اور سلمانؓ کے درمیان رشتہ اخوت قائم کرنا بھی، کرتا ہے۔

(۴) ابن عبدالبر کی بات اس وقت قابل قبول ہے جب یہ کہا جائے کہ غزوہ ذات رقاع، غزوہَ خندق سے قبل واقع ہوا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ غزوہَ ذات رقاع خیبر کے بعد وجود میں آیا لہذا جب یہ بات واضح ہوگئی تو ابوذرؓ کا ورود مدینہ میں جنگ خندق کے بعد بھی ہوا ہے تو تب بھی اس میں کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔(مترجم)

ابوذرؓ کے بعض اقوال

ابو جعفرؑ امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے فرمایا ابوذرؓ (جب ایک مرتبہ حج کے ارادہ سے مکہ گئے) نے خانہ کعبہ کے دروازہ کے نزدیک کھڑے ہو کر کہا میں جندب ابن جنادہ غفاری ہوں ایک شفیق اور نصیحت کرنے والے بھائی کی طرف آؤ لوگ آپ کے اطراف میں جمع ہو گئے اور کہا آپ نے ہمیں بلایا ہے تو ہمیں نصیحت کیجئے۔

ابوذرؓ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو وہ زادراہ جو اس کے دوران سفر کام آتا ہے مہیا کرتا ہے، تمہیں کیا ہو گیا کہ قیامت کے سفر کیلئے زادراہ مہیا نہیں کرتے جو تمہارے اس سفر میں کام آئے۔

لوگوں نے کہا ہم کیسے زادراہ مہیا کریں؟ آپ نے فرمایا عظیم امور انجام دینے کیلئے حج کرو روز حشر ونشر کے لئے ایک گرم وسخت دن کا روزہ رکھو، رات کے اندھیروں میں قبر کی وحشت سے بچنے کیلئے دو رکعت نماز پڑھو اور تم پر جو سخت دن آنے والا ہے اس سے نجات حاصل کرنے کیلئے صدقہ دو۔

اے بنی آدم! دنیا کو دو مجلسوں میں تقسیم کر دو ایک مجلس میں رزق حلال کے طالب رہو اور دوسری میں آخرت کے، تیسری کوئی مجلس نہ رکھو کیونکہ وہ کوئی فائدہ نہیں پہنچانے والی، اپنی گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کر دو ایک حصہ آخرت سے متعلق اور دوسرے میں ملتمس حلال دنیا رہو اور تیسرا حصہ آپ کو نقصان ہی پہنچائیگا، اپنے مال کے دو حصے کرو ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور دوسرا حصہ آخرت پر، تیسرا حصہ کوئی فائدہ نہیں

پہنچانے والا ،اپنی زندگانی دنیا کو دو گھنٹوں کے مثل رکھو ایک گھنٹہ وہ جو گزر گیا جسکو پلٹانے پر آپ قادر نہیں اور ایک آنے والا گھنٹہ جس میں آپ کو یہ بھی اطمینان نہیں کہ میں اس گھنٹہ میں رہوں گا بھی یا نہیں ،اور یہ گھنٹہ جس میں فی الحال آپ ہیں یہی تمہارے عمل کا وقت ہے اس میں اپنے لئے جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرلو اور اپنے پروردگار کی معصیت سے بچے رہو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو ہلاک ہو جاؤ گے اس کے بعد فرماتے ہیں مجھے اس دن کا غم مارے ڈال رہا ہے جس کو میں نے ابھی درک بھی نہیں کیا ہے۔(۱)

ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ اپنے والد محترم امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا :ابوذرؓ کے خطبہ میں ہے اے طالب علم ! کہیں تجھے تیرے اہل اور مال مشغول نہ کردیں تو ان کے درمیان ایک دن کے مثل ہے پھر ان سے مثل ایک مہمان کے جدا ہو جائیگا جس طرح ایک مہمان میزبان کے ساتھ ایک رات گزارتا ہے اور صبح ہوتے ہی اس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور زندگی و موت کے درمیان صرف اتنا فرق ہے جیسے ایک بار کی نیند سویا پھر بیدار ہو گیا۔

اے علم سے جاہل رہنے والے سیکھ لے بیشک وہ دل جس میں شرف علم نہیں وہ ایک ایسے منہدم مکان کی طرح ہے کہ جس کو کوئی سنوارنے والا نہ ہو۔

امام جعفر صادقؑ ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اے طالب علم !اپنے آپ کو اللہ کے حضور میں پیش کردے کیونکہ تو اپنے عمل میں مقید ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی قرض لے تو اس کا انسداد بھی اسی پر ہوتا ہے۔

اے طالب علم !نماز پڑھ قبل اس کے کہ تو رات اور دن میں نماز پڑھنے پر قادر نہ

(۱) تنبیہ الخواطر ج ۲ / ۴۷ ۲.

رہے نمازی کی نماز کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور سلطان اس وقت تک خاموش رہے جب تک وہ شخص اپنی حاجت بیان نہ کردے بالکل اسی طرح خدا کے حکم سے مرد مسلم کی مثال ہے جب تک وہ نماز میں مصروف رہتا ہے اللہ اس کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔

اے طالب علم ! قبل اس کے کہ تیرے لئے کچھ چیزیں انجام نہ دی جائیں صدقہ دے کیونکہ صدقہ دینے والے کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس کو کسی گروہ نے قتل کے جرم میں گرفتار کرلیا ہو اور وہ آدمی ان سے یہ کہے کہ مجھے قتل نہ کرو بلکہ اپنے درمیان میری خدمت کی مدت معین کرلو میں اس خدمت کو تم لوگوں کے درمیان انجام دئے دیتا ہوں بالکل اسی طرح بحکم خدا مرد مسلمان ہے کہ جیسے جیسے وہ صدقہ دیتا ہے ویسے ویسے ہی اس کی گردن کی بندھی ہوئی گرہیں کھلتی جاتی ہیں یہاں تک کہ قومیں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ان سے راضی رہتا ہے اور جس سے خدا راضی رہتا ہے وہ جہنم کی آگ سے بچا رہتا ہے۔

اے طالب علم ! یہ زبان اچھائی اور برائی دونوں کی چابی ہے اپنے منہ پر بالکل اسی طرح تالا لگالے جس طرح تم سونے کی تھیلیوں اور اوراق (نوٹوں) پر تالا لگاتے ہو یعنی جس طرح تم اپنے مال و دولت کی حفاظت اس کو صندوق وغیرہ میں بند رکھ کر کرتے ہو اسی طرح اپنی زبان کی حفاظت منہ بند رکھ کر کرو۔

اے طالب علم ! یہ جو امثال اللہ نے پیش کی ہیں ان کی گہرائیوں تک علماء کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکتا۔(۱)

(۱) تنبیہ الخواطر ج ۲/ ۲۱۶.

آخری زمانے کی چند اوصاف

کتاب حلیۃ الاولیاء میں سند کے ساتھ ابوذرؓ سے منقول ہے کہ تم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ تم دیکھو گے کہ آدمی اپنی قلیل اولاد پر اسی طرح خوش ہوگا جس طرح آج کا دس بچوں والا باپ خوش ہوتا ہے۔

حاکم نے کتاب مستدرک میں سند کے ساتھ ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن قریب ہوگا تو سبز چادریں پہننے کا رواج ہوگا، تجارت شباب پر ہوگی، صاحبان ثروت کی انکے مال کی وجہ سے عزت ہوگی حکام مثل بچوں کے (نابلد) ہونگے، عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابل زیادہ ہوگی، بادشاہ ظالم و جابر ہونگے، ناپ طول میں خیانت کی جائیگی، آدمی اپنے بچے کی پرورش کے مقابل کتے کے بچے کی پرورش کو بہتر جانے گا، بزرگوں کی توقیر معدوم ہوگی، چھوٹوں پر رحم نہیں ہوگا اولاد زنا کثرت سے ہوگی یہاں تک کہ مرد سرراہ مرتکب زنا ہونگے.

بھیڑیوں کے جسموں پر دنبوں کی کھال ہوگی چاپلوس حضرات اچھے اخلاق والے کہلائے جائیں گے۔(۱)

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ ۶۹ طبع اول

رسولؐ کی ابوذرؓ کو وصیت

کتاب تنبیہ الخواطر میں ابوالحسین ورام نے کچھ وصیتیں جمع کی ہیں جو یہاں ہم آپ کے لئے بیان کر رہے ہیں۔

ابوحرب ابن اسود دؤلی نے اپنے والد سے روایت بیان کی ہے انہوں نے کہا: ایک مرتبہ میرا ربذہ جانا ہوا تو میں جندب ابن جنادہ (ابوذر غفاریؓ) کی خدمت میں حاضر ہوا درمیان گفتگو ابوذرؓ نے مجھ سے کہا.

ایک روز میں دن چڑھے مسجد رسولؐ میں پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے مسجد میں سوائے رسولؐ اور علیؑ کے کسی کو نہیں پایا، میں نے تنہائی کو غنیمت جانا اور کہا: یا رسول اللہ (ص) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے کوئی وصیت کیجئے جو میرے لئے بحکم خدا سود مند ثابت ہو؟

(۱) رسولؐ فرماتے ہیں: ہاں اے ابوذرؓ! تمہیں یہ فضیلت عطا کرتا ہوں کہ تم ہمارے اہل بیتؑ سے ہو اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اس کو ذہن نشین رکھنا یہ نیکیوں کی تمام راہوں کا مجموعہ ہے اگر تم نے اس کو یاد رکھا تو یہ تمہاری خوش نصیبی ہوگی۔

اے ابوذرؓ! اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو اللہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے اور یہ جان لو کہ خدا کی پہلی عبادت اسکی معرفت حاصل کرنا ہے وہ ہر ایک شیٔ سے پہلے ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں، وہ تنہا ہے اور کوئی اس کا ساتھی نہیں، وہ ہمیشہ کیلئے باقی ہے اور اسکی بقا کی کوئی حد نہیں، آسمان اور زمین کا خلق کرنے والا ہے اور جو کچھ بھی ان دونوں میں اور ان دونوں کے درمیان

دن مسجد میں رہا یہاں تک کہ شام ہوگئی اور میں لیٹنے کے لئے چلا پھر میری طرف سے علیؑ گزرے، انہوں نے کہا کیا آدمی اپنا گھر نہیں جانتا؟ علیؑ نے ابوذرؓ کو اٹھایا اور اپنے ساتھ لے گئے لیکن ایک دوسرے نے کسی طرح کی گفتگو نہ کی، تیسرے دن بھی یہی عمل رہا، علیؑ نے اپنے گھر ٹھہرایا، اب علیؑ نے کہا کیا بتانا پسند نہیں کرو گے کہ کس غرض سے تمہیں اس شہر میں آنا ہوا؟ ابوذرؓ نے کہا اگر آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ میری رہنمائی کریں گے تو میں آپ سے اپنے سفر کی غرض بتاؤں، علیؑ نے وعدہ کیا ابوذرؓ نے وہ سب کچھ بتایا جو سنا تھا علیؑ نے کہا بیشک وہ نبیؐ ہیں اور جو کچھ وہ لیکر آئے ہیں حق ہے اور اللہ کے رسول ہیں، اس کے بعد ابوذرؓ سے فرماتے ہیں صبح کو میرے پیچھے پیچھے چلنا اگر میں نے تمہارے حق میں کسی خوف یا ڈر کی بات محسوس کی تو ایسے کھڑا ہو جاؤں گا جیسے پانی بہا رہا ہوں، اس کے بعد پھر جب میں چلنے لگوں تو تم میرے پیچھے پیچھے چلتے رہنا اور وہاں داخل ہو جانا جہاں میں داخل ہو جاؤں۔

ابوذرؓ کہتے ہیں میں علیؑ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ وہ رسول اللہؐ کے پاس پہنچے میں بھی ان کے ساتھ انکی خدمت میں حاضر ہوا اسلام نے جو طریقۂ سلام بتایا ہے اسی طریقہ سے میں نے رسول اللہؐ کو سلام کیا، میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ اس دور میں سب سے پہلا شخص میں تھا جس نے اس طرح سلام کیا۔ رسول اللہ (ص) نے جواب میں و علیک السلام کہا۔

آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: میں بنی غفار سے ہوں پھر مجھے اسلام کی دعوت دی گئی اور میں نے اسلام قبول کرلیا اور گواہی دی لا الہ الا اللہ و محمد

ہے اسی کی تخلیق ہے، وہی احسان کرنے والا اور ہر بات سے باخبر ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، دوسرے مجھ پر ایمان رکھنا اور اس بات کا اقرار کرنا کہ خداوند عالم نے مجھے تمام انسانوں پر بشیر (بشارت دینے والا) ونذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے اور اسی کے اذن سے اس کی طرف دعوت دینے کیلئے اور چراغ ہدایت بنا کر بھیجا ہے، تیسرے میرے اہل بیتؑ سے محبت رکھنا ہے جن سے خدا نے ہر قسم کی برائی کو دور رکھا ہے اور ان کو ایسا پاک و پاکیزہ کیا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

(۲) اے ابوذرؓ! یہ جان لو کہ اللہ تعالی نے میرے اہلبیتؑ کو نجات کی ایسی کشتی بنایا ہے جیسا کہ قوم نوح کی نجات کیلئے تھی جو اسمیں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہو گیا اور میرے اہل بیتؑ کی مثال اس بابِ حطہ کی سی ہے جو بنی اسرائیل کیلئے تھا جو اسمیں داخل ہو گیا وہ امان پا گیا. اے ابوذرؓ! میں تمہیں وصیت کر رہا ہوں اس کو فراموش نہ کرنا دنیا و آخرت میں کامیاب رہو گے۔

(۳) اے ابوذرؓ! دو نعمتیں خدا کی ایسی ہیں جنکو بہت سے انسان بھولے ہوئے ہیں صحت و فراغتِ وقت۔

(۴) اے ابوذرؓ! پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو' جوانی کو ضعیفی سے قبل، صحت کو بیماری سے قبل، مالداری کو فقیری سے قبل، فرصت کو مشغولیت سے قبل، اور زندگی کو موت سے قبل۔

(۵) اے ابوذرؓ! اپنی امیدوں کو نہ ٹالو تمہارا آج تمہارے ہاتھ میں ہے کل تمہارے اختیار میں نہیں اور اگر تم کل کو درک کر لو تو اس میں بھی آج کی طرح رہو اور اگر درک نہ کر سکو تو جو تفریط و لا پرواہی تم نے آج کی ہے اس پر نادم نہ ہو گے۔

(۶) اے ابوذرؓ! بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کاموں کو آنے والے دنوں پر بھروسہ کر کے ٹال دیتے ہیں حالانکہ کل کا انتظار کرنے والے اس تک پہنچ بھی نہیں پاتے۔

(۷) اے ابوذرؓ! اگر تم نے موت اور اسکی رفتار کو دیکھا ہوتا تو تم اپنی امید اور اسکے دھوکے سے نفرت کرنے لگتے۔

(۸) اے ابوذرؓ! دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی یا مسافر ہو اور اپنے آپ کو صاحبان قبور میں شمار کرو۔

(۹) اے ابوذرؓ! اگر تم صبح کو اٹھ گئے ہو تو شام کے متعلق مت کہو اور اگر تم نے شام کو پالیا ہے تو صبح کے متعلق مت بولو اور بیماری سے قبل صحت سے اور موت سے قبل حیات سے فائدہ اٹھالو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کل تمہیں زندہ کہا جائیگا یا مردہ۔

(۱۰) اے ابوذرؓ! اس وقت سے بچو کہ جب تمہاری نا تجربہ کاری کی وجہ سے پچھاڑنے والا وقت تمہیں پچھاڑ دے اور تمہارے لئے پلٹنا بھی ممکن نہ رہے اور جو کچھ تم نے چھوڑا ہے اس سے کوئی تمہاری تعریف نہیں کریگا اور جو کچھ جس کیلئے بھی کرنے جا رہے ہو اسکے متعلق کوئی تمہارا عذر قبول نہیں کرے گا۔

(۱۱) اے ابوذرؓ! میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جو جہنم سے تو بچنا چاہتا ہو اور آرام کی نیند سو رہا ہو اور نہ ایسے شخص کو پایا جو جنت کا تو طالب ہو اور چین سے سو رہا ہو۔

(۱۲) اے ابوذرؓ! اپنی عمر پر درہم و دینار سے زیادہ حریص رہو۔

(۱۳) اے ابوذرؓ! کیا تم میں سے کوئی انتظار نہیں کرتا سوائے اس کے کثرت سے دولت حاصل ہو جائے فقر و فاقہ کو بھول جائے یا طویل بیماری سے نجات پائے یا ضعیف کر دینے والا بڑھاپا نہ آئے یا تمام کر دینے والی موت کی ملاقات سے بچا رہے یا وقت

کے دجال سے دور رہے یہ ایک غائب شر ہے جو انتظار کر رہا ہے وقت ملنے کا' حالانکہ وقت بہت چالاکی اور تیزی سے گزر جاتا ہے۔

(۱۴) اے ابوذرؓ! خدا کے نزدیک روز قیامت سب سے زیادہ بدترین وہ عالم ہے جو اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور جو علم کو لوگوں کی توجہ کا مرکز بننے کیلئے حاصل کرے ایسا شخص جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

(۱۵) اے ابوذرؓ! جس نے حصول علم صرف اس لئے کیا تاکہ لوگوں کو اس سے دھوکا دے وہ شخص کبھی بھی جنت کی بو نہیں سونگھ سکتا۔

(۱۶) اے ابوذرؓ! جب تم سے کسی ایسے علم کے متعلق سوال کیا جائے جس سے تم ناواقف ہو تو کہہ دو کہ میں نہیں جانتا (غلط جواب دہی کی صورت میں) جو عذاب تم کو ملنے والا تھا اس سے بچ جاؤ گے اور جس شئ کے متعلق تمہیں علم نہ ہو اس کے بارے میں اپنی رائے زنی کرنے سے بچنے کی صورت میں قیامت کے عذاب سے بچ جاؤ گے۔

(۱۷) اے ابوذرؓ! صاحبان جنت کا ایک گروہ جب جہنم والے ایک گروہ کو دیکھے گا تو سوال کریگا کہ تمہیں جہنم کیوں داخل کیا گیا حالانکہ ہم جنت میں تمہاری تادیب اور تعلیم کی وجہ سے داخل ہوئے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نیکی کا حکم تو دیتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

(۱۸) اے ابوذرؓ! اللہ کے حقوق جو بندے انجام دیتے ہیں کہیں زیادہ ہیں اور اس کی نعمتوں کو کوئی شمار نہیں کر سکتا بس تمہاری صبح و شام استغفار میں گزرے۔

(۱۹) اے ابوذرؓ! رات و دن جیسے جیسے گزرتے ہیں تمہاری عمر میں کمی واقع ہوتی رہتی ہے اور تمہارے اعمال محفوظ رہتے ہیں ایک دن اچانک موت آجائیگی جس نے اعمال

خیر انجام دیئے وہ عنقریب اس کی جزا پائیگا اور جس نے اعمال شر انجام دیئے وہ عنقریب ندامت پائیگا، اور یہ قائدہ ہر ایک کیلیئے ہے جو جیسا بوئے گا وہ ویسا ہی کاٹے گا۔

(۲۰) اے ابوذرؓ! کسی کی کم رفتاری (سستی) اس کو اسکی قسمت آگے نہیں لے جا سکتی اور حریص اس سے زیادہ نہیں پا سکتا جتنا اس کے لئے معین کر دیا گیا اور جس کو زیادہ دیا گیا اللہ نے دیا ہے اور جو شر سے دوچار ہوا ہے اس کو اللہ نے کیا ہے۔

(۲۱) اے ابوذرؓ! صاحبان تقویٰ ہی سید و سردار ہیں اور فقہاء ہی قوم کی نمائیندگی کرنے والے ہیں ان کی مجلس میں شرکت کرنا فضیلت میں اضافہ کا سبب ہے۔

(۲۲) اے ابوذرؓ! مومن اپنے گناہوں کو اسی طرح محسوس کرتا ہے جیسے وہ بہت بڑے پتھر کے نیچے ہو اور گھبراتا ہے کہ وہ اس پر گر نہ جائے اور کافر اپنے گناہوں کو مثل مکھی کے دیکھتا ہے جیسے وہ آکر ناک پر بیٹھی اور اڑ گئی۔

(۲۳) اے ابوذرؓ! جب خدا کسی کی بھلائی چاہتا ہے تو وہ گناہوں کو اس کے سامنے بطور نمونہ قرار دیتا ہے اور گناہ اس پر وبال گراں گذرتا ہے اور جب خدا کسی بندے کی بھلائی نہیں چاہتا تو خدا اس سے اسکے گناہ فراموش کرا دیتا ہے۔

(۲۴) اے ابوذرؓ! یہ نہ دیکھو کہ گناہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کس کی شان میں گستاخ ہوئے ہو۔

(۲۵) اے ابوذرؓ! مؤمن کا نفس اپنی غلطی پر اس چڑیا سے زیادہ پھڑ پھڑاتا ہے جس کو شکار کے پھندے میں پھنسا لیا گیا ہو۔

(۲۶) اے ابوذرؓ! جس کا قول اس کے فعل کے موافق ہو گویا اس نے اپنی قسمت کو پا لیا اور اگر تضاد پایا جائے تو اس کا نفس اس کو ملامت کرتا ہے۔

(۲۷) اے ابوذرؓ! اگر دنیا سے تم کسی چیز کے طلب گار ہوئے اور تم نے اس کو پا بھی لیا ہو یا نہ پایا ہو دونوں حالتوں میں تمہارے لئے ایک نیکی ہے۔

(۲۸) اے ابوذرؓ! جو بات تم سے تعلق نہیں رکھتی اس کو مت کہو بھلا تم کو اس سے کیا لینا دینا اور اپنی زبان کو اس طرح محفوظ رکھو جس طرح اپنے رزق کی حفاظت کرتے ہو۔

(۲۹) اے ابوذرؓ! اللہ ایک گروہ کو جنت میں داخل کریگا اور ان کو (وہ سب کچھ) عطا کریگا جس سے ان کی خواہشات پوری ہوسکیں اور ان سے بہتر و عالی مقام پر دوسرا گروہ ہوگا جب یہ (پست درجہ والا) گروہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کو پہچان لے گا تو یہ اپنے پروردگار سے کہے گا کہ یہ دنیا میں ہمارے بھائی تھے تو نے کس وجہ سے ان کو ہم پر مقام فضیلت عطا کیا؟ تو ان سے کہا جائیگا یہ وہ ہیں کہ جب تم پیٹ بھر کے کھانا کھاتے تھے تو یہ بھوکے رہتے تھے جب تم سیراب ہوا کرتے تھے تو یہ پیاسے رہا کرتے تھے اور جب تم عیش و آرام سے رہا کرتے تھے تو یہ مصیبتوں سے دوچار تھے یا جب تم اپنے مکانوں میں سکون کی زندگی گذارتے تھے یہ در در پھرا کرتے تھے۔

(۳۰) اے ابوذرؓ! خدا نے نماز کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک جانا ہے اور اس کو میرے لئے اتنا ہی دوست رکھتا ہے جتنا بھوکا کھانے کو دوست رکھتا ہے اور پیاسا پانی کو ، اگر بھوکا کھانا کھالے تو شکم سیر ہو جاتا ہے اور پیاسا پانی پی لے تو سیراب ہو جاتا لیکن نماز سے میری گرسنگی و تشنگی دور نہیں ہوتی۔

(۳۱) اے ابوذرؓ! اللہ نے عیسیٰ ابن مریمؑ کو لوگوں کو خدا سے ڈرانے کیلئے مبعوث کیا اور مجھے (دین اسلام سے) لوگوں کو فیاضی و نرمی سے متمسک کرنے لئے مبعوث کیا اور میرے لئے عورتوں اور خوشبو کو دوست رکھا ہے اور نماز کو میری آنکھو کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔

(۳۲) اے ابوذرؓ! جس کسی نے بھی اپنی واجب نمازوں کے علاوہ ہر روز بارہ رکعت نماز پڑھی تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر ہے جو اس کا واجب حق ہے۔

(۳۳) اے ابوذرؓ! میری اس مسجد میں ادا کی گئی ایک رکعت نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں میں ادا کی گئی ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اس سے بھی زیادہ افضل و بہتر وہ نماز ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں خوشنودئ خدا کے لئے اس طرح نماز ادا کرے کہ خدا کے سوا کوئی اس کو دیکھ نہ رہا ہو۔

(۳۴) اے ابوذرؓ! جب تک تم نماز میں مشغول ہو تو گویا تم بادشاہ کے دروازہ پر دستک دے رہے ہو اور جو بادشاہ کے دروازے پر کثرت سے دستک دیتا ہے تو آخر وہ اس کے لئے کھل ہی جاتا ہے۔

(۳۵) اے ابوذرؓ! کوئی مؤمن بھی ایسا نہیں جو نماز کیلئے کھڑا ہو اور اس کے اور عرش کے درمیان نیکیوں کی بوچھار نہ کردی گئی ہو اور اس کے لئے ایک فرشتہ متعین کر دیا جاتا ہے کہ وہ یہ ندا کرے اے ابن آدم اگر تو یہ جان لے کہ نماز میں تیرے لئے کیا کچھ ہے اور تو کس سے مانگ رہا ہے تو کبھی بھی اس سے نہ اکتائے اور ادھر ادھر کے التفات سے بچا رہے۔

(۳۶) اے ابوذرؓ! روز قیامت حاضر ہونے والے ان عظیم لوگوں کے لئے سعادت ہے جنھوں نے مشقت سے نمازیں ادا کیں، یہ عظیم ہستیاں لوگوں سے پہلے جنت میں جائینگی، کیا یہی وہ نہیں ہیں جو صبح دوپہر و شام مسجد کی طرف جانے میں سبقت کرتے تھے۔

(۳۷) اے ابوذرؓ! اپنے گھر کو اندھیری قبر مت بناؤ بلکہ اپنی نمازوں کی وجہ سے اپنے گھر کو ایسا بناؤ جو تمہاری قبر روشن کردے۔

(۳۸) اے ابوذرؓ! نماز دین کا ستون ہے اور صدقہ گناہوں کو محو کرنے کا سبب،

اورزبان دونوں سے زیادہ افضل.(شاید زبان سے مراد وہ گفتگو ہے جوانسان کے لئے سودمند ہوجیسے وعظ وارشاد وتسلیم)

(۳۹) اے ابوذرؓ! جنت میں ایک درجہ دوسرے درجہ سے عالی ہے جیسا کہ آسمان و زمین کے درجات ہیں جب بندۂ خدا اپنی آنکھ اٹھا کر دیکھے گا تو ایک ایسا نور چمکتا ہوانظر آئیگا جس سے عجب نہیں اس کی آنکھوں کی روشنی چلی جائے پس اس سے چونکے گا اور کہے گا یہ کیا ہے؟ تو کہا جائیگا یہ تمہارے مؤمن بھائی کا نور ہے تو وہ شخص کہے گا میرافلاں بھائی؟! ہم سب دنیا میں نیک عمل کرتے تھے لیکن اس کو مجھ پر یہ فضیلت کیوں دی گئی؟ تو جواب میں کہا جائیگا کہ یہ تم سے زیادہ نیک عمل انجام دیتا تھا پھر اس کے دل میں جذبۂ رضا ودیعت کیا جائیگا اور وہ اس پر راضی ہو جائے گا۔

(۴۰) اے ابوذرؓ! یہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے اور دنیا میں کوئی مؤمن ایسا نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ غمگین ہو اور کیسے نہ غمگین ہو جبکہ خدا نے وعدہ لے رکھا ہے کہ وہ جہنم پر وارد ہونے والا ہے اور یہ وعدہ نہیں لیا ہے کہ وہ دنیا سے خارج ہے اور وہ دنیا میں ضرور بالضرور امراض اور مصیبتوں سے دوچار ہوگا اس کے سامنے کچھ امور ایسے آئیں گے جو کبھی زیادہ سخت ہونگے اور کبھی کم ،اور ضرور بالضرور مظالم جھیلے گا مگر چھٹکارا نہ مل پائیگا، خدا سے ثواب کا طالب ہوگا اور دنیا میں غمگین ہی رہے گا یہاں تک کہ اس دنیا سے راحت وسکون وکرامت کی طرف قدم رکھے گا۔

(۴۱) اے ابوذرؓ! جو کچھ انسان سے چھوٹ گیا ہے اس پر غمزدہ رہے گا لیکن اس کے مطابق خدا کی عبادت نہیں کرے گا۔

(۴۲) اے ابوذرؓ! جن کو علم دیا گیا ہے اور وہ اس کے بموجب عمل نہیں کرتے تو ان

کے لئے سزاوار یہی ہے کہ خدا ان کو اس کا کوئی فائدہ نہ پہنچائے کیونکہ اللہ نے علماء کی صفات میں کہا ہے {ان الذین اوتوا العلم من قبلہ اذا یتلی علیھم یخرون للاذقان سجداًو یقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولاً و یخرون للاذقان یبکون } اسراء آیت ۱۰۷ / بیشک وہ لوگ جن کو پہلے ہی سے علم دیا گیا جب ان کے سامنے اس (قرآن) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ منہ کے بل سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارے رب کی ذات جس کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا اور گریہ کرتے ہوئے سجدوں میں گر جاتے ہیں۔

(۴۳) اے ابوذرؓ! جو رو سکتا ہے وہ روئے اور جو نہیں رو سکتا وہ اپنے دل میں غم وحزن کا شعور پیدا کرے اور رونے کی صورت بنائے کیونکہ قلب قاصی (پتھر جیسا قلب) اللہ سے بہت دور ہے لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

(۴۴) اے ابوذرؓ! ایسا کوئی خطیب نہیں جو خطاب کرے مگر یہ کہ اس کے خطبہ کو روز قیامت اس کے سامنے دہرایا جائیگا اور یہ بھی بتا دیا جائیگا کہ اس نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا۔

(۴۵) اے ابوذرؓ! وہ نماز مستحبہ جو تنہائی میں پڑھی جائے اس کی فضیلت یہی ہے کہ جیسے نماز واجبہ کی نماز مستحبہ پر۔

(۴۶) اے ابوذرؓ! بندے کو اپنے معبود سے قریب کرنے والا سب سے بہتر سجدہ ''سجدہ خفیہ'' ہے۔

(۴۷) اے ابوذرؓ! اللہ کا ذکر پوشیدہ طور پر کرو، ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ (ص) پوشیدہ طور پر کیسے؟ رسولؐ نے فرمایا: خفیف آواز میں۔

(۴۸) اے ابوذرؓ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کو دو خوفوں میں گرفتار کروں

گا اور دو امانوں میں نہیں رکھوں گا اگر وہ مجھ سے دنیا میں سکون و آرام سے رہا ہے تو آخرت میں خوف زدہ رہے گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے خوف کھاتا رہا ہے تو آخرت میں وہ امان پائیگا۔

(۴۹) اے ابوذرؓ! اگر کسی شخص کے اعمال ستر انبیاء کے اعمال کے برابر کیوں نہ ہوں تو اس کو انہیں ہیچ جاننا چاہئے اور ڈرتے رہنا چاہئے کہ روز قیامت کے شر سے نجات ممکن نہیں۔

(۵۰) اے ابوذرؓ! جب ایک آدمی کے گناہوں کو روز قیامت اس کے سامنے پیش کیا جائیگا تو وہ کہے گا اے پروردگار! کیا میں تجھ سے ڈرتا نہیں تھا تو اس کو معاف کردیا جائیگا۔

(۵۱) اے ابوذرؓ! آدمی نیک کام کرتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے اور اسی کے ساتھ گناہان صغیرہ بھی انجام دیتا ہے جب وہ خدا کے پاس آئیگا تو اشقیاء میں سے ہوگا اور اگر ایک آدمی برے کام کرنے کے بعد خدا سے ڈرتا ہے تو وہ خدا کے پاس مطمئن آئیگا۔

(۵۲) اے ابوذرؓ! ایک بندہ گناہ کرتا ہے لیکن اس کے باوجود جنت میں داخل ہوگا ،ابوذرؓ کہتے ہیں اے خدا کے رسولؐ! میرے ماں باپ پر آپ فدا ہوں وہ کیسے؟ رسولؐ نے فرمایا اس کی پیشانی پر وہ گناہ توبہ کی وجہ سے معاف کئے ہوئے ہونگے اور توبہ کی وجہ سے وہ اللہ کی طرف جائے گا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(۵۳) اے ابوذرؓ! عقل مند آدمی وہی ہے جو اپنے نفس کو بطور قرض دیدے اور آخرت کے لئے اعمال انجام دے اور وہ تنگ ذہن ہے جس نے اپنے ہوائے نفس کی اتباع کی اور خدا سے اپنے خواہشات کے پورا ہونے کی تمنا رکھتا ہے۔

(۵۴) اے ابوذرؓ! اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت سے سب سے پہلے امانت اور خشوع

کو اٹھائے گا یہاں تک کہ کسی کو خدا سے ڈرنے والا نہ دیکھو گے۔

(۵۵) اے ابوذرؓ! جس کے قبضۂ قدرت میں مجھ محمد کی جان ہے اگر اللہ کے نزدیک یہ دنیا ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو فاجر کو اس دنیا سے ایک پیالہ پانی بھی نہ مل پاتا۔

(۵۶) اے ابوذرؓ! خدا کے نزدیک دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ملعون ہے سوائے اس کے کہ جس سے رضائے خدا حاصل کی جائے۔

(۵۷) اے ابوذرؓ! خدا کے نزدیک دنیا کی سب سے بری چیز وہ ہے کہ جس کو اس نے خلق کیا اور پھر اس سے بے نیاز ہو گیا ہو اور اس نے اس کی نہ کبھی پروا کی اور نہ قیامت تک پروا کرے گا اور دنیا کی سب سے بہتر چیز خدا کے نزدیک وہ ہے کہ جس پر اس نے ایمان رکھنے کو کہا اس پر ایمان رکھا جائے اور جن کو ترک کرنے کا حکم دیا اس کو ترک کیا جائے۔

(۵۸) اے ابوذرؓ! خداوند عالم نے میرے بھائی عیسیٰؑ کی طرف وحی کی، اے عیسیٰؑ! دنیا کو دوست نہ رکھنا کیونکہ میں بھی اس کو دوست نہیں رکھتا ہوں اور آخرت کو دوست رکھو کیونکہ وہی تمہاری واپسی پر تمہارا مسکن ہے۔

(۵۹) اے ابوذرؓ! جبرئیلؑ میرے پاس دنیا کے تمام خزانے ایک بہت بڑے خچر پر لائے اور مجھ سے کہا اے محمدؐ! یہ گنجینہ ہائے دنیا لے لو اور خدا کے نزدیک تمہارے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی رسولؐ فرماتے ہیں، میں نے کہا: اے دوست جبرئیل! مجھے اس میں کوئی رغبت نہیں اگر مجھے بھوک ستائے گی تو میں اپنے رب سے سوال کروں گا اور اگر میں شکم سیر رہا تو اس کا شکر ادا کروں گا۔

(۶۰) اے ابوذرؓ! اگر اللہ کسی بندے کے لئے خیر کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کو دین میں

رسول الله۔(۱)

رسول اسلامؐ نے مجھ سے کہا تم اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور ان کو اسلام کی دعوت دو اور اپنے معاملات کو اہل مکہ سے چھپائے رہو اس لئے کہ مجھے تمہارے حق میں انکی طرف سے خوف ہے.

ابوذرؓ نے کہا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں یہ (شہادتین) باآواز بلند ان کے درمیان کہوں گا.

ابوذرؓ رسول اللہ (ص) کے پاس سے مسجد میں پہنچے اور بلند آواز سے کہا: اشـهـد ان لا الـه الا الله و اشهد انّ محمداً رسول الله . پوری قوم ان پر ٹوٹ پڑی اور ان کو اتنا مارا کہ وہ گر پڑے، عباس آئے اور اپنے آپ کو ان کے اوپر ڈال دیا اور کہا تف ہو تم پر، کیا نہیں جانتے کہ یہ شخص بنی غفار سے ہے اور تمہاری شام کی تجارت کا

(۱) اگر غور کیا جائے تو ابوذرؓ کی اسلام والی حدیث سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں بالتدریج آپ کے لئے ذکر کرتا ہوں (۱) ابوذرؓ کا بتوں کی عبادت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حکم عقل وفطرت سلیمہ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور انسان غیر خدا کی عبادت تبھی کرتا ہے جب اس پر کچھ ایسیا مور عارض آجاتے ہیں جو اس کے ذہن اور عقل پر پردے ڈال دیتے ہیں اور قرآن نے عقل وفطرت سلیمہ کے حکم پر عمل کرنے کو کہا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے {فـطـرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله} یہی تو خدا کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور خدا کی خلق کردہ فطرتمیں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے {و مـالـى لا اعبد الـذى فـطـرنى و اليـه ترجعون ، أاتـخـذ مـن دونـه آلـهـةً ان يردن الرحمن بضر لا تغن عنى شفاعتهم شيئاً ولا ينـقـذون } اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اس کی عبادت نہ (بقیہ اگلے صفحے پر)

جستجو اور دنیا میں زہد اور اپنے عیبوں کو اچھی طرح دیکھنے کی قوت عطا فرماتا ہے۔

(۶۱) اے ابوذرؓ! جس کسی بندے نے بھی دنیا میں زہد سے کام لیا تو خدا نے اس کے قلب کو حکمت سے منور فرما دیا اور اس کی زبان سے حکمت کی بوچھار کرادی اور اس کو دنیا کے عیوب اور اس کے امراض اور ان کی دواؤں سے آشنا کرادیا اور اس کو اس دار فانی سے دار سلام کی طرف نکال لے گیا۔

(۶۲) اے ابوذرؓ! اگر تم نے اپنے کسی مسلم بھائی کو دیکھا کہ اس نے دنیا میں زہد اختیار کیا ہے تو تم اس کی بات کو تمام تر توجہ سے سنو، وہ تم تک حکمت پہنچانا چاہتا ہے .ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے رسولؐ سے سوال کیا کہ دنیا میں سب سے بڑا زاہد کون شخص ہے؟ رسولؐ نے جواب دیا وہ کہ جس نے کبھی قبروں اور مصیبتوں اور باقی رہنے والی چیزوں کے لئے فنا ہو جانے والی چیزوں کو ترک کرنا فراموش نہ کیا ہو اور جس نے کل کو اپنے دنوں میں شمار نہ کیا ہو اور اپنے آپ کو مرے ہوئے لوگوں میں جانا ہو۔

(۶۳) اے ابوذرؓ! خداوند عالم نے مجھے یہ پیغام نہیں بھیجا ہے کہ مال جمع کروں بلکہ مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ تم اپنے رب کی حمد و تسبیح کرو اور ساجدوں میں ہو جاؤ اور جب تک تمہیں موت نہ آجائے اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔

(۶۴) اے ابوذرؓ! میں معمولی قیمت کا کپڑا پہنتا ہوں اور زمین پر بیٹھتا ہوں اور انگلیوں کو (کھانا کھانے کے بعد) چاٹتا ہوں بغیر کاٹھی کے گدھے پر سواری کرتا ہوں اور اپنے ماضی کو فراموش نہیں کرتا پس جس نے میری سنت سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

(۶۵) اے ابوذرؓ! دولت و شہرت کی محبت انسان کے دین کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح خوف ناک بھیڑیئے بھیڑوں کے ریوڑ میں داخل ہو جائیں اور ان پر صبح تک

حملوں پر حملے کرتے رہیں تو وہ کیا کچھ چھوڑیں گے؟ ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ (ص)! وہ لوگ جو خدا سے ڈرتے ہیں اور خضوع اور تواضع کے ساتھ کثرت سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں کیا وہی سب سے پہلے جنت میں جائیں گے؟ رسولؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ مؤمنین جو دنیا میں فقیر رہے وہ اپنی علامتوں کے ساتھ جنت کی طرف آئیں گے تو خازن جنت ان سے کہے گا کہ چلو تم ہی سہی لیکن کیا تمہارا حساب وکتاب ہو چکا ہے؟ یہ لوگ جواب دیں گے کس چیز کا حساب دیں، خدا کی قسم ہمارے پاس کچھ تھا ہی نہیں جس کو ہم راہ خدا میں خرچ کرتے یا عدل سے کام لیتے اور نہ ہی ہمیں کچھ دیا گیا جس کو ہم لے لیتے اور اس سے عیش کی زندگی گزارتے، اور ہم تو اپنی موت تک خدا کی عبادت کرتے رہے ہیں۔

(۶۶) اے ابوذرؓ! دنیا انسان کے دل و بدن دونوں کو مشغول کر دینے والی چیز ہے اور خداوند عالم اہل دنیا سے سوال کریگا کہ مال حلال سے تم نے اپنی خوش گوار زندگی کیسے گزاری؟ چہ جائیکہ کہ مال حرام سے خوشگوار زندگی گزاری گئی ہو۔

(۶۷) اے ابوذرؓ! میں نے اللہ سے یہ سوال کیا کہ جو مجھ کو دوست رکھتا ہے اس کو اسکے گزارے لائق روزی عطا کر اور جو مجھ کو دوست نہیں رکھتا اس کو کثرت سے مال و اولاد عطا کر۔

(۶۸) اے ابوذرؓ! سعادت دنیا کے زاہدوں اور آخرت میں رغبت رکھنے والوں کے لئے ہے اور جنہوں نے خدا کی زمین کو اپنے لئے بساط اور اسکی مٹی کو اپنا فرش اور پانی کو اپنے لئے طیب قرار دیا، کتاب خدا کو اپنا شعار بنایا اور دعا کو اپنی اوڑھنی سمجھا اور دنیا کو انہوں قرض کے سوا کچھ نہیں جانا۔

(۶۹) اے ابوذرؓ! آخرت کی کھیتی عمل صالح اور دنیا کی کھیتی مال واولاد ہے۔

(۷۰) اے ابوذرؓ! میرے پروردگار نے مجھے خبر دی ہے کہ مجھے اپنے جاہ حشم کی قسم! عابدوں نے میرے نزدیک رونے کی فضیلت کو درک نہیں کیا میں ان کے لئے اپنے نزدیک محل تیار کروں گا جس میں ان کا کوئی شریک نہ ہوگا، ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے کہا اے خدا کے رسولؐ! سب سے بہتر مؤمن کون ہے؟ رسولؐ نے فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور اس کے استقبال کیلئے بہترین تیاری کرتا ہوں۔

(۷۱) اے ابوذرؓ! جب دل میں نور ایمان داخل ہو جاتا ہے تو وہ کشادہ اور وسیع النظر ہو جاتا ہے، ابوذرؓ فرماتے ہیں یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں نور ایمان کا کشادگیٔ قلب سے کیا تعلق؟ رسولؐ فرماتے ہیں جب قلب انسان کشادہ ہوتا ہے تو وہ صرف دار بقا کی ہی نسبت سوچتا ہے اور دار غرور (دنیا) سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اپنے آپکو ہر وقت موت کے آنے سے قبل اس کیلئے تیار رکھتا ہے۔

(۷۲) اے ابوذرؓ! خدا سے ڈرو! اور لوگوں کو یہ مت دکھاؤ کہ تم خدا سے ڈرتے ہو ورنہ وہ تمہارے متقی ہونے کی وجہ سے عزت واکرام کریں گے حالانکہ تمہارا قلب فاجر ہو چکا ہوگا۔

(۷۳) اے ابوذرؓ! ہر چیز میں تمہاری نیت کو دیکھا جائیگا یہاں تک کہ کھانے اور سونے میں بھی۔

(۷۴) اے ابوذرؓ! اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت کو اپنے سینہ میں رکھنے کے بعد اس کو یاد کرو اور اس کو جاہل کی طرح یاد نہ کرو جس طرح جاہل کتے اور خنزیر کو سدھاتے وقت کہتا ہے اے پروردگار! اس کو ذلیل ورسوا کر، اس کو ذلیل ورسوا کر۔

(۷۵) اے ابوذرؓ! اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہمیشہ حالات خوف میں کھڑے رہتے ہیں اور وہ اپنے سروں کونہیں اٹھائیں گے یہاں تک کہ صور میں آخری پھونک ماری جائیگی بس اس وقت سب ایک ساتھ کہیں گے تیری تسبیح اور تیری ہی حمد ہے جس طرح تیری عبادت کرنے کا حق تھا ہم نے اس طرح تیری عبادت نہیں کی، اگر کسی انسان کے نیک اعمال ستّر انبیاء کے اعمال کے برابر ہوں تو وہ روز قیامت جو کچھ دیکھے گا اس کے مقابل میں ہیچ ہیں اگر مشرق سے سورج کی گرمی کے دو ڈول نکال کر ڈال دئے جائیں تو مشرق میں جتنے بھی کاسۂ سر ہیں سب ابل پڑیں اور اگر ایک مرتبہ جہنم کے بھڑکنے کی آواز کو سنادے تو کوئی مقرب بارگاہ الٰہی ملک اور کوئی نبی مرسل نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ گھٹنوں کے بل خوف زدہ حالت میں گر کر کہے گا اے پروردگار! میرا نفس میرا نفس، حتی کہ ابراہیم خلیل اللہ بھی اپنے بیٹے اسحٰق کو بھول جائیں گے اور کہیں گے اے پروردگار! میں تیرا خلیل ہوں مجھے مت بھول جانا۔

(۷۶) اے ابوذرؓ! اگر جنت میں رہنے والی عورتوں میں سے ایک عورت تاریک رات میں اس دنیا کے آسمان پر نکل آئے تو یہ زمین اس کے نور سے اس طرح روشن ومنور ہو جائیگی جس طرح چودہویں کے چاند سے روشن ومنور ہو جاتی ہے اور تمام زمین والے اس سے نکلنے والی خوشبو کو محسوس کریں گے اور اگر جنت میں رہنے والوں کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا آج اس دنیا میں پھیلا دیا جائے تو جو اس کو دیکھے گا وہ چیخ پڑے گا اور اس کی آنکھیں اس کی متحمل نہ ہوسکیں گی۔

(۷۷) اے ابوذرؓ! جنازہ کے نزدیک وجنگ وتلاوت قرآن کے وقت اپنی آواز کو نیچا رکھو۔

(۷۸) اے ابوذرؓ! اگر تم کسی جنازہ کے ساتھ چل رہے ہو تو تمہارا عمل صرف تفکر اور خشوع پر مشتمل ہو اور یہ جان لو کہ تم بھی عنقریب ان سے ملنے والے ہو۔

(۷۹) اے ابوذرؓ! جان لو کہ ہر شئ اگر فاسد ہو جائے تو اس کی دوا نمک ہے لیکن اگر نمک ہی خراب ہو جائے تو اسکی کوئی دوا نہیں۔(۱) اور جان لو کہ دو خصلتیں لوگوں میں بہت ہی زیادہ قابل مذمت ہیں ایک تو بنا تعجب کے ہنسنا دوسرے بنا شب بیداری کے سست رہنا۔

(۸۰) اے ابوذرؓ! استقامت قلب کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا تمام رات کی اس نماز سے بہتر ہے جس میں دل متوجہ نہ ہو۔

(۸۱) اے ابوذرؓ! حق سخت اور تلخ ہوتا ہے اور باطل آسان اور میٹھا ہوتا ہے اور چند لمحوں کی شہوت طویل حزن کا باعث بن جاتی ہے۔

(۸۲) اے ابوذرؓ! انسان اپنی تمام تر توجہ اور باریک بینی سے کام نہیں لیتا وہ تو فقط یہ دیکھتا ہے کہ اللہ کے چاہنے والے کثرت سے ہیں اور جب وہ اپنے آپکی طرف نظر کرتا ہے تو اپنے کو سب سے زیادہ حقیر سمجھتا ہے۔

(۸۳) اے ابوذرؓ! آدمی حقیقت ایمان کو درک نہیں کرتا یہاں تک کہ سوچتا ہے کہ تمام انسان دین کے معاملے میں بے وقوف ہیں اور کسب دنیا میں چالاک ہیں۔

(۸۴) اے ابوذرؓ! اپنے نفس کا محاسبہ کر لو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے یہ کل ہونے والے حساب سے آسان تر ہے اور اپنے آپ کو عدالت کبریٰ میں حاضر ہونے سے قبل تیار کر لو کیونکہ خدا پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

---

(۱) اس قول کا اشارہ اس طرف ہے کہ علماء ہی معاشرہ کو سدھارنے والے ہیں اگر علماء ہی گمراہ ہو گئے تو پھر انکو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا.

(۸۵) اے ابوذرؓ! خدا سے شرم کرو جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اسکی قسم جب میں حاجت کیلئے جاتا ہوں تو وہ فرشتے جو میرے ساتھ ہیں ان سے شرم کی وجہ سے اپنے کپڑے سے منہ چھپالیتا ہوں۔

(۸۶) اے ابوذرؓ! کیا جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا آپ پر میرے والدین قربان ہوں ''ہاں'' رسولؐ نے فرماتے ہیں اپنی خواہشات کو کم کرو اور موت کو اپنی نظروں کے سامنے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے جس طرح حیا کرنے کا حق اس طرح حیا کرو، ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا اے خدا کے رسولؐ! ہم خدا سے حیا کرتے ہیں۔ رسولؐ نے فرمایا اس طرح کی حیا نہیں بلکہ حیا یہ ہے کہ قبور اور مصیبتوں اور شکم اور جو کچھ شکم میں ہے اور سر اور جو کچھ سر میں ہے اس کو فراموش نہ کرو۔ اور جو آخرت میں ملنے والی عزت کو چاہتا ہے وہ زینت دنیا چھوڑ دے پس اگر آپ نے اسی طرح کیا تو خدا کی محبت کو پالو گے۔

(۸۷) اے ابوذرؓ! نیکی کے ساتھ اتنی دعائیں بھی کافی ہیں جتنی کھانے میں نمک۔

(۸۸) اے ابوذرؓ! جو شخص بغیر عمل کے دعائیں کرتا ہے اسکی مثال اس شخص جیسی ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینکے۔

(۸۹) اے ابوذرؓ! خداوند عالم بندہ کی نیکیوں کے سبب اس کے بیٹے اور عورتوں کی برائیوں کو دور کرتا ہے اور اس کو نیکیوں کے دائرہ میں محفوظ رکھتا ہے اور وہ نیکیوں کا دائرہ اس کے اطراف میں تب تک رہتا ہے جب تک وہ اس دائرہ میں ہے اور جب وہ اس دائرہ سے نکل جاتا ہے تو وہ دائرہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

(۹۰) اے ابوذرؓ! تمہارا پروردگار! تین طرح کے لوگوں پر فخر و مباحات کرتا ہے (۱)

وہ آدمی کہ جو صبح کے وقت اونچی جگہ پر جا کر آذان کہتا ہے اور اسکے بعد اقامت کہہ کر نماز میں مشغول ہو جاتا ہے اس کیلئے خداوند عالم اپنے فرشتوں سے کہتا ہے میرے اس بندے کو دیکھو جو نماز پڑھ رہا ہے جس کو میرے سوا کوئی اور نہیں دیکھ رہا ہے پس بحکم خدا ستّر ہزار فرشتے آتے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز بجالاتے ہیں اور اس دن سے آنے والے دن تک اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں. (۲) وہ آدمی جو رات میں اٹھتا ہے اور رات کی تنہائی میں نماز پڑھتا ہے، سجدے کرتا ہے اور سو جاتا ہے تو اس کا سونا بھی سجدہ شمار ہوتا ہے پس خدا اپنے فرشتوں سے کہتا ہے میرے اس بندے کو دیکھو کہ جس کی روح میرے پاس ہے اور بدن سجدہ میں ہے. (۳) وہ آدمی جو دشمن کی طرف بڑھنے والے لشکر جرار میں ہے اسکے ساتھی تو جنگ سے منہ چھپا کر بھاگ جاتے ہیں اور وہ تمام تر استقامت کے ساتھ جنگ کرتا ہے یہاں تک کہ خود قتل ہو جاتا ہے۔

(۹۱) اے ابوذرؓ! کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس نے زمین کے کسی بھی حصہ پر اپنی پیشانی رکھی ہو اور زمین اس کے سجدہ کی گواہی نہ دے، اور کوئی بھی منزل (جگہ) ایسی نہیں ہے کہ جہاں کوئی گروہ رکا ہو وہ جگہ یا تو ان پر درود بھیجتی ہے یا ان پر لعنت کرتی ہے۔

(۹۲) اے ابوذرؓ! کوئی صبح و شام ایسی نہیں کہ جس میں زمین کے بعض حصے دوسرے بعض حصوں سے مخاطب ہو کر یہ نہ کہتے ہوں اے پڑوسی! کیا تم پر سے کوئی آج خدا کا ذکر کرنے والا گزرا ہے یا کوئی ایسا بندہ جس نے تم پر اللہ کے سجدہ کے لئے اپنی پیشانی کو رکھا ہو، ان میں سے کچھ حصے کہیں گے "ہاں" اور کچھ حصے کہیں گے "نہیں" بس جس نے ہاں کہا ہو گا وہ مسرور و خوش ہو گا اور وہ دیکھیں گے کہ اس کو اپنے پڑوسی پر کیا فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

(۹۳) اے ابوذرؓ! جب خدا نے زمین کو اور اس کے جو ما بین ہے خلق کیا تو زمین میں کوئی ایسا درخت نہیں کہ کوئی بنی آدم اس پر پہنچا ہو اور اس سے فائدہ نہ اٹھایا ہو بس یہی حال زمین اور درختوں کا تھا یہاں تک کہ اولاد آدم میں سے ایک فاجر گروہ نے ایک عظیم کلمہ کہا اس کا کہنا ہے کہ خدا نے اپنا بیٹا بنالیا ہے اور جب انہوں نے یہ کہا تو زمین لرز کر رہ گئی اور درختوں کے جو فوائد تھے ختم ہو گئے۔

(۹۴) اے ابوذرؓ! جب کوئی مؤمن مر جاتا ہے تو اس کے غم میں چالیس روز تک زمین روتی ہے۔

(۹۵) اے ابوذرؓ! اگر بندہ کسی ٹیلے پر ہو اور وہ وضو یا تیمّم کرنے کے بعد آذان کہے اور اس کے بعد اقامت کہہ کر نماز میں مشغول ہو جائے تو خداوند عالم فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے پیچھے صف بصف کھڑے ہو جاؤ اس طرح کہ اس کا شمال و یمین نظر نہ آئے وہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اور سجدہ کے ساتھ سجدے اور اس کی دعا پر (آمین) کہتے ہیں۔

(۹۶) اے ابوذرؓ! جس نے اقامت تو کہی لیکن آذان نہیں کہی تو اس کے ساتھ نماز میں سوائے ان دو فرشتوں کے اور کوئی نہ ہوگا جو اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

(۹۷) اے ابوذرؓ! جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھا گویا اس نے کوئی عمل انجام ہی نہیں دیا۔

(۹۸) اے ابوذرؓ! کوئی جوان ایسا نہیں کہ جس نے لذت دنیا اور لہو ولعب کو چھوڑا ہو اور اپنی جوانی کو اطاعت خدا کے سبب ضعیفی میں تبدیل کرلیا ہو مگر یہ کہ خدا نے اس کو بہتّر انبیاء کی عبادتوں کا اجر دیا ہے۔

(۹۹) اے ابوذرؓ! خدا کو فراموش کرنے والوں کے درمیان اس کو یاد کرنے والوں کی منزلت وہی ہے جو میدان جنگ میں بھگوڑوں کے درمیان جم کر لڑنے والوں کی۔

(۱۰۰) اے ابوذرؓ! نیک آدمی کی صحبت میں بیٹھنے والا تنہائی میں بیٹھنے والے سے بہتر ہے اور تنہائی میں بیٹھنا برے آدمی کی صحبت سے بہتر ہے اور خاموش بیٹھنے سے نیک گفتگو اور خاموش بیٹھنا گفتگوئے بد سے بہتر ہے۔

(۱۰۱) اے ابوذرؓ! مؤمن کے علاوہ کسی کو اپنا ہم نشیں نہ بناؤ اور تمہارا کھانا متقی کے سوا کوئی نہ کھائے اور تم فاسقوں کے دستر خوان پر نہ بیٹھو۔

(۱۰۲) اے ابوذرؓ! جس کو تم راہ خدا میں دوست رکھتے ہو اس کو کھانا کھلاؤ اور تم اس کا کھانا کھاؤ جو تمہیں راہ خدا میں دوست رکھتا ہو۔

(۱۰۳) اے ابوذرؓ! خدا ہر گفتگو کرنے والے کی زبان کے نزدیک ہے خدا کیلئے ان لوگوں سے بچو جن کو جانتے ہو کہ وہ کیا کہتے ہیں (یعنی بری گفتگو کرنے والوں سے بچو)

(۱۰۴) اے ابوذرؓ! فضول گفتگو ترک کرو اور تمہاری گفتگو فقط تمہاری حاجت کے مطابق ہو۔

(۱۰۵) اے ابوذرؓ! جو کچھ جھوٹ انسان سے سنا ہے اس کو کہنے سے باز آؤ۔

(۱۰۶) اے ابوذرؓ! زبان سے زیادہ کوئی چیز بھی نگہداری کا حق نہیں رکھتی۔

(۱۰۷) اے ابوذرؓ! اللہ کے نزدیک صاحبان تعظیم تین شخص ہیں (۱) بزرگ اور سن دراز مسلم (۲) حاملان قرآن اور اس پر عمل کرنے والے (۳) سلطان عادل۔

(۱۰۸) عیب جو اور جو تعریف کا حق نہیں رکھتا اس کی تعریف کرنے والے اور بہت زیادہ لڑائی کرنے والے نہ بنو۔

(۱۰۹) اے ابوذرؓ! بداخلاق انسان خدا سے دور رہتا ہے۔

(۱۱۰) اے ابوذرؓ! خوش گوار ایک کلمہ بھی کامل گفتگو ہے اور ہر وہ قدم جو انسان نماز کے لئے اٹھاتا ہے وہی کامل عبادت ہے۔

(۱۱۱) اے ابوذرؓ! جس نے خداوند عالم کی دعوت پر لبیک کہا اور مسجدوں کی اچھی طرح تعمیر کی خدا کی طرف سے اس کے ثواب میں جنت ہے. ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ (ص)! خدا کی مساجد کی تعمیر کیسے کریں؟ رسولؐ نے فرمایا: مساجد میں آوازیں بلند نہ ہوں، اور باطل کی خوض وجستجو نہ کی جائے خرید وفروخت نہ کی جائے اور جب تک مسجد میں رہو ہر لغویات کو ترک کردو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو روز قیامت تمہارا نفس ہی تمہیں ضرور بالضرور ملامت کرے گا۔

(۱۱۲) اے ابوذرؓ! جب تک تم مسجد میں بیٹھے ہو تمہاری ہر ایک سانس کے بدلے خداوند عالم تمہیں جنت میں ایک درجہ دیگا اور فرشتے تم پر درود پڑھتے رہیں گے اور تمہاری ہر سانس کے بدلے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس برائیاں محو کردی جائیں گی۔

(۱۱۳) اے ابوذرؓ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے {اصبروا و صابروا و رابطوا و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون} آل عمران، آیت ۲۰۰ / دین کی تکلیفوں کو جھیل جاؤ اور دوسروں کو برداشت کی تعلیم دو جہاد کیلئے کمریں کس لو اور خدا ہی سے ڈرو تاکہ تم اپنی دلی مرادیں پاؤ، ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا آپ پر میرے والدین فدا ہوں میں نہیں جانتا؟ رسولؐ نے فرمایا نماز کے بعد نماز کے انتظار میں۔

(۱۱۴) اے ابوذرؓ! شدت کے وقت کامل وضو کرنا اور کثرت سے مسجدوں کی طرف

راستہ انہی کی طرف سے ہے، اس طرح عباس نے ابوذرؓ کو اہل مکہ کے ہاتھوں سے نجات دلائی دوسرے دن ابوذرؓ نے یہی عمل انجام دیا اہل مکہ پھر ان کی طرف بڑھے اور ان کو زد وکوب کیا عباس نے دوسرے دن بھی کسی طرح ابوذرؓ کو اہل مکہ سے چھڑایا اس کے بعد ابوذرؓ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے .(۱)

---

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۳ /ص ۳۱۶ بنقل عن استیعاب باب الکنی، اصابہ ج ۴ /ص ۶۲، ۶۳

سابقہ صفحہ کا بقیہ: کروں حالانکہ تم سب کے سب آخر میں اس کی طرف پلٹ جاؤ گے کیا میں اسے چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنالوں ؟! اگر خدا مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ کسی کی سفارش ہی میرے کام آئے گی اور نہ یہ مجھے اس مصیبت سے چھڑا سکیں گے.

اور بعثت انبیاء کی بھی غرض یہی تھی کہ فطرت کے تقاضہ کو پورا کیا جائے جیسا کہ مولائے کائناتؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں { فبعث فیهم رسله و واتر علیهم انبیائه لیستادوهم میثاق فطرته } اللہ نے ان میں اپنے رسول مبعوث کئے اور یک بعد دیگر انبیاء بھیجے تا کہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں.

(۲) ابوذرؓ کی کاوشیں کہ وہ نبیؐ سے اپنے وعدے میں صادق ہونے کی تصدیق کرنا اور اپنے بھائی انیس کو بھیجنا اور اس کے بعد مشقت سفر برداشت کر کے بنفس نفیس مکہ جانا اور تین دن تک مکہ میں رہنے کے باوجود کسی سے کوئی سوال نہ کرنا یہ سب ان کی اس فطرت سلیمہ کا نتیجہ ہی تو تھا جو کہتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے اور اس کے بموجب عمل کیا جائے اور یہ اس قول کی تائید کرتا ہے کہ عقل ہی وہ چیز ہے جو انسان کو حکم دیتی ہے کہ اس کو سیکھو اور اسی کی جستجو میں رہو جو تمہارے لئے فائدہ مند ہو اور اس کے ملتزم ہو جاؤ اور جو نقصان دہ ہے اس سے دوری اختیار کرو بلکہ یہ تو وہ امر فطری ہے کہ جس کو خداوند عالم نے طبیعت انسان میں ودیت فرمایا ہے، کیا تم ایک چھوٹے بچے کو نہیں دیکھتے جب وہ ایک مرتبہ آگ کے پاس جاتا ہے اور اس کے ضرر کو محسوس کرتا ہے تو دوبارہ اس کے پاس جانے کی حماقت نہیں کرتا بلکہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ اس سے دور رہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جانا یہی تو تمہارے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔

(۱۱۵) اے ابوذرؓ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے نزدیک سب سے محبوب ترین وہ بندے ہیں جو حلال کو دوست رکھتے ہیں اور جن کے دل مسجد کی طرف لگے رہتے ہیں اور صبح کے وقت استغفار کرتے ہیں جب میں اہل زمین کے عقاب کا ارادہ کرتا ہوں تو ان کو یاد کرکے ان سے عقاب ہٹا دیتا ہوں۔

(۱۱۶) اے ابوذرؓ! تین شخصوں کے علاوہ ہر ایک مسجد میں بیٹھنے والا فضول میں بیٹھتا ہے (۱) نماز پڑھنے والا (۲) ذکر خدا کرنے والا (۳) علم کے متعلق سوال کرنے والا۔

(۱۱۷) اے ابوذرؓ! تقوے کے ساتھ عمل میں زیادہ اہتمام کرو بجائے اس عمل کے جو بغیر تقوے کے ہو، تقوے کے ساتھ عمل کی اہمیت کم نہیں ہوتی اور بھلا کیسے کم ہو جبکہ اسکے ساتھ تو اعمال کو شرف قبولیت ملتا ہے جیسے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے {انما یتقبل اللہ من المتقین} مائدہ، آیت ۲۷ / بیشک اللہ متقین کے ہی اعمال قبول کرتا ہے۔

(۱۱۸) اے ابوذرؓ! کوئی بھی آدمی صاحبان تقویٰ میں سے نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ اپنے شریک کے محاسبہ سے بہتر طور پر نہ کرے، پس وہ جانے کہ اس کا کھانا پینا اور پہننا حلال سے ہے یا حرام سے؟

(۱۱۹) اے ابوذرؓ! جو شخص یہ پروا نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے کسب کیا ہے تو خدا بھی اس کو جہنم میں داخل کرتے وقت پروا نہیں کریگا کہ کس وجہ سے داخل کر رہا ہوں۔

(۱۲۰) اے ابوذرؓ! تم میں سے خدا کے نزدیک محبوب ترین وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ اس کا ذکر کرتا ہو اور تم میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت خدا کے نزدیک وہی ہے جو زیادہ متقی ہے اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے اور وہی خدا کے

عذاب سے سب سے پہلے نجات پائیگا۔

(۱۲۱) اے ابوذرؓ! متقی وہی حضرات ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں کسی ایسی چیز کے لئے جس کے بارے میں لوگ شبہ کی وجہ سے خدا سے نہیں ڈرتے۔

(۱۲۲) اے ابوذرؓ! جس نے خدا کی اطاعت کی اس نے خدا کو کثرت سے یاد کیا اگر چہ اس کی نمازیں روزے اور تلاوت قرآن کم ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱۲۳) اے ابوذرؓ! دین کی اصل تقویٰ اور اس کا اساس اطاعت ہے۔

(۱۲۴) اے ابوذرؓ! تقویٰ اختیار کرو تا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے بن جاؤ اور تقویٰ ہی تمہارے دین میں سب سے بہتر چیز ہے۔

(۱۲۵) اے ابوذرؓ! فضیلتِ عبادت سے فضیلت علم بہتر ہے اور جان لو اگر تم نمازیں پڑھ پڑھ کر کمان کے مثل بھی ہو گئے اور روزے رکھ رکھ کر کمان کی تانت جیسے بھی ہو گئے تو تمہاری نمازیں و روزے تمہیں تقوے کے بغیر فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

(۱۲۶) اے ابوذرؓ! زمین پر صاحبان تقویٰ و زہد ہی اللہ کے ولی ہیں۔

(۱۲۷) اے ابوذرؓ! روز قیامت جو شخص تین چیزوں کے ساتھ نہیں آئیگا وہ نقصان میں رہے گا، ابوذرؓ کہتے ہیں اے خدا کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟ رسولؐ نے فرمایا (۱) تقوی؛ جس نے اس کو خدا کے حرام کئے سے روکا ہے (۲) حلم؛ جس نے اس کو بے وقوف کی جہالت سے روکا ہے (۳) اخلاق؛ جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آیا ہے۔

(۱۲۸) اے ابوذرؓ! اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہو جاؤ تو اللہ پر توکل کرو اور اگر چاہتے ہو کہ سب سے زیادہ صاحب عزت ہو جاؤ تو تقویٰ الٰہی اختیار

کرو، اور اگر سب سے زیادہ دولت مند ہونا چاہتے ہو تو جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو کمتر جان کر، اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کی وجہ سے زیادہ ثقہ تر ہو جاؤ۔

(۱۲۹) اے ابوذرؓ! اگر تمام کے تمام انسان اس آیت پر عمل کرتے تو ان کیلئے یہی کافی ہوتی {و من یتقی اللہ یجعل لہ مخرجاًو یرزقہ من حیث لا یحتسب، ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدراً} طلاق، آیت ۳/ جو خدا سے ڈرے تو خدا اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیگا اور اس کو ایسی جگہ سے دیگا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو خدا پر بھروسہ کرتے ہیں تو وہ ان کے لئے کافی ہے بیشک خدا اپنے امر کو پورا کرنے والا ہے بتحقیق خدا ہر چیز کا ایک انداز مقرر کر چکا ہے۔

(۱۳۰) اے ابوذرؓ! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے جو میرا بندہ اپنی خواہش پر میری خواہش کو ترجیح دے تو میں اس کو اس کے نفس سے مستغنی کر دیتا ہوں اور آخرت میں اس کے ہم و غم کو ختم کر دیتا ہوں اور زمین و آسمان اس کے رزق کے ضامن ہو جاتے ہیں اور اس کے پیشہ کو اس کے لئے کافی کر دیتا ہوں اور میں اس کے لئے ہر تاجر کی تجارت کی نگہبانی کرتا ہوں۔

(۱۳۱) اے ابوذرؓ! اگر ابن آدم اپنے رزق سے اس طرح بھاگے جس طرح موت سے بھاگتا ہے تو تب بھی اس کا رزق اس تک پہنچ ہی جاتا ہے جس طرح موت اس تک پہنچ جاتی ہے۔

(۱۳۲) اے ابوذرؓ! کیا میں تمہیں چند کلمات نہ سکھا دوں جن کی وجہ سے خداوند عالم تمہیں فائدہ پہنچائے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا "ہاں" یا رسول اللہ (ص)! رسولؐ نے

فرمایا خدا کا ورد کرو تو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے، آسودگی زندگی میں اس کو یاد رکھو وہ مصیبتوں میں تمہیں یاد رکھے گا اور اگر دستِ سوال دراز کرو تو فقط خدا کے سامنے اور اگر تم مستغنی ہو تو خدا کے لئے، بیشک جو کچھ قیامت میں ہونے والا ہے اس کو قلم لکھ چکا ہے اگر تمام مخلوق خدا اس کوشش میں لگ جائے کہ تمہیں کسی چیز سے فائدہ پہنچائے تو بھی خداوند عالم اس کو تمہارے لئے نہیں لکھے گا اور وہ مخلوق تمہیں فائدہ پہنچانے پر قادر نہیں ہو گی، اگر تم اللہ کے لئے رضا اور یقین کے ساتھ عمل کرنے پر قادر ہو تو کر گزرو اور اگر تم اس پر قادر نہیں تو صبر سے کام لو، بیشک صبر میں تمہارے نا چاہنے کے باوجود بہت بھلائی ہے، اور ظفر یابی صبر کے ساتھ، خوشی غم کے ساتھ اور تنگی کشادگی کے ساتھ ہے۔

(۱۳۳) اے ابوذرؓ! اللہ کی کفایت پر تم بھی مستغنی ہو جاؤ. ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! اس کفایت سے مراد کیا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا دن اور رات کا کھانا، اے ابوذرؓ! جس نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کی امیر ترین انسان وہی ہے۔

(۱۳۴) اے ابوذرؓ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں کسی بھی صاحب علم وحکمت کے کلام کو قبول نہیں کر سکتا مگر یہ کہ اس کا ارادہ ومنشا دیکھتا ہوں اگر اس کا ارادہ ومنشا صرف اس کیلئے ہے جس کو میں دوست رکھتا ہوں اور جس سے راضی رہتا ہوں تو اسکی خاموشی کو بھی اپنی حمد و توقیر قرار دیتا ہوں۔

(۱۳۵) اے ابوذرؓ! خداوند عالم تمہارے چہرے اور اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

(۱۳۶) اے ابوذرؓ! تقویٰ یہاں ہے کہتے ہوئے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔

(۱۳۷) اے ابوذرؒ! چار چیزیں مؤمن کے سوا کسی تک نہیں پہنچتیں (۱) خاموشی، یہ پہلی عبادت ہے (۲) تواضع، صرف اللہ کے لئے (۳) ہر حال میں ذکر خدا (۴) تھوڑی چیز یعنی تھوڑا مال۔

(۱۳۸) اے ابوذرؒ! نیکی کا ارادہ کرو اگرچہ تم اس کو پورا نہ بھی کر سکو تا کہ تمہیں غافلوں میں شمار نہ کیا جائے۔

(۱۳۹) اے ابوذرؒ! جس نے اپنی شہوت اور زبان پر قابو پالیا گویا وہ جنت میں داخل ہو گیا، ابوذرؒ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہماری زبانوں کی وجہ سے ہم سے مواخذہ نہیں کیا جائیگا؟ رسولؐ نے فرمایا اے ابوذرؒ! کیا لوگوں کو گدی سے پکڑ کر جہنم میں نہ ڈالا جائیگا؟ مگر ان کی زبان کے نتیجہ کی وجہ سے، آپ جب تک خاموش رہیں گے سالم رہیں گے اور اگر زبان کھولی تو یا تو تمہارے فائدے میں لکھا جائیگا یا تمہارے نقصان میں۔

(۱۴۰) اے ابوذرؒ! اگر آدمی ایک کلمہ بھی خدا کی خوشنودی کی خاطر نکالے تو خدا کے فرشتے اس کے لئے اس کا اجر قیامت تک لکھتے رہیں گے اور اگر کوئی شخص ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے اس لئے نکالے کہ حاضرین مجلس اس کو سن کر ہنسیں تو اس کو جہنم میں اتنی دور گرایا جائیگا جتنی دوری زمین و آسمان کی ہے۔

(۱۴۱) اے ابوذرؒ! تف ہے اس پر جو لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولتا ہے، تف ہے اس پر، تف ہے اس پر، تف ہے اس پر۔

(۱۴۲) اے ابوذرؒ! جس نے سکوت کیا اس نے نجات پائی اور سچ بولنا تم پر لازم ہے خبردار! تمہاری زبان سے جھوٹ کبھی نہ نکلے۔ ابوذرؒ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! جس نے سوچ سمجھ کر جھوٹ بولا ہے تو اسکی توبہ کیا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا استغفار اور پانچ

وقت کی نماز ہی اس نجاست کو دھو سکتی ہے۔

(۱۴۳) اے ابوذرؓ! غیبت سے بچو! غیبت زنا سے بھی بڑا جرم ہے ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا اے خدا کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ کس لئے؟ رسولؐ نے فرمایا کیونکہ مرد زنا کرتا ہے اور خدا سے اس کی توبہ کرتا ہے تو خداوند عالم اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے لیکن غیبت اس وقت تک معاف نہیں کی جاتی جب تک وہ شخص معاف نہ کردے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

(۱۴۴) اے ابوذرؓ! مسلمانوں کو گالی دینے والے فاسق ہیں اور ان سے قتال کرنا کفر ہے (اور غیبت کے ذریعہ) ان کا گوشت کھانا خدا کی معصیت ہے اور اس کے مال کو کھانا بالکل اسی طرح حرام ہے جس طرح اس کا خون بہانا حرام ہے ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا اے خدا کے رسولؐ! غیبت کیا ہے؟ رسولؐ نے جواب دیا تمہارا مسلم بھائی جس ذکر کو نہیں چاہتا اس کا تذکرہ کرنا۔ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا اے خدا کے رسولؐ! جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا ہے اگر وہ اس میں پایا جاتا ہے تو؟ رسولؐ نے فرمایا! مان لو اگر تم نے وہ بیان کیا ہے جو اس میں پایا جاتا ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر تم نے جو کچھ کہا ہے وہ اس سے مبرّا ہے تو تم نے اس پر بہتان باندھا ہے۔

(۱۴۵) اے ابوذرؓ! جس کسی نے بھی اپنے مسلم، مؤمن بھائی کی غیبت کی مدافعت کی تو خدا پر اس کا حق ہے کہ وہ جہنم سے اس کو آزاد کردے۔

(۱۴۶) اے ابوذرؓ! جس کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت ہو رہی ہو اور وہ اس کو روکنے پر قادر ہو اور اس کو روک دے تو خداوند عالم اس کا دنیا و آخرت میں ناصر و مددگار ہوگا اور اگر وہ قادر تو ہے لیکن نہ روکے تو خدا بھی دنیا و آخرت میں اس کی نصرت نہیں کرے گا۔

(۱۴۷) اے ابوذرؓ! آخرت میں چغلخور عذاب خدا سے فرصت نہ پائیگا، اے ابوذرؓ! جو شخص دنیا میں دو چہرے اور دو زبان رکھتا ہوگا وہ جہنم میں بھی دو زبان رکھے گا۔

(۱۴۸) اے ابوذرؓ! مجلس میں مؤمنین کے درمیان ہوئیں باتیں امانت ہیں اور تمہارا کسی کے راز کو ظاہر کرنا خیانت ہے اس سے پرہیز کرو اور خاندانی میٹنگوں سے بھی پرہیز کرو۔

(۱۴۹) اے ابوذرؓ! خبردار اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق نہ کرو کیونکہ قطع تعلق کرنے والوں کے اعمال قبول نہیں ہوتے اور قطع تعلق کرنا اگر کسی بناء پر ضروری بھی ہوگیا ہے تو تین دن سے زیادہ نہ ہو اگر کسی نے اپنے بھائی سے قطع تعلق کیا اور وہ مرگیا تو جہنم اس کے لئے حق اولویت رکھتی ہے۔

(۱۵۰) اے ابوذرؓ! جو شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگ اسکے احترام میں کھڑے رہیں تو اسکا ٹھکانا جہنم ہے۔

(۱۵۱) اے ابوذرؓ! اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر تھا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا مگر یہ کہ اس نے موت سے قبل توبہ کر لی ہو، پس ایک آدمی نے کہا اے خدا کے رسولؐ! میں خوبصورتی کو دوست رکھتا ہوں یہاں تک کہ چاہتا ہوں کہ میرے چابک کے دستے کا دھاگا اور جوتے کا تسمہ بھی خوبصورت ہو کیا یہ میرے لئے صحیح ہے یا غلط؟ رسولؐ نے جواب دیا اس میں نیت کو دیکھا جائیگا اس شخص نے کہا حق کی معرفت رکھتے ہوئے نیت صاف ہے اور اس کے متعلق میں خدا کی طرف سے مطمئن ہوں رسولؐ نے فرمایا پھر یہ تکبر میں شمار نہیں ہوگا بلکہ تکبر یہ ہے کہ حق کو نظر انداز کرو دوسری جانب تجاوز کروتا کہ لوگوں کو دکھاؤ، اور تمہارا مقصد صرف یہ ہو کہ کسی کی بھی عزت

وآبرو و جان میری عزت وآبرو جان جیسی نہیں۔

(۱۵۲) اے ابوذرؓ! اکثر دوزخ میں داخل ہونے والے متکبر حضرات ہونگے ایک شخص کہتا ہے اے خدا کے رسولؐ! کیا تکبر سے کوئی نجات بھی پائیگا؟ جواب دیا "ہاں" وہ شخص جس نے اون کا کپڑا پہنا ہوگا گدھے پر سوار ہوا ہوگا، بکری کا دودھ نکالا ہوگا، اور مسکین و نادار کے ساتھ بیٹھتا ہوگا۔

(۱۵۳) اے ابوذرؓ! جس نے اپنا بار خود اٹھایا وہ تکبر سے بچ گیا۔

(۱۵۴) اے ابوذرؓ! جس نے اپنے لباس کو متکبرانہ انداز میں ادھر ادھر کیا تو ایسے شخص کی طرف خداوند عالم دیکھے گا بھی نہیں۔

(۱۵۵) اے ابوذرؓ! مؤمن کا تہہ بند آدھی پنڈلی تک ہونا چاہئے اور آدھی ٹانگ سے لیکر پیر کے اوپری حصہ تک بھی ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۵۶) اے ابوذرؓ! جس نے دامن میں پیوند لگایا ہو جوتا سلا ہو پیشانی کو خاک آلود کیا ہو تو وہ بے شک تکبر سے بچ گیا۔

(۱۵۷) اے ابوذرؓ! جسکے پاس دو قمیصیں ہوں ایک خود پہنے اور دوسری اپنے مسلم بھائی کو پہنائے۔

(۱۵۸) اے ابوذرؓ! عنقریب میری امت میں کچھ ایسے انسان ہونگے جو عیش وعشرت میں پرورش پائیں گے اور نعمتوں کو کھائیں گے اور ان کا اہتمام زندگی ہی مختلف قسم کے کھانے اور پینے کی چیزوں کے لئے ہوگا اور اچھے کلام سے اگر ان کی تعریف کی جائے گی تو وہ اس کو اور زیادہ سننا پسند کریں گے یہی میری امت کے بدترین لوگ ہیں۔

(۱۵۹) اے ابوذرؓ! جو شخص اچھا پہننے پر قادر ہے لیکن اس نے اس کو اللہ کی تواضع کے

لئے ترک کر دیا تو خداوند عالم اس کو عزت و آبرو کا حلہ پہنائے گا۔

(۱۶۰) اے ابوذرؓ! سعادت ہے اس شخص کے لئے جو خدا کیلئے کسی چیز کی کمی نہ ہونے کے باوجود تواضع کرے، مسکین نہ ہونے پر بھی اپنے آپ کو ذلیل جانے، اور جو مال اس نے حلال طریقہ سے کمایا ہے اس کو راہ خدا میں صرف کرے اور مسکین و نادار پر رحم کرے، اہل فقہ اور صاحبان حکمت سے تعلق رکھے، اور سعادت ہے اس کیلئے جس نے اپنے علم کے بموجب عمل کیا اور اپنے زائد مال سے (راہ خدا میں) خرچ کیا اور اپنی زبان کو زیادہ بولنے سے بچایا، اور سعادت ہے اس کیلئے جس نے اپنے باطن کو پاک اور ظاہر کو اچھا کر لیا اور لوگوں کی برائیوں سے جدا ہو گیا۔

(۱۶۱) اے ابوذرؓ! نیچے سخت لباس پہنو اور اوپر پرانے کپڑے پہنو تا کہ فخر تم میں اپنا راستہ نہ بنا سکے۔

(۱۶۲) اے ابوذرؓ! آخری زمانے کے کچھ لوگ سردی و گرمی میں بال کے کپڑے پہنیں گے اور اس سے دوسروں پر اپنی فضیلت و بلندی جتائیں گے ایسے ہی لوگ تو ہیں جن پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

(۱۶۳) اے ابوذرؓ! کیا میں تمہیں صاحبان جنت کے بارے میں نہ بتا دوں؟ ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے کہا: ہاں اے خدا کے رسولؐ! رسولؐ نے فرمایا جو پھٹے حال، گرد آلود کپڑے پہننے والا ہو گا جسکی کوئی پروا نہیں کرتا ہو گا، ہاں اگر وہ کسی امر کے لئے قسم کھالے تو خدا اس کو ضرور پورا کرے گا۔

بحمد اللہ تعالیٰ

مصادر الکتاب

قرآن کریم

۱	اعیان الشیعہ	سید محسن امین/تحقیق حسن امین	بیروت-دار التعارف
۲	ارشاد	شیخ مفید	بیروت-مؤسسۃ الاعلمی
۳	اصابہ	ابن حجر عسقلانی	تصویر طبع/۱۳۲۸ ہجری
۴	استیعاب (اصابہ کا حاشیہ)	ابن عبد البر	تصویر طبع/۱۳۲۸ ہجری
۵	اصل الشیعہ واصولھا	شیخ محمد حسین کاشف الغطاء	بیروت-دار التعارف
۶	ابوذر غفاری	شیخ عبداللہ سبیتی	تصویر طبع-لبنان
۷	تاریخ الامم والملوک	محمد ابن جریر طبری	تصویر طبع
۸	تاریخ یعقوبی	احمد ابن ابی یعقوب	دار صادر-دار بیروت
۹	تنبیہ الخواطر	ابوالحسین ورام	مطبع حیدریہ-نجف
۱۰	ثورۃ الحسین	شیخ محمد مھدی شمس الدین	بیروت-دار التعارف
۱۱	تاریخ جبل عامل	شیخ محمد تقی الفقیہ	بغداد-دار الساعۃ
۱۲	حق الیقین	سید عبداللہ شبر	بیروت-دار الکتاب الاسلامی
۱۳	حیات الامام الحسن	شیخ باقر قرشی	نجف، آداب
۱۴	حیات الحیوان الکبریٰ	کمال الدین دمیری	بیروت-مکتبۃ الاسلامیہ
۱۵	خصال	صدوق ابوجعفر محمد ابن علی	بیروت-دار التعارف
۱۶	رجال	بحر العلوم سید محمد مھدی	نجف-آداب
۱۷	سیرت مصطفیٰ	سید ہاشم معروف	بیروت-دار قلم
۱۸	سیرہ آئمہ اثناعشر	سید ہاشم معروف	بیروت-دار قلم
۱۹	شرح نہج البلاغہ	ابن ابی حدید (تحقیق محمد ابوفضل ابراہیم)	مصر

جناب ابوذرؓ کی بیباکی سے متعلق اس حکایت کا ذکر بیجا نہ ہوگا جسے ابوذرؓ نے یوں بیان کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت خانہ کعبہ کا طواف کر رہی ہے اور ساتھ ہی بہت اچھی دعا کر رہی ہے اور طلب مطلوب کر رہی ہے آخر میں کہا اے اساف اور نائلہ (یہ دونوں قریش کے بت تھے ایک مرتبہ یہ دونوں حج کرنے کے لئے مکہ آئے تھے جب کعبہ میں داخل ہوئے دیکھا کہ کعبہ لوگوں سے خالی ہے انہوں نے موقع غنیمت جان کر فجور کیا اور اسی سبب دونوں مسخ ہو کر پتھر ہو گئے صبح کو جب حجاج آئے تو ان دونوں کو پتھر بنا ہوا پایا انہوں نے ان دونوں پتھروں کو ایک جانب رکھ دیا تا کہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں پھر دوسرا ایسا عمل نہ کرے لیکن جب کافی عرصہ گزر گیا تو قریش نے دوسرے بتوں کی طرح ان کی عبادت بھی شروع کر دی) ابوذرؓ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تم ان دونوں کا نکاح کر دو اس پر وہ عورت ابوذرؓ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تم وہی ہو نہ جس نے اپنا دین بدلا ہے اتنے میں قریش سے کچھ جوان آئے اور ابوذرؓ کو زد وکوب کرنے لگے اسی دوران بنی بکر سے کچھ لوگوں نے آکر ابوذرؓ کی مدد کی اور بچا لیا۔

سابقہ صفحہ کا بقیہ: (۳) حضرت علیؑ کا ابوذرؓ کو خاموشی سے رسول اللہ (ص) کے پاس پہچانے کا طریقہ تا کہ مشرکین ان کی حرکات و مقاصد سے آگاہ نہ ہوسکیں حالانکہ ابھی آپ حد بلوغ کو نہ پہنچے تھے یہ بات حضرت علیؑ کی باریک بینی پر دلالت کرتی ہے اور ایک امتیاز واضح کر دیتی ہے ان کے اور ان بزرگ حضرات کے درمیان جو زندگی کے تمام تجربوں کے بعد بھی اپنی عقل و تدبیر سے اس طرح کے کام نہ لے سکے اور ابوذرؓ جیسے حکیم اور شناور انسان جو کہ رسولؐ کے دعوے کی حقیقت جاننے کے لئے نکلے تھے ان کا علیؑ پر بھروسہ کرنا اور انکی دعوت کو قبول کرنا اور انکے گھر مہمان ہو جانا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ علیؑ میں وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے جو دوسروں میں نہیں دیکھا جا سکا ہے وہ سن و سال میں وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

۲۰	شعر الحرب فی عصر جاہلی	ڈاکٹر علی جندی	بیروت - دار مکتبۃ جامعہ عربیہ
۲۱	شیعہ وفنون اسلام	سید حسن صدر	بیروت - دار المعرفہ
۲۲	صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	بیروت - دار الفکر
۲۳	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن حجاج	بیروت - دار الفکر
۲۴	صواعق المحرقہ	ابن حجر	مصر
۲۵	عثمان ذوالنورین	عباس محمود عقاد	طبع مصر - دار عروبہ
۲۶	عقائد امامیہ	شیخ محمد رضا مظفر	قم منشورات قسم العربی
۲۷	غدیر	شیخ عبدالحسین امینی	بیروت - دار الکتاب العربی
۲۸	فرائد السمطین	ابراہیم بن محمد بن مؤید جوینی	بیروت - مؤسسۃ المحمودی
۲۹	فروع کافی	محمد ابن یعقوب کلینی	طہران - دار الکتب اسلامی
۳۰	تاریخ کامل	عزالدین ابن اثیر	بیروت - دار صادر
۳۱	متن اللغہ	شیخ احمد رضا	بیروت - دار مکتبۃ الحیات
۳۲	مجمع البیان	ابوعلی فضل طبرسی	بیروت - دار احیاء التراث العربی
۳۳	مروج الذہب	علی ابن حسین مسعودی	بیروت - دار اندلس
۳۴	معجم البلدان	یاقوت بن عبداللہ حموی	بیروت - دار احیاء التراث العربی
۳۵	معجم رجال الحدیث	سید ابوالقاسم الخوئی	نجف - آداب
۳۶	معانی الاخبار	صدوق ابوجعفر محمد بن علی	بیروت - دار التعارف
۳۷	مستدرک علی صحیحین	حاکم نیشاپوری (محمد بن عبداللہ)	ریاض - مکتبہ النصر حدیثہ
۳۸	تفسیر میزان	سید محمد حسین طباطبائی	بیروت - مؤسسۃ الاعلمی
۳۹	نہج البلاغہ	کلام امیر المومنین علیؑ	بیروت - الاعلمی
۴۰	نصائح کافیہ	محمد بن عقیل	بغداد - مکتبۃ النجاح
۴۱	الواعظ	محمد علی ربانی	نجف - مطبع نعمان

''حضرت ابوذرؓ غفاری صحابیٔ رسولؐ کی ذات گرامی تاریخوں میں چھپی ہوئی ہے اور صدیاں گذرنے کے بعد بھی اس بہترین اسلامی کردار سے مسلمان ناواقف تھے مؤلف نے بڑی جانفشانی سے حضرت ابوذر غفاریؓ کے انقلابی افکار واعمال اور پاکیزہ کردار کو تاریخ کے گوشہ وکنار سے جمع کر کے بہترین تالیف کی ہے۔''

مولانا محمد حسین معروفی (مقیم لندن)

''مولانا امیر عباس باقری قابل ستائش اور مبارک باد ہیں کہ انھوں نے جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری پر حجت السلام و مسلمین محمد جواد آل الفقیہ کی گراں قدر اور مفید کتاب کا اردو میں ترجمہ پیش کر کے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے۔ فا[رسی] زبان میں اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو اس کی افادیت اور مقبولی[ت کا] ثبوت ہیں۔ خدا کرے اردو زبان کے قارئین بھی اس سے خاطر خواہ استفادہ کری[ں] جلد ہی مولانا شبیر حسن زینبی اس کے مزید ایڈیشن منظر عام پر لانے کی ضرورت محس[وس] فرمائیں۔''

سید محمود نقوی

(ایڈیٹر 'حدیث دل' دہلی)

ابوذرؓ رسول اسلامؐ کے پاس آئے اور کہا اے خدا کے رسول! قریش نے مجھے مارا ہے میں ان سے بدلہ لئے بغیر ان کو نہیں چھوڑوں گا۔

ابوذرؓ مکہ سے نکل کر عسفان (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے چھتیس میل دور ہے) میں قیام کیا اور جس وقت بھی قریش کا کوئی قافلہ اس طرف سے گزرتا تھا اور ان کے پاس اشیائے خوردنی ہوتی تھی تو آپ منزل ثنیۃ غزال تک ان کا پیچھا کر کے اشیائے خوردنی کو ان کے قبضہ سے لیکر ان سے کہتے تھے کہ کوئی اس وقت تک ہاتھ نہیں لگا سکتا جب تک کہ لا الہ الا اللہ نہیں کہے گا وہ لا الہ الا اللہ کہتے تھے اور اپنا مال واپس لیتے تھے۔(۱)

---

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ص ۳۲۰، ۳۲۱.

سابقہ صفحہ کا بقیہ: امیر المؤمنینؑ کا مقصد اک طرف تو ابوذرؓ کی حفاظت تھا اور دوسرے یہ کہ مشرکین ان کی حرکات وسکنات سے ان کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں جبکہ تقاضۂ وقت یہ تھا کہ لوگوں کو کثرت سے دین حنیف میں داخل کیا جائے.

(۴) موقف علیؑ ہمارے سامنے ایک تصویر اور پیش کرتا ہے وہ یہ کہ ایسا جوان جو ابھی حد بلوغ کو بھی نہیں پہنچا ہے ابوذرؓ کو اپنا مہمان بناتا ہے اور اس کے بعد بڑی رازداری و ہوشیاری سے رسول اللہ (ص) کی خدمت میں پہنچانے میں مدد کرتا ہے اور تین دن تک بغیر کسی سوال کے مہمان کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور یہ سب اس لئے تا کہ مہمان یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ میزبان میرے وجود سے تنگ دل ہو گیا یا اکتا گیا ہے دوسرے یہ کہ مہمان اس شہر سے مانوس ہو جائے اور ذہنی طور پر سکون پالے جس طرح جسمی طور پر سکون پانا ضروری تھا تا کہ تمام تر بصیرت و اطمینان کے ساتھ اپنی اس حاجت کو بیان کرے جس کی وجہ سے اس نے اس شہر کا رخ کیا ہے.

(۵) ابوذرؓ کا اپنے اسلام لانے کو ظاہر کرنا اور مشرکوں کے ظلم و اہانت سے دوچار ہونا ہمارے لئے

جب ابوذرؓ اپنی قوم میں واپس ہوئے تو رسول اللہ (ص) کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو ایمان باللہ کی دعوت، بت پرستی سے پرہیز اور رسالت پر ایمان رکھنے کا حکم دیتے رہے نتیجہ میں سب سے پہلے آپ کے بھائی انیس نے اسلام قبول کیا پھر ان کی والدہ ایمان لائیں بالآخر بنی غفار کا آدھا قبیلہ ایمان لے آیا اور باقی آدھے قبیلہ نے یہ شرط رکھی کہ رسول اللہ (ص) مدینہ تشریف لائیں گے تو ہم اسلام لائیں گے۔

ایک تصویر اور پیش کرتا ہے وہ یہ کہ اسلام کی اہمیت ان کے نزدیک ایسی ہے کہ اس کے لئے ہر ایک قربانی دے سکتے ہیں اور دوسرا رخ یہ ہے کہ دعوت اسلام سے قریش مکہ کس قدر برانگیختہ ہیں یہاں تک کہ یہ بھول گئے کہ ہم کس پر ظلم کر رہے ہیں جبکہ ممکن تھا کہ مستقبل میں ان کی تجارت شام کے لئے یہ سب کچھ دشواریاں کھڑی کر سکتا ہے جس سے ان کے اقتصادی حالات بگڑ سکتے ہیں یہ سب بھول کر ان پر ظلم کرتے تھے اور پھر ان کو کسی جذبۂ انسانی کے تحت نہیں چھوڑا کرتے تھے بلکہ وہی اقتصادی اسباب پیش نظر آجاتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا یہ ظلم کرنا صرف ان کی انانیت کے سوا اور کسی دوسرے سبب سے نہیں تھا اور انسان کی انانیت سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کی فکر پر پردہ ڈال دیتی ہے اور اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے واضح و روشن حق بھی نظر نہیں آتا۔

(۶) ابوذرؓ کا اپنے اعلان اسلام سے مقصد یہ تھا کہ شوکت مشرکین ریزہ ریزہ ہو جائے اور بظاہر یہ اعلان تھا کہ اے جبروتی طاقتوں تمہارے خلاف مورچہ بندھ چکا ہے اور مسلمانوں کے دلوں سے خوف کو نکال کر یہ بتانا چاہتے تھے کہ اب تم خطروں سے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ، تمہارے سامنے راہ حق میں قربانیاں دینے کی یہ ایک چھوٹی سی زندہ مثال ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتے تھے جو اسلام کی طرف مائل ہو رہے تھے یا مسلمانوں سے تھوڑی بہت مروت و محبت رکھتے تھے۔

(۷) جو کچھ قریش نے ابوذرؓ کے ساتھ کیا اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ ان کے اور رسول اللہؐ کے درمیان جنگ چھڑ گئی تھی بلکہ انہوں نے ابوذرؓ کے تصرفات میں اپنے لئے ایک چیلنج محسوس کیا اور اپنے شرف و منزلت پر حملہ تصور کیا اور شاید ابوذرؓ کی اذیت رسانی کے ماوراء ان کا مقصد یہ رہا ہو کہ پھر

صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں مکہ سے واپس اپنے بھائی انیس کے پاس آیا تو بھائی نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ میں نے جواب دیا مجھے جو کرنا تھا کر گزرا یعنی اسلام لے آیا اور اس کی تصدیق کی، انیس نے کہا میرا جھکاؤ بھی آپ کے دین کی طرف ہے اسکے بعد ہم دونوں بھائی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ماں نے کہا میں بھی تم دونوں کے دین میں رغبت رکھتی ہوں اور میں بھی اسلام لاتی ہوں نیز تصدیق

کوئی دوسرا ایسی جرأت نہ کر سکے ان کے دلوں میں اپنا خوف قائم رکھنا تھا جس کے سبب دوسرے حضرات اسلام میں داخل ہونے کی نہ سوچیں.

(۸) اپنی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے ابوذرؓ نے انتقام کا قدم اٹھایا تا کہ قریش یہ جان لیں کہ ان کیلئے ممکن نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس کے ساتھ جس طرح ان کا دل چاہے ویسا برتاؤ کریں بلکہ دوسرے بھی اس کا جواب اسی طرح دے سکتے ہیں اگر چہ فی الحال ان کے پاس وسائل بہت کم ہیں.

(۹) ابوذرؓ کا دو قبیلوں کو دعوت اسلام دینا اور اس میں کامیاب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ دور کی سوچنے والے عاقل لبیب تھے اور آسمانی پیغامات جن کو انہوں نے مرحبا کہہ کر قبول کیا ہے ان کے مقاصد کو مکمل طور پر سمجھا ہے اور اس کی ضرورت کو کما حقہ جاننے کے بعد اپنی مہم شروع کی ہے۔ (مترجم)

اسلام ابوذرؓ کے متعلق ایک روایت اور ملتی ہے:

کلینیؒ نے معتبر اسناد سے حضرت امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں آگاہ کروں کہ سلمانؓ اور ابوذرؓ کیونکر مسلمان ہوئے اس نے کہا کہ سلمانؓ کے اسلام لانے کی کیفیت سے مطلع ہوں ابوذرؓ کے مسلمان ہونے کے حالات بیان فرمایئے (اس نے غلطی کی کہ حضرتؐ سے دونوں بزرگوں کے حالات دریافت نہ کئے) یہ سنکر حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ ابو بطن مرکہ (جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے) میں اپنی بھیڑوں کو چرایا کرتے تھے ناگاہ داہنی جانب سے ایک بھیڑیا ان کی گوسفندوں پر جھپٹا ابوذرؓ نے اپنے عصا سے اس کو بھگا دیا پھر وہ بائیں طرف سے حملہ آور ہوا ابوذرؓ نے اپنا عصا اس کو مارا اور کہا تجھ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

کرتی ہوں اس کے بعد ہم نے اپنی قوم بنی غفار کے سامنے ماجرا بیان کیا تو آدھی قوم اسلام لے آئی اور باقی آدھی نے کہا کہ اگر رسول اللہ (ص) مدینہ تشریف لائیں تو ہم بھی اسلام قبول کرلیں گے، کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ (ص) مدینہ تشریف لائے تو باقی آدھی قوم نے بھی دین اسلام قبول کرلیا اور قبیلہ اسلم کے لوگ بھی رسول اسلامؐ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمارے بھائی (بنی غفار) جس پر اسلام لائے ہیں ہم بھی اس پر اسلام لاتے ہیں اور اس طرح انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا، رسول اسلامؐ نے فرمایا :بنی غفار کی خدا مغفرت کرے اور قبیلہ بنی اسلم کو خدا صحیح و سالم رکھے۔ (۱)

(۱) صحیح مسلم ج ۴ /ک فضائل ص ۱۹۲۲.

سابقہ صفحہ کا بقیہ: بڑھ کر خبیث میں نے کوئی بھیڑیا نہیں دیکھا، تو وہ بھیڑیا باعجاز گویا ہوا اور کہا واللہ اہل مکہ مجھ سے بدتر ہیں خداوند عالم نے ان کی طرف ایک پیغمبرؐ بھیجا اور وہ اس کو دروغ سے نسبت دیتے ہیں اور اس کو برا بھلا کہتے ہیں جناب ابوذرؓ نے جب اس سے یہ کلام سنا تو اپنی زوجہ سے کہا کہ کچھ زادسفر ولوٹا اور عصا لاکر مجھے دے دو، یہ چیزیں لیکر آپ پیدل مکہ کی جانب روانہ ہوئے تا کہ جو خبر بھیڑیے سے سنی تھی اس کی تصدیق کریں غرض نہایت تکلیفیں اور سختیاں برداشت کرکے اور دور دراز کی مسافت طے کرکے داخل مکہ ہوئے وہ اس وقت بہت پیاسے تھے چاہ زمزم پر پہنچ کر ایک ڈول پانی کھینچا تو دیکھا کہ وہ ڈول دودھ سے بھرا ہوا ہے ان کے دل میں گزرا کہ یہ اس خبر کی گواہی ہے جو بھیڑیے نے دی ہے اور (یہ بھی آنحضرتؐ کے معجزہ میں سے ہے) غرض وہ دودھ پیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں آئے وہاں قریش کی جماعت کو دیکھا جو ایک دوسرے کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں یہ بھی انہیں کے پاس بیٹھ گئے وہاں وہ لوگ آنحضرتؐ کو برا بھلا کہہ رہے تھے جیسا کہ بھیڑیے نے اطلاع دی تھی اور دن بھر وہ اسی میں مشغول رہے شام کے قریب وہاں حضرت ابوطالبؑ آئے جب ان کی نگاہیں جناب ابوطالبؑ پر پڑیں تو آپس میں بولے خاموش ہو جاؤ کہ حضرتؐ کے چچا آرہے ہیں غرض وہ آنحضرتؐ کی مذمت سے باز آئے جب حضرت ابوطالبؑ وہاں پہنچے (باقی اگلے صفحہ پر)

خلاصہ کلام: ابوذرؓ ان حضرات میں سے ہیں جو اوائل اسلام میں اسلام لائے ان کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ چوتھے اسلام قبول کرنے والے شخص تھے اور بعض نے پانچواں کہا ہے۔

سابقہ صفحہ کا بقیہ: وہ سب ان سے باتیں کرنے لگے شام کو جب ابو طالبؑ ان کے پاس سے اٹھے ابوذرؓ کہتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا انہوں نے میری جانب مڑ کے فرمایا تمہاری کیا حاجت ہے؟ میں نے کہا میں اس پیغمبرؐ کی تلاش میں آیا ہوں جو آپ لوگوں کے درمیان مبعوث ہوا ہے سوال کیا ان سے کیا کام ہے؟ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان پر ایمان لاؤں اور جو کچھ وہ فرمائیں ان کی سچائی کا اقرار کروں اور ان کی اطاعت و تابعداری کروں فرمایا کیا تم ضرور ایسا کرو گے؟ میں نے عرض کی بیشک فرمایا اچھا کل اسی وقت آنا تو میں ان کے پاس پہنچا دوں گا. ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رات مسجد میں گذاری صبح کو انہیں کافروں کی مجلس میں پھر جا بیٹھا. ان لوگوں نے پھر مثل روز گذشتہ حضرتؐ کی مذمت کرنا شروع کی اور جب حضرت ابو طالبؑ آئے تو پھر اپنی بیہودہ گفتگو بند کر دی اور ان سے باتیں کرنے لگے غرض جب حضرت ابو طالبؑ ان کے پاس سے اٹھے تو میں بھی حضرتؑ کے ساتھ روانہ ہوا انہوں نے پھر کل کی طرح سوال کیا میں نے وہی جواب دیا. پھر انہوں نے تاکید فرمائی کہ کیا جو کچھ تم کہتے ہو اس پر ضرور عمل کرو گے؟ میں نے عرض کی ''ہاں'' وہ مجھے اپنے ساتھ وہاں لے گئے جس گھر میں حضرت حمزہؓ تھے میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میری غرض دریافت کی میں نے وہی جواب دیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا گواہی دیتے ہو کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ حضرت حمزہؓ مجھے اس گھر میں لے گئے جس میں جعفر طیارؓ تھے میں نے ان کو سلام کیا. انہوں نے بھی میری غرض دریافت کی میں نے وہی جواب دیا. انہوں نے شہادتین کی خواہش کی، میں نے کلمہ شہادتین پڑھا تو حضرت جعفرؓ مجھ کو امیر المؤمنینؑ کے گھر لے گئے انہوں نے بھی سوال کے بعد شہادتین کا اقرار لیا اور مجھے اس مکان میں لے گئے جہاں رسول خدا تشریف فرما تھے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کتاب استیعاب کے مطابق وہ اسلام قبول کرنے والوں کی فہرست میں چوتھے یا پانچویں تھے، ایک روایت کے مطابق خود جناب ابوذرؓ نے فرمایا ہے کہ انا ربع الاسلام میں چوتھائی اسلام ہوں یعنی چوتھا اور کہا جاتا ہے پانچویں تھے.(۱) واقدی نے کہا: ابوذرؓ اسلام لائے لیکن باختلاف رائے ترتیب میں وہ چوتھے یا پانچویں اسلام لانے والے تھے۔(۲)

(۱) استیعاب/ اصابہ پر حاشیہ/م،ا ص ۲۱۳.(۲) کامل ج ۲ / ۶۰.

سابقہ صفحہ کا بقیہ: میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا حضرتؐ نے بھی میرا مدعا دریافت فرمایا اور کلمہ شہادتین کی تلقین فرمائی میں نے کلمۂ شہادتین کا اقرار کیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابوذرؓ! اپنے وطن واپس جاؤ تمہارے پہنچنے تک تمہارے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو چکا ہوگا اور تمہارے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہوگا ان کا مال لے لو اور اپنے اہل وعیال کے پاس رہو یہاں تک کہ میں اپنی نبوت کا اعلان کروں، پھر میرے پاس چلے آنا غرض ابوذرؓ اپنے وطن واپس آئے تو ان کے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو گیا تھا انہوں نے ان کے مال و اسباب پر قبضہ کیا اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دین اسلام رائج ہوا تو وہ مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابوذرؓ رسول اللہ (ص) کے ہمراہ

رسول اللہ (ص) نے ابوذرؓ کو اپنی قوم میں واپس جا کر اسلام کی دعوت دینے کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ وہ اپنے معنوی کمال محکم یقین اور راسخ عقیدہ کی وجہ سے اس کام کے اہل تھے حالانکہ اسلام اس دور میں خطرناک مراحل سے گزر رہا تھا.

یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ ابتدائے اسلام میں نبیؐ کو مکہ اور مکہ سے باہر تائید کرنے والوں اور ناصر و مددگاروں کی ضرورت تھی تا کہ مکہ میں مسلمان قریش کے شر سے محفوظ اور طاقت کے اعتبار سے مضبوط ہوسکیں اور مکہ سے باہر اس نئے دین حنیف کی مبادیات کی ترویج ہو سکے اور مسلمان ایک بہت بڑی تعداد میں ابھر کر سامنے آئیں تا کہ اس دین اسلام کے احکام سے دنیا کو متعارف کرا سکیں اور ان کے پاس اتنی قوت ہو کہ دین کے ان دشمنوں سے مقابلہ کرسکیں جو ابتدائی مراحل ہی میں دین اور رسالت کو پامال کر دینا چاہتے ہیں. پیغمبر اکرمؐ نے ابوذرؓ کو اپنی قوم (نبی غفار) میں جا کر رہنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ آپ کو اطمینان تھا کہ ابوذرؓ ان کے درمیان دین اسلام کی نشر و اشاعت میں ضرور کامیاب ہونگے .اور یہی ہوا بھی ، آدھی قوم انکے ہاتھ پر اسلام لائی اور باقی آدھی رسول اللہ (ص) کے مدینہ میں آنے کے بعد' جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ابوذرؓ اپنی قوم کے درمیان ایک طویل عرصہ تک رہے اور اس دوران وہ جنگ خیبر و احد اور خندق میں مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہو سکے مگر وہ دوسری طرح کی خندق میں مصروف جہاد رہے یعنی لوگوں کو احکام اسلام سمجھاتے اور سکھاتے رہے اور یہ جہاد بھی حکمت و درایت اور عزم و استقلال چاہتا ہے۔

عظمت ابوذرؒ سے آگاہ شخص کبھی سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ ابوذرؒ ان تینوں جنگوں میں اپنے ارادہ واختیار سے شریک نہیں ہوئے بلکہ یہ بات طے ہے کہ ابوذرؒ کا ان جنگوں میں شریک نہ ہونا اور اپنی قوم میں رہ کر تبلیغ کرتے رہنا رسول اللہ (ص) کے حکم سے تھا اور جس طرح اسلام نے جہاد بالسیف کا حکم دیا اسی طرح جہاد باللسان یعنی رسولؐ سے احکام دین سیکھنے کے بعد لوگوں کو تعلیم دینے کا بھی حکم دیا ہے دونوں ہی جہاد اللہ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں۔

اسی لئے تو قرآن میں خداوند عالم فرماتا ہے {و ما کان المؤمنون لینفرواکافة فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون } توبہ/آیت ۱۲۲/تمام مؤمنین پر واجب نہیں کہ وہ علم دین حاصل کرنے کے لئے نکلیں بلکہ ہر گروہ اور جماعت سے کچھ لوگ علم دین کے لئے کیوں نہیں نکلتے اور اور وہ واپس اپنی قوم میں پلٹ کر آئیں تو ان کو ڈرائیں اور شاید وہ ڈریں.

بالکل قرآن کے اسی حکم کے مطابق ابوذرؒ ایک مدت تک اپنی قوم کے درمیان رہے اور پھر رسول اسلامؐ کی صحبت میں رہنے کے لئے واپس مدینہ آگئے اور ان سے کسب فیض کرتے رہے۔

ابوذرؒ پر نبی کریمؐ کی اتنی خاص نظر عنایت رہی کہ اگر وہ بزم رسول میں ہوتے تو رسول اسلامؐ کے کلام وسوال کی ابتدا ان سے ہوتی اور اگر وہ موجود نہ ہوتے تو لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کرتے۔

ابودرداء فرماتے ہیں کہ اگر ابوذرؒ مجلس میں حاضر ہوتے تو نبیؐ ان سے ابتداً

کرتے اور اگر موجود نہ ہوتے تو ان کے بارے میں پوچھتے۔(۱)

روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول (ص) ابوذرؓ سے مزاح بھی کرتے تھے اور ابوذرؓ بھی نبیؐ سے مزاح کرتے تھے ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ (ص) کے نزدیک ابوذرؓ کا ایک خاص مقام تھا.

روایت ہے کہ جب ابوذرؓ مدینہ آئے اور پیغمبر اکرمؐ نے ان کو دیکھا تو فرمایا تم ابونملہ ہو، ابوذرؓ نے جواب دیا میں ابوذرؓ ہوں رسولؐ نے فرمایا: ہاں ابوذرؓ۔(۲)

ایک مرتبہ ابوذرؓ نے رسول (ص) کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ وہ فلاں باغ میں ہیں آپ ان کی تلاش میں باغ میں پہنچے وہاں نبیؐ کو سوتا ہوا پایا، نیند سے بیدار کرنے کے لئے آپ نے کھجور کی ایک سوکھی ہوئی ٹہنی لی اور اس کو نبیؐ کے قریب توڑا تاکہ وہ اس کی آواز سن کر بیدار ہو جائیں، رسولؐ نے اس کی آواز سن کر اپنا سر اٹھایا اور کہا اے ابوذرؓ تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے اعمال سوتے ہوئے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح جاگتے ہوئے مشاہدہ کرتا ہوں بیشک میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل کبھی نہیں سوتا۔(۳)

ابوذرؓ پیغمبرؐ کے ساتھ رہ کر کسب علم کیلئے بہت حریص تھے اور اس فرصت کو علم و معارف کے حصول کیلئے غنیمت جانتے تھے جیسا کہ وہ خود اپنے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبیؐ سے ہر چیز کے بارے میں سوال کیا یہاں تک کہ نماز میں کنکری کو ہاتھ

---

(۱) اصابہ ج ۴/ص ۶۳، استیعاب ص ۶۴

(۲) اصابہ ج ۴/ص ۶۳، استیعاب ص ۶۴.

(۳) معجم رجال الحدیث ج ۴/ص ۱۷۱.

لگانے تک کے بارے میں بھی پوچھا رسول کریمؐ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا ایسا نہ کرنا بہتر ہے ورنہ ایک دفعہ سے زیادہ ایسا نہ ہو۔(۱)

ابوذرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسولؐ سے کچھ سیکھنے کے لئے پرندے کے پر مارنے کا وقت بھی ضائع نہیں کیا۔(۲)

ایک روز دن کے ابتدائی حصہ میں، میں رسول (ص) کی خدمت میں مسجد پہنچا اس وقت سوائے رسول (ص) اور علیؑ کے کوئی دوسرا نہیں تھا میں نے اسے غنیمت جانا اور رسول (ص) سے نصیحت کی درخواست کی پس رسول (ص) نے فرمایا اے ابوذرؓ! ہم تمہیں ایک شرف عطا کرتے ہیں کہ تم ہم اہل بیتؑ میں سے ہو......(۳) اس پوری وصیت کو میں نے کتاب کے آخر میں ذکر کیا ہے یہ وصیت رسول (ص) کے عظیم کلام میں سے ہے اور خود ایک مستقل موضوع کی حیثیت رکھتی ہے۔

وہ معارف اور علوم جو ابوذرؓ نے رسول (ص) سے حاصل کئے تھے اس کے متعلق جب امیر المؤمنینؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ابوذرؓ نے وہ علوم حاصل کئے جسے دوسرے لوگ حاصل نہ کر سکے (۴) اور ابوذرؓ ان علوم کو دوسروں تک بھی منتقل نہ کر سکے کیونکہ دوسروں میں عقلی اعتبار سے ان علوم کے حاصل کرنے کی صلاحیت ہی موجود نہ تھی۔

دوسری روایت میں علیؑ فرماتے ہیں: ابوذرؓ نے وہ علوم و معارف حاصل کئے جس

---

(۱) غدیر ج ۸ /ص ۳۱۲

(۲) استیعاب ج ۴ /ص ۶۴.

(۳) تنبیہ الخواطر ج ۲ /ص ۳۰۰.

(۴) استیعاب/ حاشیۂ اصابہ ج ۴ /ص ۶۳

سے دوسرے لوگ عاجز رہے، ابوذرؓ حصول دین اور علم کے لئے حریص تھے بہت زیادہ سوال کیا کرتے تھے کبھی ان کو جواب دے دیا جاتا تھا اور کبھی منع کر دیا جاتا تھا اور ان کو اتنا علم دیا گیا جس سے ان کا ظرف علم پُر ہو گیا۔(۱)

جیسا کہ کتاب حلیۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ ابوذرؓ ہمیشہ رسول اللہ (ص) کی مجلس میں پابندی کے ساتھ بیٹھ کر ان سے فیض علم کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اس پر عمل کرتے تھے آپ نے اصول و فروع و ایمان و احسان کے بارے میں سوال کئے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی روئت کے متعلق پوچھا اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام کیا ہے نیز لیلۃ القدر کے متعلق پوچھا کہ کیا آپ بھی دوسرے انبیاء کے ساتھ آسمان پر جاتے ہیں یا زمین ہی پر رہتے ہیں، ہر چیز کے متعلق دریافت کیا یہاں تک کہ نماز میں کنکری چھونے کے متعلق بھی دریافت کیا۔

نبیؐ نے ابوذرؓ کو جو منفرد اور عظیم مقام بخشے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: ما اظلت الخضراء و لا اقلت الغبراء من ذی لھجۃ اصدق من ابی ذر و من سرہ ان ینظرالی تواضع عیسیٰ ابن مریم فالینظر الی ابی ذر .(۲) آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین گرد آلود نے کسی شخص کا بوجھ نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو جو چاہتا ہے عیسیٰ ابن مریم کی تواضع کو دیکھے اس کو چاہئے کہ وہ ابوذرؓ کو دیکھے، اس حدیث کی صحت کے بارے میں امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا گیا آپ نے اس کی تصدیق کی۔

---

(۱) غدیر ج ۸ /ص ۳۱۱

(۲) استیعاب/ اصابہ ج ۱/ص ۲۱۶.

کتاب معانی الاخبار میں اس سند کی روایت ایک شخص نے کی ہے وہ کہتا ہے میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ سے کہا کیا نبیؐ نے ابوذرؓ کیلئے [ما اظلت الخضراء......] نہیں کہا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں کہا ہے.

شخص: تو پھر رسولؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کہاں رہ جاتے ہیں؟

امامؑ: ایک سال کتنے مہینوں کا ہوتا ہے؟

شخص: بارہ مہینوں کا.

امامؑ: ان میں محترم مہینے کتنے ہیں؟

شخص: چار مہینے.

امامؑ: کیا رمضان کا مہینہ ان میں سے ہے؟

شخص: جی ہاں.

امامؑ: رمضان کے مہینے کی ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ہے ہم اہل بیتؑ وہ ہیں کہ جنکا قیاس کسی کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔

ابوذرؓ جنگ تبوک میں

جنگ تبوک میں جاتے وقت ابوذرؓ کا اونٹ رک گیا جس کے سبب آپ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے .رسول اسلامؐ سے کہا گیا یا رسول اللہؐ ابوذرؓ پیچھے رہ گئے ہیں . رسولؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اگر اس میں ان کے لئے اچھائی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو تم سے عنقریب ملا دے گا آپ یہی بات ہر پیچھے رہ جانے والے کے لئے فرماتے تھے .ابوذرؓ اونٹ پر کھڑے ہوگئے اور جب اس کے بعد بھی اونٹ چل نہ سکا تو اپنا سامان اٹھا کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر پیدل ہی چل پڑے جب لوگوں نے دور سے دیکھا تو کہا یا رسول اللہ (ص)! صرف ایک تنہا آدمی چلا آرہا ہے.

رسولؐ نے فرمایا: ابوذرؓ ہونگے.

جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہا واقعاً ابوذرؓ ہی ہیں.

تو اس مقام پر رسول (ص) نے فرمایا: ابوذرؓ تنہا چل رہے ہیں اور تنہائی میں موت آئیگی اور اکیلے ہی اٹھائے جائیں گے مؤمنین کی ایک جماعت اس کی آخری رسومات انجام دے گی۔

(۱) معانی الاخبار ص ۱۷۹

تشیع کیا ہے؟

شیعوں کے عقیدے کے متعلق جو پروپیگنڈہ اسلام میں رائج کیا جارہا ہے اس کی رد کیلئے اور حقائق شیعت کو ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم گزری صدیوں کی تاریخ کی طرف رجوع کریں۔

جب مضمون ایک ہوتو اس میں ہرایک وقت معدوم ہو جاتا ہے اور ہر قریب و دور کا کانٹا مضمحل ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں آتا اور وہ کسی بھی زمانہ وغیرہ کے قانون وضابطے کو تسلیم نہیں کرتا۔

مضمون ہمارا ایک ہی ہے اور وہ ہے اسلام' اسلام آج بھی ہماری فطرت وطبیعت میں اسی طرح رچا وبسا ہے جس طرح کل تھا اور جس طرح قرنوں پہلے تھا اور اسی طرح آنے والے کل میں ہوگا، اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔

تشیع ہمارے نزدیک اسی مضمون کی اساس ہے نہ کہ اس مضمون پر کوئی دوسری نئی چیز عارض ہوگئی ہے بلکہ اسلام کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے اور جس طرح سے رسولؐ نے اسلام کے دوسرے ارکان کی دعوت دی ہے اسی طرح اس کا بھی حکم دیا ہے۔

اہل بیتؑ سے محبت ومودت اور ان سے تمسک اور رسولؐ کے بعد علیؑ سے احکام دین کا لینا ہی تشیع ہے اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے {قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المؤدة فی القربیٰ } شوریٰ آیت ۲۳ / اے رسولؐ! کہہ دو کہ میں تم سے اپنی اجر رسالت کا سوال نہیں کرتا مگر یہ کہ میرے اقرباء سے محبت ومودت کرو۔

شیعیت کے بسیط سے معنی یہ ہیں ۔

ازہری کہتے ہیں: جو حضرات عترت رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی ولایت کا اقرار کرتے ہیں ان کو شیعہ کہتے ہیں۔(۱)

رسول اللہ (ص) کے زمانہ ہی میں حضرت علیؑ کے چاہنے والوں کیلئے لفظ شیعت استعمال ہونے لگی تھی کیونکہ رسولؐ نے مختلف مقامات پر اہل بیتؑ سے تمسک اور ولایت علیؑ کا حکم دیا تھا اور آخری حج کی واپسی پر ان کو منصوص بھی کردیا جیسا کہ آپ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں معاشر المسلمین الست اولی بکم من انفسکم ۔ اے گروہ مسلمین کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا قالوا: بلی سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ (ص) قال: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم! وال من والاہ و عاد من من عاداہ و انصر من نصرہ واخذل من خذلہ .رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں، اے پروردگار! تو اس کو دوست رکھ جو اِس کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو اس کو دشمن رکھے اور اس کی نصرت فرما جو اس کی نصرت کرے اور اس کی مدد نہ کر جو اس کی مدد نہ کرے۔

اس مضمون کی حدیث کو مختلف طریقوں اور الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اس حدیث کی ایک سو دس سے زیادہ اصحابؓ اور چوراسی تابعین اور تین سو ساٹھ علماء نے روایت کی ہے،(۲) اور کچھ عالم ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس حدیث پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں.

---

(۱) متن اللغہ ۳/مادہ شیعہ

(۲) غدیر ج۱/ص ۸ سے ۱۵۱.

غدیر خم کی طرف نسبت دیتے ہوئے اس حدیث کو حدیث غدیر کہتے ہیں اور شیعہ دوسری اور دلیلوں کے ساتھ (جو کہ بعد میں ذکر جائیں گی) بعد رسولؐ خلافت علیؑ کے اثبات کے لئے اس کو اہم ترین دلیل مانتے ہیں۔

زمانۂ رسولؐ میں ایک گروہ (جماعت) کو لفظ شیعہ سے جانا جاتا تھا ان میں سے ایک ابوذرؓ بھی تھے.

ابو حاتم سہل ابن محمد سجستانی کہتے ہیں: سلمان فارسیؓ و ابوذر غفاریؓ و مقداد ابن اسود کندیؓ اور عمار ابن یاسرؓ ان چاروں صحابیوں کا لقب زمانہ رسولؐ میں شیعہ تھا.(۱)

لفظ شیعہ رسولؐ کی زبان پر علیؑ کے شیعوں کے لئے متعدد مناسبتوں پر وارد ہوا ہے جس کے ذیل میں ہم آپ کے سامنے چند حدیثیں ذکر کر رہے ہیں۔

(۱) جابر ابن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہ (ص) کی خدمت میں تھے کہ اسی وقت علی ابن ابی طالبؑ آئے، رسول اللہ (ص) نے فرمایا آپ کے پاس میرا بھائی آ گیا۔

جابر کہتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ (ص) کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنا ہاتھ کعبہ پر رکھنے کے بعد کہا جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ (علیؑ) اور اس کے شیعہ قیامت کے روز کامیاب ہیں اور اس کے بعد فرمایا کہ یہ تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لانے والا، اللہ کے وعدہ کو تم سب سے زیادہ وفا کرنے والا، خدا کے حکم پر سب سے زیادہ عمل کرنے والا، رعایا میں تم سب سے زیادہ عادل نیز تم سب سے زیادہ برابری کے ساتھ تقسیم کرنے والا اور اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ شرافت میں عظیم ہے۔

---

(۱) شیعہ و فنون الاسلام ص ۳۱.

رسول اللہ (ص) نے فرمایا: یہ آیت انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے {ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریة } جولوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیتے ہیں وہی خیر البریہ ہیں۔
جابر کہتے ہیں کہ جب اصحاب محمدؐ کے سامنے حضرت علیؑ آتے تھے تو وہ لوگ کہتے تھے خیر البریہ آگئے۔(۱)

(۲) حافظ جمال الدین زرندی ابن عباس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ نے علیؑ کیلئے فرمایا: علیؑ خیر البریة تم اور تمہارے شیعہ ہیں تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن اس حالت میں آؤ گے کہ تم خدا سے راضی ہو گے اور خدا تم سے راضی ہوگا۔(۲)

(۳) کتاب مناقب میں احمد نے لکھا ہے کہ رسولؐ نے حضرت علیؑ کیلئے فرمایا: اے علیؑ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم اور حسنؑ و حسینؑ میرے ساتھ جنت میں رہو اور ہماری ذریت ہمارے بارہویں نائب کے پیچھے ہو اور ہماری ازواج ہماری اولاد کے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں۔

(۴) دیلمی نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اے علیؑ! خدا نے تم کو اور تمہاری ذریت اور تمہارے بیٹوں اور اہل و تمہارے شیعوں اور تمہارے شیعوں سے جو محبت رکھنے والے ہیں ان کو معاف کر دیا ہے۔

(۵) طبرانی نے علیؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا کہ رسول اللہ (ص) نے

---

(۱) فرائد السمطین ج ۱/ ص ۱۵۶.
(۲) صواعق المحرقہ ص ۱۵۹

فرمایا: اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ اللہ کے سامنے اس حالت میں پہنچو گے کہ تم اللہ سے راضی اور اللہ تم سے راضی ہوگا، اور تمہارے دشمن اس حالت میں پہنچیں گے کہ خدا ان پر غضب ناک ہوگا اور ان کے سر پریشانی و حیرانی کی وجہ سے اٹھے کے اٹھے رہ جائیں گے۔(۱)

(۶) ابن مردویہ نے علیؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا مجھ سے رسول اللہ (ص) نے فرمایا: کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا {ان الذین ......هم خير البرية} وہ خیر البریہ اے علیؑ! تم اور تمہارے شیعہ ہیں، جب امتیں حساب کے لئے روز قیامت آئیں گی اور خالص مؤمنین کو بلایا جائیگا تو میں اور تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر پر ملیں گے۔

(۷) ابن اثیر نے کتاب نہایہ میں حضرت علیؑ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ نبیؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ ! عنقریب قیامت کے دن تم اور تمہارے شیعہ خدا کے سامنے اس حالت میں پہنچو گے کہ تم اس سے راضی اور وہ تم سے راضی ہوگا اور تمہارے دشمن اس حالت میں پہنچیں گے کہ وہ خدا سے ناراض ہونگے اور سر پریشانی سے اٹھے ہوئے ہونگے اور ہاتھ پس گردن بندھے ہونگے۔

(۸) ربیع الابرار نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ روز قیامت میرا تعلق اللہ تبارک وتعالٰی سے اور تمہارا تعلق مجھ سے اور تمہاری اولاد کا تم سے اور تمہاری اولاد کے شیعوں کا تمہاری اولاد سے دیکھا جائے گا پھر دیکھیں ہمیں کہاں لے جایا جائے گا۔(۲)

---

(۱) حق الیقین ج ۱/ ۱۷ و ۲۰۵.

(۲) اصل الشیعہ واصولھا ص ۱۱۰-۱۱۱

دوسری حدیثیں جو کہ مسلمانوں کو علیؑ اور اہل بیتؑ سے تمسک کی دعوت دیتی ہیں اگر ان کو جمع کیا جائے اور لکھا جائے تو اس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے لیکن ہم یہاں صرف تبرکاً بعض ہی ذکر کر رہے ہیں تا کہ مطالعہ کرنے والوں کو ان کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے۔

(۱) جوینی نے سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ میری طرح زندہ رہے اور میری طرح مرے اور جنت کو اپنا مسکن بنائے جس کو میرے رب نے سنوارا اور سجایا ہے پس اس کو چاہئے کہ وہ میرے بعد علیؑ سے محبت رکھے اور میرے بعد آئمہؑ کی اقتداء کرے وہ میری عترت ہیں میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں جن کو علم و فہم دیا گیا تف ہے ان لوگوں پر جو میری امت سے ہونے کے باوجود ان کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں میرے اور ان کے صلہ کو قطع کرتے ہیں ایسے لوگ خدا سے میری شفاعت نہیں پائیں گے۔(۱)

(۲) انس ابن مالک کہتے ہیں رسولؐ نے فرمایا: اے انس! وضو کے لئے پانی لاؤ. انس کہتے ہیں (وضو کے بعد) رسولؐ کھڑے ہوئے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد فرماتے ہیں اے انس! جو شخص اس دروازہ سے سب سے پہلے داخل ہو گا وہ امیر المؤمنین و سید الوصیین اور ایسے مؤمنین کا قائد ہے جن کی پیشانی پر نور ہے اور وہ خاتم الاوصیاء ہے.

انس کہتے ہیں کہ میں دعا کر رہا تھا کہ اے پروردگار! داخل ہونے والا انصار میں سے کوئی ہو لہذا میں نے اس بات کا کسی پر اظہار نہیں کیا اتنے میں علیؑ تشریف لائے ،رسولؐ نے دریافت کیا کہ اے انس! کون ہے؟ میں نے کہا علیؑ ہیں. رسولؐ بشارت

---

(۱) فرائد السمطین (جوینی) ص ۵۳

دیتے ہوئے کھڑے ہوئے اور انکو گلے سے لگایا پھر اپنے چہرے کے پسینہ کو انکے چہرے سے مس کیا اور علیؑ کے چہرے کے پسینہ کو اپنے چہرے سے مس کیا.

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے خدا کے رسولؐ! میں نے آپ کو اس طرح کرتے ہوئے پہلے کبھی نہیں دیکھا، رسولؐ نے فرمایا: ایسا اس لئے ہے کہ تم ہی میری طرف سے امور انجام دو گے اور میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ گے اور میرے بعد جس چیز میں وہ اختلاف کریں گے اس کو ان کے لئے حل کر کے بیان کرو گے۔

(۳) ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا: میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علیؑ تم قیامت تک کیلئے خاتم الاوصیاء ہو.

ابوذرؓ نے کہا کہ رسولؐ نے یہ فرمایا کہ جس طرح قیامت تک کے لئے میں خاتم الانبیاء ہوں اسی طرح تم قیامت تک کیلئے خاتم الاوصیاء ہو۔

(۴) جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے علیؑ کیلئے فرمایا: تم میرے لئے وہی منزلت رکھتے ہو جو منزلت ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن بس میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (اس حدیث کو جوینی نے متعدد طرق سے ذکر کیا ہے اور یہ حدیث 'حدیث منزلت کے نام سے مشہور ہے مسلم نے اس کو اپنی صحیح میں سعد ابن ابی وقاص سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے)(۱)

(۵) ایک طویل حدیث میں ابوایوب انصاری سے روایت ہے اے عمار! علیؑ تم کو ہدایت کے راستہ سے نہیں روکیں گے اور برائی کا راستہ نہیں دکھائیں گے، اے عمارؓ! علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

(۱) فضائل الصحابہ ج ۴/ص ۱۸۷۰.

(۶) ابن مسعود نے کہا رسولؐ نے فرمایا: علی ابن ابی طالبؑ جنت کے دروازہ کا حلقہ ہیں جو کوئی بھی اس حلقہ سے متمسک ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

(۷) انس ابن مالک کہتے ہیں ایک سائل مسجد میں آیا اور کہا کون ہے تم میں سے جو خدا کو قرض دے اس وقت علیؑ حالت رکوع میں تھے آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سائل سے کہا یہ انگوٹھی اتار لو، انس کہتے ہیں رسولؐ نے فرمایا: اے عمر! واجب ہو گئی حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ (ص) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا واجب ہو گئی؟ رسول (ص) نے فرمایا علیؑ پر جنت واجب ہو گئی۔

(۸) ابن عباس کہتے ہیں عبد اللہ ابن سلام (اپنی قوم کے کچھ اشخاص کے ساتھ جو کہ نبیؐ پر ایمان لا چکے تھے) آئے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے گھر دوری پر ہیں احکام اسلام جاننے کا ذریعہ آپ کی مجلس کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس لئے کہ جب ہماری قوم نے ہم کو دیکھا تو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئی اور تصدیق کی، اس کے بعد انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور آپس میں قسم کھائی ہے کہ وہ ہمیں اپنے پاس نہیں بیٹھائیں گے اور نہ ہی وہ اپنی لڑکیوں کی شادی ہم سے کریں گے اور نہ اپنے لڑکوں کی ہماری لڑکیوں سے، اور نہ وہ ہم سے گفتگو کریں گے یہ چیز ہم پر شاق ہے۔

نبیؐ نے ان سے فرمایا{انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ و یؤتون الزکاۃ و ہم راکعون }مائدہ آیت ۵۵/تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان لانے والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں.

اس کے بعد رسول (ص) مسجد کی جانب چلے مسجد میں کچھ لوگ قیام کی حالت میں

تھے اور کچھ رکوع کی، اسی اثناء میں آپ کی نظر ایک سائل پر پڑی.

رسول اللہ (ص): اے سائل کیا تمہیں کسی نے کچھ دیا؟

سائل: ہاں یہ انگوٹھی.

رسولؐ اللہ (ص): تمہیں یہ کس نے دی؟

سائل: اس شخص نے جو قیام کی حالت میں ہے اور اشارہ کیا علیؑ ابن ابی طالب کی جانب،

رسول اللہ (ص): تمہیں کس حالت میں دی؟

سائل: مجھے حالت رکوع میں دی.

رسولؐ نے تکبیر کی صدا بلند کی اور اس کے بعد اس آیت کی تلاوت کی {و من یتولی اللہ و رسولہ و الذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون } مائدہ ۵۶ / جس نے اللہ اور اس کے رسول اور ایمان داروں کو اپنا سرپرست بنایا (تو وہ خدا کے لشکر میں آ گیا اور) بتحقیق خدا کا لشکر ہی تو غالب رہنے والا ہے۔

حسان ابن ثابت نے اس مقام پر کچھ اشعار کہے ہیں ۔

ابا حسن تفدیک نفسی و مھجتی — و کل بطیء فی الھوی و مسارع
ا یذھب مدحی و المحبین ضائعا — و ما المدح فی جنب الالہ بضائع
فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعا — فدتک نفوس القوم یا خیر راکع
فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ — و بینھا فی محکمات الشرائع

(۱) اے ابوالحسن! آپ پر میری جان اور ہوا میں اڑنے والے فدا ہو جائیں.

(۲) کیا میری اور دوستوں کی ثنا خوانی ضائع جائے گی نہیں، راہ خدا میں ثنا خوانی

ضائع نہیں جاتی.

(۳) آپ وہ ہیں کہ جس نے حالت رکوع میں زکات دی ہے .اے بہترین رکوع انجام دینے والے تجھ پر قوم کی جانیں فدا ہوں.

(۴) اور آپ کی شان میں خدا نے بہترین ولایت نازل کی ہے جس کو محکمات شرائع (قرآن) میں بیان کیا ہے۔(۱)

یہ واقعہ (انگوٹھی کا صدقہ میں دینا) بہت زیادہ مشہور ہے جوینی نے اس کی مختلف طریقوں اور سندوں سے روایت کی ہے جیسا کہ جوینی کے علاوہ دوسرے ارباب حدیث نے بھی روایت کی ہے، ہم یہاں اس مضمون کی ان بعض روایات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں حالانکہ اس مضمون کی جو روایتیں ہیں ان سے یہ بہت ہی کم ہیں اگر ہم فضیلت امیر المؤمنینؑ اور ان کی ولایت اور احکام دین اہل بیتؑ سے لینے والی حدیثیں جو کہ رسول اللہ (ص) مروی ہیں جمع کریں تو مستقل ایک کتاب کی ضرورت ہوگی اور بات موضوع سے دور ہو جائے گی۔

خلاصۂ کلام: شیعہ معتقد ہیں کہ امامت یا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی نص سے یا رسول اللہ (ص) کی زبان سے یا اس امامؑ کی زبان سے ثابت ہوتی ہے جو اس سے پہلے امامؑ ہو اور امامؑ کی صفات میں سے ہے کہ ہر طرح کے رذائل وسہو وخطا اور نسیان سے منزہ ہوتا ہے اسی طرح امامؑ کے لئے ضروری ہے کہ نبیؐ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہو ، ہمارے لئے یہاں امامت کی بحث مہم نہیں ہے کہ ہم ثابت کریں کہ آئمہؑ ہی شرعی خلیفہ اور صاحب سلطہ الٰہی ہیں، یہ ایک امر تھا جو تاریخ کے صفحات پر گزر گیا اور اس کے ثابت

(۱) فرائد السمطین ج ۱/ص ۱۸۹-۱۹۰

کرنے سے دوبارہ زمانہ پلٹ کر نہیں آجائیگا اور جوان کا حق سلب کر لیا گیا ہے وہ واپس نہیں دے دیا جائیگا بلکہ اس کے ذکر کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ احکام اسلام میں ہمیں آئمہؑ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور جو کچھ رسول اللہ (ص) لیکر آئے تھے اس کو صحیح طور پر آئمہؑ سے حاصل کریں جو راویان اور مجتہدین احکام اسلام اس چشمہ علوم سے حاصل نہیں کرتے اور ان کے نور علم سے فیضیاب نہیں ہوتے ان سے احکام اسلام لینا گویا راہ ہدایت سے دور ہونا ہے۔ (۱)

(۱) عقائد الشیعہ الامامیہ ص۹۹.

ابوذرؓ اور شیعیت

اس واضح بیان کے بعد ہمیں یہ کہنا مشکل نہیں ہے کہ شیعت اور اسلام دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں یا کوئی نئی فکر اسلام میں داخل نہیں کر دی گئی ہے بلکہ شیعیت ہی اسلام کی اصل واساس ہے جو زمانہ رسولؐ میں ان کے ہی اشارہ پر ظاہر ہوگئی تھی رسولؐ نے ہی اس مبارک بیج کو بویا تھا اور بذات خود انہوں نے اس کا عہد لے لیا تھا.

بہر حال اب ہمارے لئے اہم یہ ہے کہ ہم اس عظیم حقیقت تک پہنچیں اور ابوذرؓ جیسے عظیم صحابی اور دیگر اصحاب کرام کے شیعہ ہونے پر گفتگو کریں اسی لئے یہاں کچھ وہ نصوص جو ہمارے عنوان کے ذیل میں آسکتے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں.

ابو حاتم سہل ابن محمد بجستانی کہتے ہیں کہ زمانہ رسولؐ میں لفظ شیعہ چار اصحاب' سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد ابن اسود کندیؓ اور عمار ابن یاسرؓ کیلئے بولا جاتا تھا۔(۱)

شیخ مفیدؒ امامت امیر المؤمنینؑ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نبیؐ کی وفات کے دن امت میں امامت کے متعلق اختلاف ہو گیا علیؑ کے شیعوں نے کہا اور وہ تمام بنو ہاشم اور سلمانؓ و عمارؓ و ابوذرؓ تھے۔(۲)

اس موضوع کے متعلق یعقوبی نے کہا: ابوبکر کی بیعت کو مہاجر اور انصار نے ماننے سے انکار کر دیا اور علی ابن ابی طالبؑ کی طرف مائل ہوگئے ان میں عباس ابن عبد المطلب بھی تھے بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ ابوذر غفاریؓ اور عمار ابن یاسرؓ

(۱) شیعہ وفنون الاسلام ص ۳۱.

(۲) ارشاد ص ۱۰.

بھی تھے......الخ(۳)

امیر المومنینؑ کے فضائل بیان کرنیوالے کشی نے لکھا ہے کہ رسول اسلامؐ نے علیؑ کیلیئے وصیت کی اور انکو اپنا خلیفہ بنایا۔(۲)

کتاب سیرت آئمہ اثنی عشری میں اس موضوع کے متعلق کہا گیا کہ سلمان فارسیؓ وابوذرؓ وعمارؓ ومقدادؓ اور دوسرے بزرگ اصحابؓ نے بیعت ابوبکر پر احتجاج کیا۔(۳)

کتاب اصل واصول الشیعہ میں شیعوں کے کچھ گروہوں کا ذکر کیا ہے، کہا پہلا گروہ: اس گروہ میں چنیدہ چنیدہ اور خاص اصحاب رسولؐ آتے ہیں جیسے سلمان محمدی و ابوذرؓ ومقدادؓ وعمارؓ اور خذیمہؓ جن کی تنہا ہی کی گواہی دو گواہوں کے برابر شمار ہوتی تھی اور ابن تیہان، حذیفہ یمانی، زبیر، فضل ابن عباس اور ان کے بھائی حبر، عبداللہ، ہاشم ابن عتبہ مرقال، ابوایوب انصاری، ابان اور ان کے بھائی خالد، سعید، عاص کے دو بیٹے ،عموبین، ابی ابن کعب (قاریوں کے سردار) انس ابن حرث بن نبیہ، جنہوں نے نبیؐ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ میرا بیٹا حسینؑ ایک زمین پر قتل کیا جائیگا جس کو کربلا کہتے ہیں تم میں سے جو اس وقت وہاں پر ہو اس کی نصرت کرے، انس نے قول رسولؐ پر عمل کیا اور حسینؑ کے ساتھ قتل ہوئے۔

اس کے بعد شیخ صاحب فرماتے ہیں اگر میں اصحاب میں سے جو شیعہ تھے ان کو شمار کرنا اور ان کی شیعت کتب اہل سنت سے ثابت کرنا چاہوں تو ایک مستقل اور ضخیم

---

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲/ص ۱۲۴.

(۲) معجم رجال الحدیث ج ۴/ص ۱۶۸.

(۳) سیرۃ الآئمہ ج ۱/ ۲۹۵.

کتاب مرتب ہو جائے گی۔(۱)

اس کے علاوہ بہت سی نصوص اور حدیثیں ہیں جو صریح اور واضح طور پر ابوذرؓ اور دیگر اصحابؓ کو شیعہ علیؑ اور اہل بیتؑ ہونا ثابت کرتی ہیں اور ان نصوص واحادیث سے صرف اہل بیتؑ سے مودت ومحبت ہی کا پتہ نہیں چلتا بلکہ شیعت کے آغاز کے ساتھ ساتھ ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ خلافت بلافصل علیؑ کا حق ہے جو کہ ابوذرؓ اور دیگر اصحابؓ نے رسول اللہ (ص) سے سنا ہے جیسے کہ مذکورہ حدیث غدیر یا اس کے مثل دوسری احادیث۔

ابوذرؓ ان حضرات میں سے ایک تھے جو اس کی اصل پر ثابت قدم رہے اور دفاع کرتے رہے نیز جرأت وہمت وصراحت کے ساتھ زندگی کے آخری لمحہ تک مسلمانوں کو اس کی جانب دعوت دیتے رہے، مکہ اور مدینہ وشام کی طرح ان کی زبان مبارک اس فعل کو انجام دیتی رہی یہاں تک کہ جو آپ کی آخری منزل ربذہ تھی اسمیں بھی خاموش نہیں رہے اور اپنی ذمہ داری کو انجام دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کی مکہ مکرمہ میں خانۂ خدا جو ہر سال لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے جمع ہونے کا مرکز ہے ابوذرؓ اس موقع کو غنیمت جانتے تھے اور جو کچھ رسول اللہ (ص) نے بطور عام اہل بیتؑ کے لئے اور خاص طور پر علیؑ کیلئے فرمایا ہے مسلمانوں سے بیان کرتے تھے۔

اسی کے متعلق عبایہ ابن ربعی سے سند کے ساتھ جوینی نے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عباس چاہ زمزم کے کنارے پر بیٹھے تھے ابن عباس نے ابھی یہی کہا تھا کہ رسول اللہ (ص) فرماتے ہیں اسی وقت ایک معمم شخص آیا بس ابن عباس خاموش

---

(۱) اصل الشیعہ واصولھا ص۸۶.

ہو گئے وہ شخص بول اٹھا کہ رسولؐ فرماتے ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ تمہیں قسم ہے اللہ کی بتاؤ تم کون ہو؟

راوی کہتا ہے ان کے کہنے پر معمم نے اپنے چہرے سے تحت الحنک ہٹایا اور کہا اے لوگو! جو مجھ کو جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں جندب ابن جنادہ بدری ابوذر غفاریؓ ہوں میں نے نبیؐ کو کہتے ہوئے اپنے ان کانوں سے سنا ہے اور اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو میرے یہ کان بہرے ہو جائیں اور ان آنکھوں سے دیکھا ہے اور اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو میری آنکھوں میں بینائی نہ رہے، علیؑ نیکوکاروں کے قائد اور کافروں کے قاتل ہیں وہ نصرت پائے گا جو ان کی نصرت کرے گا اور خدا اس سے دوری اختیار کرے گا جو ان سے دور رہے گا۔

ایک مرتبہ نماز ظہر رسولؐ کے ساتھ پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک سائل نے آ کر سوال کیا، جب اس کو کسی نے کچھ نہیں دیا تو اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا اے پرور دگار! گواہ رہنا میں نے مسجد رسولؐ میں سوال کیا اور مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا، اس وقت علیؑ حالت رکوع میں تھے اپنی چھوٹی انگلی سے اشارہ کیا جس میں آپ انگوٹھی پہنے ہوئے تھے مقصد یہ تھا کہ اس کو لے لو سائل آگے بڑھا اور انگلی سے انگوٹھی نکال لی اور یہ سب رسولؐ کے سامنے ہوا، جب نبیؐ نماز سے فارغ ہوئے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا اے پروردگار! میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے سوال کیا تھا {رب اشرح لی صدری و یسرلی امری و احلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی واجعل لی وزیراً من اهلی هارون اخی اشدد به ازری و اشرکه فی

امری } طٰہٰ آیت ۲۵-۳۲/ ☆اے میرے پروردگار! میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میرے امر کو میرے لئے آسان کر دے، میری زبان کی گرہوں کو کھول دے، میرے بیان میں شیرینی عطا کر اور میرے بھائی ہارونؑ جو میرے اہل سے ہے ان کو میرا وزیر بنا کر ان کے ذریعہ میرے بازو کی قوت کو بڑھا اور ان کو میرے امر میں شریک فرما۔

تو ان کیلئے تو نے فرمایا {سنشد عضدک باخیک و نجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما} قصص آیت ۳۴/ ہم عنقریب تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہارے بازو قوی کر دیں گے اور تم دونوں کو ایسا غلبہ عطا کریں گے کہ فرعونی لوگ تم دونوں تک پہنچ بھی نہیں سکیں گے۔

اے پروردگار! میں محمد تیرا منتخب نبی تجھ سے سوال کرتا ہوں اللھم اشرح لی صدری و یسر لی امری و اجعل لی وزیراًمن اھلی علیااخی، اشدد بہ ظھری .اے پروردگار! میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میرے لئے میرے امور کو آسان کر دے اور میرے اہل سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا دے اور اس کے ذریعہ میری پشت کو مضبوط کر دے۔

ابوذرؓ کہتے ہیں خدا کی قسم !رسولؐ کے یہ جملے ابھی ختم بھی نہیں ہوئے تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد! تلاوت کرو {انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ و یوتون الزکاۃ و ھم راکعون } مائدہ/آیت ۵۵/ بیشک تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور ان کی نماز کی یہ حالت ہے کہ وہ حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔(۱)

☆ سورہ طٰہٰ کی آیت ۲۵-۳۲ سے اقتباس

(۱) فرائد السمطین ج۱/ص۱۹۱-۱۹۲.

جوینی نے سند کے ساتھ حافظ ابو بکر اور انہوں نے کدیرہ حجری سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ابوذرؓ کعبہ سے کمر لگائے ہوئے کہہ رہے تھے اے لوگو! آؤ میں تم کو تمہارے نبیؐ کا کلام سناتا ہوں میں نے رسولؐ کو علیؑ کے لئے تین مرتبہ کہتے ہوئے سنا ہے اے پروردگار! تو علیؑ کی مدد کر اور علیؑ سے مدد لے اور اس کو کامیاب کر اور اس کے ذریعہ کامیابی حاصل کر بیشک یہ (علیؑ) تیرا بندہ اور تیرے رسول کا بھائی ہے. اے کاش! میرے لئے ایک ہی مرتبہ کہہ دیتے تو یہ میرے نزدیک دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے زیادہ محبوب ہوتا۔(۱)

مستدرک میں حنش کنانی سے مذکور ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابوذرؓ کو کعبہ کا دروازہ پکڑ کر کہتے ہوئے سنا ہے اے لوگو! جو مجھ کو جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے میں ابوذرؓ ہوں میں نے رسولؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال اسی طرح سے ہے جس طرح قوم نوح کے لئے کشتی نوح، جو اس میں سوار ہو گیا وہ کامیاب رہا اور جس نے اس سے انحراف کیا وہ غرق و نابود ہو گیا۔(۲)

مدینہ جو کہ حکومت اسلام کا پایہ تخت اور جائے خلافت تھا ابوذرؓ تمام اموی جاسوسوں اور انکی طرف سے سختیوں کے باوجود اسی طریقہ پر عمل کرتے رہے۔

یعقوبی نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان تک یہ خبر پہنچی کہ ابوذرؓ مسجد رسولؐ میں بیٹھتے ہیں اور لوگ ان کے پاس جمع ہوتے ہیں اور وہ ان پر لعن کرتے ہیں اور ایک مرتبہ مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو

(۱) نفس المصدر ص ۶۸.

(۲) مستدرک ج ۳/ص ۱۵۰-۱۵۱.

نہیں جانتا وہ جان لے میں ابوذر غفاری جندب ابن جنادہ ربذی ہوں خداوند عالم نے آدمؑ، نوحؑ، آل ابراہیمؑ، آل عمرانؑ اور بعض کو بعض کی ذریت سے چن لیا اور اللہ سننے والا اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے.

محمدؐ کا انتخاب نوحؑ و ابراہیمؑ اور اس کے بعد ذریت اسماعیلؑ سے ہوا ہے اور اہل بیتؑ کا انتخاب فطرت محمدؐ سے ہوا ہے اور وہ اہلبیتؑ میں سب سے زیادہ شریف ہیں اپنی قوم میں سب سے زیادہ فضیلت کے حقدار ہیں وہ ہمارے درمیان بلند آسمان اور غلاف شدہ کعبہ اور قبلہ معین اور روشن سورج اور گردش کرتے ہوئے چاند اور آسمان میں ٹکے ہوئے ستاروں اور زیتون کے درخت کے مانند ہیں کہ جس کا تیل روشنی باھم پہنچاتا ہے اور اسکا زبدہ مبارک ہوتا ہے اور محمدؐ علم آدمؑ کے وارث ہیں انبیاءؑ کو انہیں کے صدقے میں فضیلتوں سے نوازا گیا ہے اور علی ابن طالبؑ محمدؐ کے وصی اور ان کے علم کے وارث ہیں.

اے حیرت و تعجب میں گم امت! اگر تم اس کو مقدم رکھتے جس کو اللہ نے مقدم کیا تھا اور اس کو مؤخر رکھتے جس کو اللہ نے مؤخر رکھا تھا اور تم ولایت و وراثت کا اقرار اپنے نبیؐ کے اہلبیتؑ میں کرتے تو تم پر زمین و آسمان سے رزق کی فراوانی ہوتی اور اگر خدا کے ولی پر ظلم نہ کرتے فرائض خدا پر صحیح طور سے عمل کرتے اختلافات سے بچے رہتے تو تم کو اہلبیت نبیؐ سے کتاب و سنت کا علم پہنچتا رہتا اب جبکہ تم اپنی کارگزاریاں دکھا چکے ہو تو اپنے پھیلائے وبال کا مزہ چکھو {و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون} شعراء آیت ۲۲۷ / اور عنقریب ظلم کرنیوالے جان لینگے کہ وہ کس جگہ پلٹائے جائیں گے.(۱)

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ /ص ۱۷۲.

ابوذرؓ نے جو طریقہ مکہ اور مدینہ میں اپنایا تھا اسی طریقہ کار پر انہوں نے شام میں بھی عمل کیا جو بھی ان کے ساتھ بیٹھتا اس سے اسی طرح کی گفتگو کرتے تھے۔

یعقوبی کہتے ہیں ابوذرؓ جب شام میں رہے وہاں بھی وہی کہتے رہے جو مدینہ میں کہا کرتے تھے لوگ ان کے پاس جمع ہوتے تھے یہاں تک کہ جمع ہو کر ان کی گفتگو سننے والوں کی تعداد بڑھتی رہی۔

ابوذرؓ کو جب ربذہ جیسی وحشتناک جگہ جلا وطن کر دیا گیا تو آپ اپنے وطن و دوستوں سے دور ہونے اور دوسرے غم والم کے باوجود اپنے عمل کو حسب سابق انجام دیتے رہے کوئی چیز بھی ان کو اپنے اس عمل سے بعض نہ رکھ سکی جس کی شروعات انہوں نے حیات رسولؐ میں ہی کر دی تھی آپ اپنے مشن میں ہمیشہ لگے رہے جب بھی آپ کو موقع ملتا یعنی کوئی بات سننے والا ملتا تو آپ اس کو اہل بیتؑ کے حق سے ضرور آگاہ کر دیتے تھے۔

کتاب شرح نہج البلاغہ (ابن حدید) میں ابورافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ربذہ میں ابوذرؓ کے پاس وداع کے لئے گیا اور جب میں واپس ہونے لگا تو ابوذرؓ نے مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے کہا عنقریب فتنہ رونما ہونے والا ہے ایسی صورت حال میں تقوئے الٰہی اور اور اتباع علی ابن ابی طالبؑ کو اپنا شعار بنائے رکھنا تمہارے لئے ضروری ہے۔

حقیقت میں ابوذرؓ کا مشن تشیع کا مثالی مشن تھا جس سے ہمیں ثبات قدمی کا سبق ملتا ہے ان کے مزاج و طبیعت میں استقلال اور پیچھے نہ ہٹنے والی ثبات قدمی تھی، ابوذرؓ نے رسولؐ کے ساتھ جس مشن کا عہد کیا تھا اس پر عمل کر کے بتا دیا کہ عمل کس کو کہتے ہیں

اور وہ عہد و بیعت یہ تھی کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو رسولؐ نے فرمایا تھا کہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اثر نہ لینا اور ہمیشہ حق کہنا چاہے تلخ ہی کیوں نہ ہو۔

معاویہ ابن ثعلبہ لیثی کہتے ہیں کہ جب ابوذرؓ نے مرض الموت میں علیؑ کے حق میں وصیت کی تو بعض عبادت کرنے والوں نے کہا کہ اگر آپ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان کے حق میں وصیت کی ہوتی تو زیادہ بہتر ہوتا آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں امیر المؤمنین اس کو کہتا ہوں جو حقیقتاً مؤمنوں کا امیر ہے خدا کی قسم وہی زمین کی بہار ہیں انہیں سے زمین ساکن و آباد ہے اگر وہ تمہارے درمیان سے چلے جائیں گے تو تم زمین پر بے انتہا بد اعمالیاں دیکھو گے معاویہ ابن ثعلبہ کہتا ہے میں نے ابوذرؓ سے کہا ہم جانتے ہیں کہ جسکو پیغمبر خدا بہت زیادہ دوست رکھتے تھے آپ بھی انہیں کو دوست رکھتے ہیں ابوذرؓ نے کہا ہاں! معاویہ ابن ثعلبہ نے سوال کیا کہ آپ کس کو سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں؟

ابوذرؓ نے جواب دیا دنیا میں سب سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ پیر مظلوم ہے جس کا حق لوگوں نے غصب کرلیا یعنی علی ابن ابی طالبؑ۔

اعیان الشیعہ ج ۱۶/ ص ۳۳۲۔

ابو ذرؓ کا ملک شام میں قیام

ہم جب کتب تاریخ میں سیرت ابو ذرؓ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اپنے سامنے اس جلیل القدر صحابی کی غیر واضح اور دھندلی تصویر پاتے ہیں جیسے کہ ان کی زندگی میں انجماد ہو شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جیسے دوسرے اصحابؓ کی طرف سے مؤرخ خاموش رہے ویسے ہی ان کی شخصیت کی روش کو فرض کر لیا ہو مثال کے طور پر بعض مؤرخین جیسے طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے ابو ذرؓ کے مدینہ سے ربذہ کی طرف جلاوطن کئے جانے والی تفصیل ہی کو نظر انداز کر دیا ہے جیسے ابو ذرؓ اور عثمان کے درمیان کچھ ہوا ہی نہیں اور کچھ مؤرخین خلیفہ سوم کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابو ذرؓ اپنے ارادہ واختیار سے ربذہ گئے تھے اور بعض مؤرخین ابو ذرؓ کو شام اور اس کے بعد مدینہ اور پھر ربذہ کی طرف جلاوطن کئے جانے کی تاکید کرتے ہیں۔

ہم بعض روایات اور تاریخی نصوص سے حضرت ابو ذرؓ کی سیرت کما حقہ پیش کرنا چاہتے ہیں فکر ونظر کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت ابو ذرؓ نے ایک طویل مدت شام میں گزاری عجب نہیں کہ انہوں نے دس سال سے زیادہ مدت گزاری ہو اور اس مدت میں اپنے مسلک و مذہب یعنی اطاعت علیؑ واہل بیت علیؑ کی نشر واشاعت کی ہو۔

اس وقت ہم بعض مؤرخین اور ناقدین کے کلمات کو پیش کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے ابو ذرؓ کی جلاوطنی یا بارادہ ترک وطن کرنے کے بارے میں لکھا ہے۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ اکثر ارباب سیرت اور علماء اخبار اور روایات نقل کرنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ پہلے تو حضرت عثمان نے

ابوذرؓ کو شام کی طرف جلاوطن کیا اس کے بعد معاویہ کی شکایت پر واپس بلالیا اور اس کے بعد جب مدینہ میں ابوذرؓ کو وہی کچھ کرتے دیکھا جو شام میں کیا کرتے تھے تو ان کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔(۱)

سید مرتضٰی کہتے ہیں بلکہ معروف و ظاہر ہے کہ پہلے ابوذرؓ کو شام کی جلاوطن کیا گیا اس کے بعد معاویہ کی شکایت پر مدینہ بلا لیا گیا پھر مدینہ سے ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔(۲)

سید امینؒ کہتے ہیں مدینہ جس کی طرف رسولؐ نے ہجرت کی تھی اور جہاں مسجد رسولؐ تھی ابوذرؓ اس کو اور مجاورت قبر پیغمبرؐ کو چھوڑ کر اپنے اختیار سے شام جاتے اور بنی امیہ کی مجاورت کرتے، نہیں ایسا نہیں تھا بلکہ ان کو شام کی طرف جلاوطن کیا گیا تھا(۳) اس کے علاوہ ان کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں جن سے اس امر کے متعلق شہرت ثابت ہوتی ہے لیکن اس مقام پر شہرت سے دلیل پیش کرنے سے مستغنی نہیں ہوا جا سکتا کیونکہ بہت سی شہرتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور خاص کر وہ شہرت قابل قبول نہیں جس کے مقابل دلیل موجود ہو۔

اب ہم مطالعہ کرنے والوں کے لئے کچھ دوسری نصوص و دوسرے اقوال پیش کر رہے ہیں ایک قول یہ ہے کہ ابوذرؓ کا قیام شام میں طویل عرصہ تک رہا اور ان کا شام جانا اور وہاں قیام کرنا ان کے اپنے ارادہ اور رغبت اور تمام تر آزادی پر مبنی تھا مدینہ رسولؐ

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۱۶/ص ۲۵۵-۲۵۶۔

(۲) اعیان الشیعہ ج ۱۶/ص ۳۶۳۔

(۳) نفس المصدر ص ۳۵۳-۳۵۴۔

میں جانے اور رہنے میں بھی آزاد تھے لیکن آخری مرتبہ کا سفر مدینہ خلیفہ سوم اور ان کے درمیان رونما ہونے والے واقعہ سے مربوط تھا۔

صاحب استیعاب کہتے ہیں ابوذرؓ اسلام لانے کے بعد اپنے وطن واپس چلے گئے اور بدر، احد، خندق کے وقوع تک آپ وہیں رہے اس کے بعد نبیؐ کے پاس مدینہ آکر وفات رسولؐ تک ان کی صحبت میں رہے اور خلیفہ اول کی موت کے بعد شام کی طرف چلے گئے اور آپ کا قیام شام میں خلیفہ سوم کے خلافت حاصل کرنے تک رہا ،معاویہ کی شکایت پر خلیفہ سوم نے ان کو واپس بلا لیا اور اس کے بعد مدینہ سے جلاوطن کر کے ربذہ میں رہنے کو کہا اور آپ کی موت ربذہ ہی ہوئی۔(۱)

یہاں پر ہمیں سوال کرنے کا حق ہے کہ اس روایت کو نہ ماننے کی وجہ یا سبب کیا ہے جب کہ بہت زیادہ شواہد اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔

بس اس روایت کو تسلیم نہ کرنے کا سبب کچھ بھی نہیں ہے اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ ابوذرؓ نے اپنے اختیار اور ارادہ سے شام میں قیام کیا لیکن ماننا پڑے گا کہ ابوذرؓ کی جرأت و ہمت و صراحت کلام کی وجہ سے خلافت حضرت عمر ابن خطاب کے دور میں ان کے لئے کچھ دشواریاں اور پیچیدگیاں پیدا ہوگئی تھیں جن کی وجہ سے آپ نے شام میں رہنے کا قصد کیا۔

حضرت ابوذرؓ کی سیرت کی چھان بین کرنے والا یہی پائے گا کہ اس یکتا و روشن شخصیت کی سیرت کو خلافت ابن خطاب اور خلیفہ سوم کے دور میں نمایاں نہیں ہونے دیا گیا کیونکہ حضرت ابوذرؓ کے متعلق اس مدت میں نہ کوئی حدیث ہے اور نہ کوئی روایت اور

(۱) استیعاب، اصابہ کا حاشیہ م ۱ ص ۲۱۳.

نہ کوئی دوسری چیز حالانکہ آپ پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں اور فضل وعلم میں یکتا و مجاہد آدمی تھے کہ جن کو عام مسلمانوں کے ساتھ شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ آپ ان چنیدہ مسلمانوں میں سے ایک تھے جن کی فضیلت کو رسولؐ نے مجمع عام میں بیان کیا تھا جنہوں نے معالم دین اور علم حاصل کرنے میں دوسروں پر سبقت کی تھی ان کے متعلق رسولؐ کا یہ قول کافی ہے ما اقلت الغبراء و لا تظل الخضراء من ذی لهجة اصدق و لا اوفی من ابی ذر شبیه عیسیٰ ابن مریم .زمین گرد آلود نے بار نہیں اٹھایا اور نیلگوں آسمان نے سایہ نہیں کیا کسی ایسے شخص پر جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا اور وفادار ہو اور وہ عیسیٰ ابن مریم کے مشابہ ہیں (۱)

اور علیؑ کا یہ قول: وعاء ملیء علماً ثم اوكأ علیه .ابوذرؓ کا ظرف ایسا تھا کہ جو علم سے پُر تھا اور پھر اس کو بند کر دیا گیا تھا۔(۲)

شاید ابوذرؓ کی شخصیت کو اس مدت میں عام مسلمانوں جیسی ظاہر کرنا مقصد نہ ہو لیکن طے ہے کہ آپ اس دور میں مرکز خلافت (مدینہ جو کہ مملکت اسلامی کا دار الحکومت تھا) سے دور تھے، اور نہ ہی آپ اپنے اصلی وطن قوم بنی غفار میں تھے کیونکہ نصوص و روایات میں اس کی طرف اشارہ نہیں ملتا پھر اس مدت میں ابوذرؓ کہاں تھے؟

کسی بھی شہر میں ان کے وجود سے تاریخ خاموش ہے سوائے شام کے، بقیہ نصوص اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذرؓ نے اس مدت میں شام اور شام کے

---

(۱) تلخیص مستدرک م ۳/ص ۳۴۲.

(۲) غدیر ج ۸/ص ۳۱۱ نقلا عن اسد الغابہ ج ۵/ص ۱۸۶، شرح الجامع الصغیر ج ۵/ ۴۲۳، اصابہ ج ۴/ص ۶۴.

اطراف کو اپنا مسکن بنایا اور اسی جگہ مکمل طور سے جہاد میں مشغول رہے.

بلاذری کی روایت میں ہے کہ ایک دن خلیفہ سوم نے کہا کہ کیا امام کے لئے جائز ہے کہ وہ بیت المال سے کچھ مال لے اور جب وہ آسودہ حال ہو جائے تو واپس کردے؟

کعب احبار نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں.

ابوذرؓ نے فرمایا: اے یہودی ماں باپ کے بیٹے! کیا تو ہمیں ہمارا دین سکھاتا ہے.

تو خلیفہ سوم نے کہا: تم نے مجھے سب سے زیادہ اذیت پہنچائی ہے اور میرے اصحاب کو جوش دلایا ہے لہذا آپ یہاں سے اپنے مکتب (جو شام میں تھا) جاکر اپنے فریضہ کو انجام دیں، ☆ آپ حج کی غرض سے مکہ آتے تھے تو خلیفہ سوم سے قبر رسولؐ کی مجاورت کا اذن لیتے تھے، آپ اذن ملنے پر مدینہ جاتے تھے۔(۱)

روایت میں لفظ مکتب آیا اور مکتب سے مراد یہاں وہ مقام ہے جہاں پر فوج کے دستہ جمع ہوتے ہیں روایت صاف صاف بتا رہی ہے کہ ابوذرؓ کا قیام شام میں کسی مجبوری کے تحت نہیں تھا۔

اس کی تائید ابن اثیر کا کلام کر رہا ہے ابن اثیر نے ۲۳ /ھجری کے حوادث کے متعلق کہا ۲۳ /ہجری میں معاویہ نے روم سے جنگ کی اور اس جنگ میں اس کے ہمراہ عبادہ ابن صامت و ابو ایوب انصاری اور ابوذرؓ تھے......الخ

اور ۲۸ /ہجری کے حوادث کے متعلق کہتے ہیں کہ معاویہ نے قبرس کو فتح

☆ معاویہ کی نگرانی میں جو فوج اسلامی اپنے فرائض انجام دے رہی تھی ابوذرؓ بھی اس فوج کے ایک سپاہی تھے.

(۱) غدیر ج ۸ /ص ۲۹۳ نقلا عن الانساب ج ۵ /ص ۵۲، ۵۴.

کیا...... یہاں تک کہا' جب اس سال معاویہ نے جنگ کی تو اس جنگ میں معاویہ کے ہمراہ اصحاب کی ایک جماعت تھی اور ان میں ابوذرؓ بھی تھے...... الخ(۱)

ابن بطال کا کہنا ہے معاویہ کی فوج میں لوگوں کا رجحان ابوذرؓ کی طرف تھا خلیفہ سوم نے فتنہ کے ڈر سے ابوذرؓ کو واپس مدینہ بلا لیا۔(۲)

واقدی کی روایت میں ہے کہ ابو اسود دوئلی نے کہا میں ابوذرؓ کی ملاقات کا مشتاق تھا تا کہ ان سے ربذہ جانے کا سبب دریافت کرو، لہذا میں ان کے پاس آیا اور کہا کیا مجھے نہیں بتاؤ گے کہ مدینہ سے اپنی مرضی سے نکلے تھے یا مجبور کر کے نکالے گئے تھے؟

ابوذرؓ نے کہا: میں مملکت اسلامی کی سرحدوں میں سے ایک سرحد میں تھا اور ان سے مستغنی تھا وہاں سے مجھے مدینہ کی طرف نکالا گیا (چلو اپنی ہجرت کی جگہ اپنے دوستوں میں آ گیا) اس کے بعد مجھے مدینہ سے نکال دیا گیا جہاں تم دیکھ رہے ہو۔(۳)

روایت میں لفظ ثغر (سرحد) آیا ہے سرحد سے مراد یہاں پر ابوذرؓ نے ملک شام لیا ہے بس یہاں پر غور طلب امر یہ ہے کہ ابوذرؓ نے یہ نہیں کہا کہ مجھ کو مملکت اسلامی کی سرحد کی طرف نکالا گیا یا ملک شام کی طرف نکالا گیا بلکہ یہ کہا کہ میں مدینہ کی طرف نکالا گیا یہ کلام دلالت کر رہا ہے کہ ابوذرؓ ملک شام کے قیام میں مختار اور مطمئن تھے۔

دوسری روایت میں واقدی نے کہا ہے کہ خلیفہ سوم نے کہا کہ ہمارے شہر سے اور ہمارے درمیان سے نکل جاؤ۔

---

(۱) کامل ج ۳/ص ۷۷ اور ۹۵.

(۲) غدیر ج ۸/ص ۳۶۰. عن عمدۃ القاری ج ۴/ص ۲۹۱.

(۳) شرح نہج البلاغہ ج ۸/ص ۳۶۰.

ابوذرؓ نے کہا: میں تو تمہارے پڑوس میں رہنے کو برا نہیں سمجھتا. کہاں نکل جاؤں؟

خلیفہ سوم نے کہا: جہاں چاہو نکل جاؤ.

حضرت ابوذرؓ نے کہا: شام کی طرف چلا جاتا ہوں جو کہ جہاد والی زمین ہے.

خلیفہ سوم نے کہا: وہاں سے تو ہم تمہیں لے کر آئے، کیونکہ وہاں تم نے فساد کر رکھا تھا کیا دوبارہ اس طرف بھیج دیں؟(۱)

یہ روایت ہمارے لئے بطور دلیل کافی ہے بلکہ یقین ہے کہ ابوذرؓ کا قیام ملک شام میں کسی کے جبر سے نہیں تھا، جس طرح ان کے قیام کی مدت اتنی کم نہیں کہ جس کا حساب مہینوں سے لگالیا جاتا.

جب تک آپ نے شام میں قیام کیا آپ مدینہ رسولؐ کی زیارت سے محروم نہیں رہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوذرؓ جیسے صحابی سے کسی بھی سال حج نہیں چھوٹ سکتا تھا جس طرح زیارت قبر رسولؐ اور اسکی مجاورت اور دیگر اصحاب سے ملاقات و دارالخلافہ کی زیارت اور مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ بھال نہیں چھوٹ سکتی.

اس بیان کے بعد ہمارے لئے ممکن ہے کہ ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہیں کہ جو کچھ ابتداء میں حضرت ابوذرؓ اور خلیفہ سوم کے درمیان گرم گفتگو ہوئی تھی، شام کی سکونت کا سبب وہ گفتگو نہیں تھی جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے بلکہ وہ گفتگو ابوذرؓ کے شام کی طرف جلد پلٹ جانے کا اور مدینہ میں آزادی کے ساتھ زیادہ وقت نہ رہنے کا سبب بنی تھی۔

اس بیان کے بعد قائل کے اس قول (خلیفہ سوم نے حضرت ابوذرؓ کو شام کی طرف جلاوطن کیا) کی کمزوری ثابت و واضح ہو جاتی ہے، غالباً اس رای کا محور یہی ہے کہ کیونکہ

(۱) گذشتہ مصدر

ابوذرؓ کو اس طرح کے حالات سے دوچار ہونا پڑا تھا جو کہ حقیقت تھی وہ یہ کہ پہلے ان کو شام سے مدینہ بھیجا گیا اور پھر مدینہ سے ربذہ جلاوطن کیا گیا۔

اب ہم تاریخ کی اس حقیقت کی طرف منتقل ہوتے ہیں جو اس صحابیؓ جلیل القدر کی سیرت اور شام میں طویل اقامت اور پوری طرح سے اس عظیم امر کو انجام دینے سے مربوط ہے اور یہی کچھ جبل عامل میں شیعیت کے پروان چڑھنے کا سبب بنا، انشاء اللہ آنیوالے باب میں ہم اس کا ذکر کریں گے۔

ابوذرؓ اور جبل عامل میں تشیع

اپنے موضوع پر بحث شروع کرنے سے قبل ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ملک شام میں تاریخی حیثیت سے جبل عامل کی حدود (رقبہ) معین کریں تاکہ اس مقام پر ابوذرؓ کے قیام کو ثابت کریں جس سے ہمارے موضوع کی حقیقت واضح و روشن ہو جائے۔

شام کا رقبہ: یاقوت نے کتاب معجم البلدان میں کہا کہ شام کی حدود طول میں نہر فرات سے مصر کے دیار عریش تک، اور عرض میں جبل طئی قبلہ کی طرف سے روم کے سمندر تک یا اس کے آس پاس کے ملکوں کے کچھ حصے، اور اس میں کچھ مشہور شہر آتے ہیں جیسے منبج، حلب، حماۃ، حمص، دمشق، بیت المقدس، معرہ اور اس کے ساحلی حصہ پر انطاکیہ، طرابلس عکا، صور، عسقلان جیسے شہر تھے۔(۱)

اُس وقت شام کا یہ رقبہ تھا اس سے واضح ہو گیا ہو گا کہ جبل عامل اسی ملک کا حصہ تھا کیونکہ صور شہر جبل عامل میں واقع ہے۔

کتاب متن لغت' مادہ (ع م ل) میں ہے کہ حرص ابن عدی (جس کا سلسلہ نسب کہلان ابن سبا تک پہنچتا ہے) کی اولاد جی یمان نے اس پہاڑ کا نام اپنی ماں عاملہ بنت مالک قضاعیہ کے نام پر رکھا تھا اور یہ ملک شام میں صور اور صیدا کے اوپری حصہ میں واقع ہے اور انہیں سے پہچانا جاتا ہے اور جبل عامل کے نام سے مشہور ہے۔(۲)☆

---

(۱) معجم البلدان ج ۳/ص ۳۱۲ مادہ شام.

(۲) متن اللغہ ج ۴ / مادہ ع م ل/ص ۲۰۹.

☆ دور حاضر میں جبکہ ملک شام چار ملکوں میں تقسیم ہو گیا لہذا جبل عامل اس وقت ملک لبنان میں واقع ہے. (مترجم)

بہر حال دمشق جو کہ شام کا دارالحکومت تھا شام فقط اسی کا نام نہیں تھا بلکہ لفظ شام کا اطلاق اوپر دیئے گئے تمام حدود پر ہوتا تھا جس میں جبل عامل بھی شامل تھا۔

جیسا کہ ہم کتاب استیعاب کی روایت سے اشارہ کر چکے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد شام کو اپنا مسکن بنایا لیکن دور خلیفہ ثالث میں معاویہ کی شکایت پر آپ کو مدینہ بلا لیا گیا اور پھر ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا اور وہ روایات جن سے ابوذرؓ رکو شام کی طرف نکالے جانے کا کا اشارہ ملتا ہے ان کا مفہوم جلاوطن کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ خلیفہ سوم نے ان کو جلدی سے شام کی طرف چلے جانے کا حکم دیا جیسا کہ خلیفہ سوم کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے الحق بمکتبک یعنی اپنے مکتب چلے جاؤ (لفظ مکتب کے معنی ہم پہلے واضح کر چکے ہیں)۔

ابوذرؓ رکا شام میں قیام سے مطلب فقط دمشق نہیں (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے) بلکہ تمام ملک شام ہے اور اس بات کی تائید خود حضرت ابوذرؓ رکا قول کرتا ہے، جب آپ حضرت علیؑ سے وداع کے لئے آئے تو ان سے فرمایا کہ میں حجاز میں عثمان پر گراں تھا جس طرح شام میں معاویہ پر گراں تھا۔(۱)

جیسے لفظ حجاز کے تحت تمام شہر آتے ہیں اسی طرح لفظ شام کے تحت تمام شہر اور دمشق اور جبل عامل شامل ہیں، اور یہ واضح ہے کہ ابوذرؓ جبل عامل میں معاویہ کے قبضہ اور زیر حراست تھے لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ ابوذرؓ معاویہ کے پاس تھے۔

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸ /ص ۲۵۴.

ملک شام میں ابوذرؓ کے قیام کی مدت

تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ حضرت ابوذرؓ ملک شام میں کتنی مدت رہے صرف کمیل ابن زیاد کا یہ قول ملتا ہے کہ جب حضرت عثمان نے ابوذرؓ کو ملک شام جانے کا حکم دیا اس وقت میں مدینہ میں تھا اور میں مدینہ میں ابوذرؓ کی ربذہ جلاوطنی کے ایک سال پہلے سے تھا۔(۱)

فقط یہ روایت (اگر صحیح ہے) اشارہ کرتی ہے کہ ابوذرؓ کا شام میں قیام ایک سال رہا اور اس کے علاوہ جو مدت ہے اس پر تخمینے اور خاص چھان بین سے ہی بھروسہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے باوجود کمیلؓ کی روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ شام میں کتنے سال مقیم رہے اس روایت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا ابوذرؓ کو واپس شام جانے کا حکم دینا اور ربذہ جلاوطن کرنے میں جو وقت تھا وہ ایک سال تھا اس بنا پر کتاب استیعاب کی روایت اور اس روایت میں کوئی منافات نہیں ہے۔

لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ کا قیام ملک شام اور اس کے شہروں و دیہاتوں میں کافی طویل رہا، شاید چودہ سال رہا ہو، ذیل میں ذکر کی جانے والی روایات اس پر شاہد ہیں۔

(۱) کتاب استیعاب کی وہ روایت جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں ہمارے قول کی تصریح کرتی ہے جیسا کہ روایت میں کہا گیا ہے کہ خلیفہ اول کی وفات کے بعد حضرت ابوذرؓ شام چلے گئے اور آپ وہیں پر موجود رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان تخت خلافت

---

(۱) غدیر ض ۸ /ص ۳۰۴

پر بیٹھے، اُس کے بعد معاویہ کی شکایت پر حضرت عثمان نے ان کو واپس بلا لیا.

مشہور ہے کہ خلیفہ اول کی وفات ۱۳/ہجری میں ہوئی اور اسی سال خلیفہ دوم تخت خلافت پر بیٹھے اور ۲۳/ہجری میں وفات پائی، اور اسی سال سے تقریباً ۳۵ /ہجری تک حضرت عثمان ابن عفان (۱)

کی حکومت رہی اور جیسا کہ ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت ابوذرؓ کو شام سے مدینہ کی طرف جلاوطن کیا اور ۳۰/ہجری میں ربذہ کی طرف.(۲)

کتاب استیعاب کی روایت کی بنا پر حضرت ابوذرؓ کے مدینہ سے شام کی طرف نکلنے اور شام سے مدینہ کی طرف جانے کے سترہ سال ہوتے ہیں۔

(۲) نصوص بتاتی ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے ایک طرف تو اپنی اس مدت (شام کے قیام) میں شامیوں کے ذہنوں کو بدل کر اپنی طرف کر لیا، شامی حضرات ان کے پاس آتے اور احکام اسلام وفتاوی دریافت کیا کرتے، دوسری طرف جس لشکر میں آپ تھے وہ آپ کی طرف مائل ہو گیا یہی سبب تھا کہ معاویہ نے اس کے نتیجہ سے خوف کھا کر خلیفہ سوم کو لکھ بھیجا کہ حضرت ابوذرؓ کو اپنی طرف بلا لو۔

ہمارے اس مدعا پر مندرجہ ذیل نصوص دال ہیں۔

(۱) حبیب ابن مسلمہ فہری نے معاویہ سے کہا: ابوذرؓ اہل شام کو تمہارے خلاف کر دیں گے اگر تمہیں شام پر اپنا قبضہ باقی رکھنا ہے تو ان کے سلسلے میں کچھ سوچو۔(۳)

---

(۱) مروج الذھب ج ۲/ص ۲۹۷ اور ۳۰۴.

(۲) کامل ج ۳/ص ۱۱۳.

(۳) شرح نہج البلاغہ ج ۸/ص ۲۵۷.

(ب) معاویہ نے خلیفہ سوم کو لکھا کہ ابوذرؓ کے پاس گروہ در گروہ لوگ جمع ہو رہے ہیں بعید نہیں کہ وہ قوم کو آپ کے خلاف کر دیں اگر آپ کو قوم سے دل چسپی ہے تو انہیں اپنے پاس بلا لیں۔(۱)

(ج) معاویہ نے لکھا کہ ابوذرؓ نے اہل شام کے دلوں کو تبدیل کر کے آپ کی نفرت کا بیج بو دیا ہے اور وہ ابوذرؓ کے علاوہ کسی دوسرے سے فتویٰ معلوم نہیں کرتے، ان کے درمیان فیصلے بھی ابوذرؓ کے علاوہ کوئی نہیں کرتا۔(۲)

(د) جب حضرت ابوذرؓ نے شام کی طرف واپس ہونے کو کہا تو خلیفہ سوم نے کہا کہ ہم نے تو تمہیں شام سے تمہاری کارکردگی کی بناء پر بلایا ہے اب کیسے دوبارہ اسی طرف بھیج دیں۔(۳)

ابن بطال کا مندرجہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ معاویہ کی فوج حضرت ابوذرؓ کی طرف مائل تھی بس حضرت عثمان نے فتنہ کے خوف سے ان کو واپس بلا لیا۔

یہ نصوص ہمارے لئے بہت بڑا ذخیرہ ہیں جو حضرت ابوذرؓ کے شام میں طویل قیام پر دلالت کرتی ہیں ان کے اس طویل قیام نے اس وقت کے حکمرانوں کی نیندیں حرام کر دیں تھیں، یہ جلیل القدر صحابی لوگوں کی اکثریت کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے یہ لوگوں کو پکڑتے اور ان کو ہدایت کرتے اور خدا کا دن (آخرت) ان کو یاد دلاتے، اور اہل بیتؑ کی منزلت وفضیلت میں جو کچھ رسولؐ سے سنا اس کو بنا کسی خوف

(۱) مروج الذہب ج ۲/ص ۳۴۰.

(۲) رجال بحر العلوم ج ۲/ ۱۵۲.

(۳) شرح نہج البلاغہ ج ۸/ص ۲۶۰.

کے بیان کرتے، یہ اور اسی طرح کے دوسرے اسباب بھی تھے جو معاویہ کی پریشانی کا باعث ہوئے، لہذا اس نے حضرت عثمان کو لکھ بھیجا۔

کیا تصور میں آسکتا ہے کہ حضرت ابوذرؒ اتنا عظیم کام کچھ مہینوں یا ایک سال میں کر سکتے تھے جیسا کہ بعض مؤرخین کہتے ہیں؟

وہ تمام قوم جو بنی امیہ سے عاطفت و محبت رکھتی تھی سوائے ان کے کسی کو نہیں جانتی تھی ایسی قوم کی ذہنیت کو بدل کر کسی دوسری ذات کا تابع و پیروکار بنا دینا کیا آسان کام ہے؟ جیسا کہ بعض حضرات گمان کرتے ہیں۔

کسی بھی جگہ پر ایسا تصور کرنا بعید ہے۔

شام کی قوم کو معاویہ اور حکام کے خلاف کر دینا یہ ایک عظیم کام تھا جس میں متعدد سال صرف ہوئے کیونکہ جب کسی سماج کے ذہن کا محور ایک خاص مرکز ہو تو اسکو چند مہینوں میں بدلنا ناممکن ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے تاریخ کی حقیقت تک آسانی سے پہنچا جا سکتا ہے جس کو قدیم مؤرخین نے فراموش کر دیا یا انہوں نے اس حقیقت کو عمداً پوشیدہ رکھا ، فراموش کر دینے کا سبب یا تو ان کے مرتبہ اور منزلت سے جاہل رہنا تھا یا اس دور کے حکام کا خوف ان کے دلوں پر چھایا ہوا تھا، اکثر نے تو اپنے جان و مال ہی کے خوف سے پوشیدہ رکھا۔

ابوذرؓ کی یہی تاریخی حقیقت جبل عامل میں تشیع کے پھیلنے کا سبب بنی ،جبل عامل کے رہنے والوں میں سے جنہوں نے اپنے آبا ؤاجداد سے ورثہ میں شیعت پائی اس کا اصل مرکز یہی ابوذرؒ تھے جنہوں نے یہ کام شام میں رہ کر سر انجام دیا تھا۔

یہاں ہمارے لئے مناسب ہوگا کہ اس موضوع کے متعلق علماء عظام کے کچھ اقوال پیش کریں

(۱) اعیان الشیعہ میں سید محسن الامینؒ العاملی فرماتے ہیں کہ جبل عامل میں مذہب تشیع کا وجود ابوذرؓ کی وجہ سے ہوا جب ابوذرؓ کو شام کی طرف جلاوطن کردیا گیا اور دمشق میں بھی انہوں نے وہی کہا جو ہمیشہ کہا کرتے تھے تو معاویہ نے ان کو شام کے دیہاتوں کی طرف نکال دیا تو آپ نے دیہاتوں میں بھی فضائل اہل بیتؑ نشر کرنے شروع کردیئے ،جبل عامل کے رہنے والوں نے بھی ان کے ہاتھوں شیعت کو قبول کیا اور جب معاویہ کو اس کا علم ہوا تو ان کو واپس دمشق بلالیا اور اس کے بعد مدینے بھیج دیا...... اس کے بعد فرماتے ہیں اگرچہ کہ اس کے متعلق مستند خبر وارد نہیں ہوئی لیکن پھر بھی قریب عقل ہے (۱)

مؤلف فرماتے ہیں کہ والد محترم نے اپنی کتاب (جبل عامل فی التاریخ) میں اس موضوع کے متعلق علماء عظام کے اقوال ذکر کئے ہیں اور میں نے بھی ان اقوال سے بعض کو منتخب کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۲) استاد شیخ احمد رضا فرماتے ہیں کہ مذہب تشیع کا وجود حجاز کے علاوہ تمام ملکوں سے قبل شام میں تھا، کتنے تعجب کی بات ہے کہ زمین کا وہ خطہ جس میں اہل بیت رسولؐ کے خلاف محاذ قائم تھا مذہب تشیع کا پہلا مبلغ اسی میں کھڑا ہوکر شیعت کی پہلی دعوت دیتا ہے۔

اس کے بعد اپنے کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے ابوذرؓ کے متعلق فرماتے ہیں مذہب تشیع کی نشر و اشاعت ملک شام میں ابوذرؓ نے کی، آپ نے شام کے دو دیہات ''صرفند'' (جو شہر صیدا کے قریب ہے) اور میس (جو اردن کی طرف واقع ہے)

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱۶ /ص ۳۵۸.

میں سکونت اختیار کی ،اور یہ دونوں ہی دیہات جبل عامل میں آتے ہیں اور آج تک مشہور ومعروف ہیں آپ تبلیغ کیلئے ساحل کی طرف نکل جاتے اور دین حقیقی کی طرف دعوت دیتے ،اورصرفند نامی گاؤں میں اس وقت تک آپ کی جائے سکونت موجود ہے۔

(۳) اس کے بعد امیر شکیب ارسلان لکھتے ہیں مذہب تشیع کا وجود جبل عامل میں عجم (ایران) سے پیش تر ہوا بلکہ تمام مملکت اسلامیہ میں سوائے حجاز کے، اس کے بعد عارضی طور پر ایران میں شیعت کے ظہور کو ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں مذہب تشیع عرب اور ملک شام میں ظاہر نہیں تھا وہاں کے شیعہ اپنی جانوں کے خوف سے تقیہ میں تھے اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ مؤرخین حضرات شام میں شیعت پھیلنے کی نسبت علماء شیعہ کی طرف نہیں دیتے ،اس کے بعد امیر شکیب ارسلان نے شیخ بہائی اور بعض علماء اہل سنت کے درمیان جو واقعہ شام میں پیش آیا اس کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ ابھی دو بزرگ علماء کے اقوال آپ کے سامنے ذکر کئے گئے تقریباً اسی طرح کا مضمون استاد شیخ سلیمان ظاہر کا ہے آپ کہتے ہیں کہ جبل عامل میں مذہب تشیع کا وجود خلافت عثمان اور ابوذرؓ کے جلاوطنی کے دور سے ملتا ہے ،اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تینوں بزرگ علماء محقق ومدقق اور موثق ہیں ان تینوں علماء کی گواہی قطعی ویقینی ہے کہ مذہب تشیع جبل عامل میں ابوذرؓ کے جلاوطنی کے زمانہ سے تھا ان کی گواہی کے مطابق مذہب تشیع حجاز میں منحصر تھا اس کے بعد حر عاملی کے کلام کو ذکر کرتے ہیں جو اپنے زمانہ کے عظیم ثقہ وعالم جلیل القدر تھے جو باعتبار زمانہ ان تینوں حضرات سے پہلے گزرے ہیں۔

(۴) حر عاملی فرماتے ہیں: جبل عامل کے رہنے والے اوائلی شیعہ تھے روایت کی گئی

ہے جب رسولؐ نے وفات پائی تو اس وقت علیؑ کے صرف چار مخلص شیعہ تھے سلمانؓ ،ابوذرؓ،مقدادؓ ورعمارؓ اس کے بعد بارہ آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت نے ان کی اتباع کی اور آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ تعداد ایک ہزار یا اس سے زیادہ پہنچ گئی اور خلیفہ سوم کے دور میں جب ابوذرؓ کو شام کی طرف نکالا گیا تو کئی جماعتیں شیعہ ہوگئیں اس کے بعد معاویہ نے آپ کو دیہاتوں کی طرف نکال دیا آپ نے جبل عامل میں قیام کیا اور اسی دن سے لوگ شیعہ ہونے لگے......الخ (۱)

اس بیان کے بعد واضح ہو گیا کہ مضمون ایک ہے (اسلام) جیسا کہ ہم نے تشیع کی حقیقت کے ضمن میں کہا تھا اور اس پر سب متفق ہیں نہ کوئی پیچیدگی ہے اور نہ دشواری ،لیکن اس مضمون کو بیان کرنے کے طریقے میں نقاش ممکن ہے اسی لئے ہم کہیں گے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوذرؓ ہی کی پہلی وہ شخصیت تھی جس نے جبل عامل کے قیام کے دوران مذہب تشیع کا بیج بویا لیکن ان قیام کی مدت اتنی طویل تھی کہ جس میں انکی عمر کے کئی سال صرف ہوئے آپ اس مدت میں پرسکون اور اپنی مرضی سے رہے نہ کہ شام کی طرف جلاوطن کیا گیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

دوسرے آپ نے اس طویل مدت کا ابتدائی دور شام کے دیہاتوں میں گزارا جس پر خود ان کا قول دلالت کرتا ہے (کنت فی ثغر من ثغور المسلمین اغنی عنهم ......) میں مملکت اسلامی کی حدود میں ان سے مستغنی تھا۔

ابوذرؓ کے کلام میں لفظ ثغر آیا ہے جس کا مطلب دار الحکومت نہیں بلکہ اس کے عکس ملک شام کی حدود ہیں کہ جس میں دشمن جب چاہے داخل ہو جائے۔

---

(۱) جبل عامل فی التاریخ ج۱/ص ۴۹-۵۴۔

اس کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب معاویہ کو خوف ہوا کہ کہیں ابوذرؓ شام کی قوم کو اس کے خلاف نہ کردیں تو ان کو شام بلا لیا تاکہ خود اس کے اور اس کے کارندوں کے زیر نظر رہیں اور جب دیکھا کہ ابوذرؓ اپنے افعال سے اب بھی باز نہیں آرہے ہیں تو خلیفہ سوم کے پاس لکھ بھیجا، لیکن یہ قول (معاویہ نے پہلے انکو شام کے دیہاتوں کی طرف نکال دیا تھا اور پھر بلا لیا تھا) عقل سے بہت دور ہے معاویہ کی ہوشیاری اور مکر و فریب کے سامنے یہ تصور کیسے ممکن ہے کہ معاویہ ابوذرؓ جیسے متحرک صحابی جس کی لوگ اتنی عزت و توقیر کرتے ہوں ان کو دمشق سے نکال کر دیہاتوں کی طرف بھیج دے جب کہ دمشق میں معاویہ اور اس کے کارندوں کی نظر میں ہوں دوسرے وہاں اس کے جواسیس اور کارندوں کی عدم موجودگی کے سبب مکمل آزادی اور فراہم شدہ گنجائش کے ساتھ اپنی افکار کو نشر کرنے کا موقع ملے۔

خلاصۂ کلام: جبل عامل میں مذہب تشیع کی نسبت ابوذرؓ سے، جو یہاں کے باشندوں نے اپنے آباؤاجداد سے وراثت میں پائی ہے اور ان کا اہل بیتؑ سے محبت رکھنا اور اس کو اپنے لئے لازم جاننا یہ دونوں صفتیں یہاں کے باشندوں میں خاص طور سے پائی جاتی ہیں اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا رہا ہم نے دیکھا کہ اس سرزمین نے عمدہ علماء اسلام (جو کہ تابعین مذہب تشیع تھے) پیدا کئے اور یہ منور سلسلہ دنیائے اسلام میں اپنی ضوفشائی کے ساتھ ہمیشہ جاری وساری رہے گا اگرچہ مٹانے والے کتنی ہی کوششیں کیوں نہ کرلیں۔

ابوذرؓ کے کردار و نفس کی پاکیزگی ہمیشہ باقی رہ کر جبل عامل کے رہنے والوں کا احاطہ کئے رہے گی اور ان کو رحمت و برکت اور ایمان (جو کہ محمدؐ و آل محمدؐ سے لیا گیا ہو) عطا کرتی رہے گی۔

خداوند عالم رحم کرے ابوذرؓ پر جو مشعل ہدایت و کرامت کو اٹھائے ہوئے تھے اور خداوند عالم رحم کر اس روح ذکیہ پر جو محبت نبیؐ اور اور انکی آل سے، سر سے پیر تک لبریز تھی جس نے پے در پے کامیابی کی راہیں طے کیں اور اپنے ساتھ ان برکات میں جبل عامل کے باشندوں کو بھی شامل رکھا۔

صبر کی تلقین

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: اے ابوذرؓ! آپ کا غصہ اللہ کی خوشنودی کے لئے تھا لہذا اسی سے اجر کی امید رکھو ایک گروہ تم سے اپنی دنیا کے سلسلہ میں گھبرایا اور تم ان سے اپنے دین کیلئے ڈرے لہذا جس کے لئے وہ تم سے گھبرائے وہ تم انہیں کے لئے چھوڑ دو. اور جس کے لئے آپ ان سے خائف تھے وہ لیکر ان سے دور چلے جاؤ اور جو چیز تم ان سے لئے جا رہے ہو کاش وہ سمجھ پاتے کہ وہ اس کے کتنے حاجتمند ہیں اور جس چیز کو انہوں نے تم سے روک لیا ہے بھلا تمہیں اس سے کیا لینا۔(۱)

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۸ /ص ۱۴۸-۱۴۹

بنوامیہ کا خواب

قبل از بعثت نبیؐ بنوامیہ ہمیشہ حکومت وریاست وشرف وفضیلت کا خواب دیکھا کرتے تھے کیونکہ ان کی نظر میں غریبوں کو کھانا کھلانا اور اونٹوں کو نحر کرنا کوئی شرف و فضیلت کی بات نہیں تھی بلکہ وہ تو یہ دیکھا کرتے تھے کہ ان کے درمیان حاکم اور قاضی کون ہے وہ یا تو حاکم ہوتے تھے یا محکوم۔

لیکن ان کا یہ طویل خواب بعد بعثت رسولؐ ختم ہو کر سراب کی مانند ثابت ہوا جیسا کہ ان کی فوج کے بعض افسران اور قائدین حضرات کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔

ہمارے اور عبدمناف کے بیٹوں میں ہمیشہ نزاع رہا اگر انہوں نے غریبوں کو کھانا کھلایا تو ہم نے بھی ایسا ہی کیا اگر انہوں نے کسی کی مدد کی تو ہم نے بھی ویسا ہی کیا یہاں تک جب ہم سواری پر ایک دوسرے کے سامنے آئے تو دونوں متساوی تھے اور جب انہوں نے ہم سے کہا کہ ہم میں سے نبیؐ ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے (بس ہم یہاں آکر مار کھا جاتے تھے) ہم اس کا جواب کہاں سے لا سکتے تھے اور ہم لات کے متعلق ایسا ایمان نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ہم اس (نبیؐ) کی تصدیق کر سکتے تھے۔(۱)

اس دور کے پچھڑے ہوئے عربوں کی فکر کے لحاظ سے نبوت نبیؐ ان کے لئے ایک خوف ناک مفاجات تھی جیسا کہ جاہلیت کے عین قلب پر ایک ایسی ضرب تھی جو اس کو ریزہ ریزہ کر دینے کے لئے کافی تھی اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ قریش مکہ نبیؐ سے جنگ کرنے کے لئے اور رسالت کو نیست و نابود کرنے کے لئے جمع ہو گئے اور ان سب

---

(۱) حیات الامام الحسن ج۱/ص۲۱.

امور کو انجام دینے کا بار اٹھانے والے نبیؐ کے چچا زاد بھائی نبو امیہ ہی تھے، نبیؐ اور ان کو عطا کردہ رسالت کے مقابلہ میں پیش پیش رہتے تھے اور خصوصاً وہ اپنے شرف وفضیلت کیلئے خاندان نبو ہاشم کو قرض دار جانتے تھے۔

خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو قریش اور ان لوگوں کے درمیان بھیجا جو مشرکین سے مقابلہ کے لئے جم کر کھڑے ہو گئے اور مسلمانوں نے ایک کے بعد ایک کامیابی حاصل کی جس میں حق نے باطل اور خیر نے شر پر فتح پائی اور اسلام نے انتہائی بلندیوں کی طرف اپنی پرواز بھری، اس میں حیرت وتعجب کی کوئی بات نہیں کہ خداوند عالم نے تمام مخلوقات میں انسان کو چنا اور اسی انسان کے لئے دین اسلام کو چنا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے {ان الدین عند اللہ الاسلام } آل عمران، آیت ۱۹/ خدا کے نزدیک اگر کوئی دین ہے تو دین اسلام ہے {و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ و ہو فی الآخرۃ من الخاسرین } آل عمران، آیت ۸۵/ اور جس نے اسلام کے علاوہ کسی دین کو اپنایا اور اختیار کیا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

رسولؐ نے رسالت کی بنیاد کو ثابت واستوار اور اس کے ستونوں کو محکم اور ارکان کو مضبوط و پائیدار کیا جبکہ کچھ ارباب سلطنت و ظالم و جابر حکمرانوں نے انسانیت کو اپنی ہوائے نفس پر قربان کر رکھا تھا جن کا مقصد صرف اپنی خواہشوں کا پیٹ بھرنا تھا اگر چہ کہ وہ ضعیف اور کمزور انسانوں کا خون بہا کر ہی کیوں نہ حاصل ہو، ایسی حالت میں رسولؐ نے انسانیت کو اسکی طبیعت کے مطابق شرف بخشا۔

اور جب پیغمبر اکرمؐ اپنے رب کی طرف اس صورت میں چلے گئے کہ وہ خدا سے

راضی اور خدا ان سے راضی تھا تو نبوامیہ کا وہ خواب جو اسلام کے سمندر میں ناپید ہو کر رہ گیا تھا تھوڑی سی بھی مدت نہ گزری تھی کہ ان کے خواب نے ان کو دوبارہ سے سبز باغ دکھانے شروع کر دیئے ایک طویل نیند کے بعد ان کو اپنی امیدوں کے باغ میں سرسبز پتے نظر آنے لگے یہ بنوامیہ کی حکومت کی وہ علامات تھیں جو قریب سے ظاہر ہو رہی تھیں۔

بنوامیہ کی نظر میں حکومت (جس کو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے) مفہوم اسلامی میں خلافت تھی دونوں میں کتنا زیادہ فرق ہے دونوں میں اتنی دوری جیسے کہ حق و باطل میں، دو متضاد راستے ایک جنت کی طرف دعوت دیتا ہے تو دوسرا جہنم کی طرف، ایک راہ خدا میں مظلوم کی نصرت کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہے تو دوسرا ظلم کو اپنا شیوہ جانتا ہے ایک فاسدوں و قاتلوں کو فہرست انسانیت سے نکالتا ہے اور دوسرا اولاد انبیاء کو قتل کرتا ہے، نیکوکاروں کے ساتھ کیا کیا گل کھلاتا ہے، مؤمنوں کو دھتکارتا ہے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس نے رسولؐ اور رسالت کے مقابلے جنگوں میں اپنی پوری کوششیں صرف کر دیں اس گروہ کے لئے یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ بعد رسولؐ ان کی مسند پر ان کا جانشین بن کر بیٹھے اور تقریباً اسّی سال تک امت اسلامیہ پر مسلط رہے؟

بنوامیہ کے لئے یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ عالم اسلامی پر نبوت کے جانشین بن کر مسلمانوں پر حکومت کریں اور خلافت میں بالاخیر وہ تبدیلی لائیں کہ جو حکومت کی شکل اختیار کر جائے اور ایک کے بعد ایک اس کو وراثت میں پاتا رہے بھلا بتاؤ تو سہی اس کا مسؤل کون ہے؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ابتدائی مسلمان مختلف زمانوں میں بہت سخت مراحل سے گزرے ہیں جیسے آجکل کا مسلمان دشوار کن راہوں سے گزر رہا ہے اور اس سب کا سبب ہے مسلمانوں کا ابتدا ہی میں راہ راست سے منحرف ہو جانا، اب اس حقیقت سے ہمارا یا کسی دوسرے کا نادان بننا ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس سے فرار اختیار کرنے کے لئے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

گذشتہ سوال فرض کیا جا سکتا ہے اور اس کا واضح جواب بھی طلب کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں کوئی دشواری وفریب نہیں ہے۔

لہذا ہمارے لئے مناسب یہ ہے کہ ہم اس کا جواب تلاش کرنے کے لئے بعض تاریخی نصوص کو لیں اور ایک صاف اور تحلیلی نظر ان پر ڈالیں تو ہمارے سامنے وہ حقائق روشن ہو جائیں گے جو پوشیدہ اور غامض ہیں، جب ہم ان میں دیر تک جستجو کریں گے تو یہ ایک ایسی خاص تاریخ کے روشن پہلوؤں کی داستان سنائیں گے کہ جس میں مسلمانوں نے سختیوں میں زندگی گزاری اور ان کو طوعاً و کرھاً قبول کیا اور یہ نصوص اسباب کی حقیقت کو واضح کریں گی۔

ہمیں ان نصوص کی گہرائیوں میں اترنا چاہیئے تا کہ اس مرکزی نقطہ تک پہنچ جائیں جو اس دور کے مسلمانوں اور دور حاضر کے مسلمانوں اور حقیقی اسباب کو ملاتا ہے، ہم حتی الامکان کوشش کریں کہ ہمارے ضمائر اور افکار ہر طرح کے احساس اور تقاضۂ نفس سے دور رہیں تا کہ عقل کو مکمل طور پر کامیاب ہونے کا موقع ملے۔

جیسا کہ واضح ہے کہ ابتدائی دور کے مسلمان اس امر کے متعلق اپنی کچھ مسوٗلیت سمجھتے تھے لیکن یقیناً اس دور کے قائدین حضرات کی ان سے زیادہ ذمہ داریاں تھیں

کیونکہ قیادت مسلمانوں کے وثوق کا مرکز تھی اور ان کی امیدوں کو بر لانے والی، کیونکہ وہ خلافت کے متعلق یہ یقین رکھتے تھے کہ اگر ہم کمزور و ناتواں ہو گئے تو یہ وہ طاقت ہے جو ہماری فریاد رسی کرے گی اور یہ اس ثبات و استمرار پر متمکن ہے کہ ہر طاقت کا مقابلہ کر سکے اور یہ (خلافت) ان کے لئے سلامتی و ترقی کی ضامن ہے اسی وجہ سے سخت سے سخت حالات میں فیصلہ کا حق خلیفہ پر چھوڑ دیا جاتا تھا اور خلیفہ بھی ان کے امور میں شریک ہوا کرتا تھا اور اس کے بعد خلیفہ کے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے اور اسکو کامیاب کرنے کے لئے ہر طرح کی قربانی کی خاطر بلا چوں چرا کئے تیار رہتے تا کہ اسلام کی حفاظت ہو سکے۔

جو رواج چلا آرہا تھا دور حضرت عثمان میں آکر منتشر ہو کر رہ گیا کیونکہ مسلمانوں نے حضرت عثمان کو واضح طور پر منحرف پایا' چاہے وہ بزرگ اصحاب کرام مثل ابوذر غفاریؓ، عبد اللہ ابن مسعودؓ، عمار ابن یاسرؓ، اشتر نخعیؒ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اختیار کردہ راہ روی ہو یا مالی' اپنے رشتہ داروں اور اقرباء کو فراخ دلی سے پیش کیا جانا ہو یا دوسروں کو ان کے حق سے محروم رکھنا ہو۔

ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کیا یہاں تک کہ انہوں نے وہیں پر حالت غربت میں وفات پائی اور عبد الرحمٰن ابن حنبل کو خیبر کے ایک دیہات (قموس) کی طرف جلاوطن کیا اور عمار ابن یاسرؓ کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت علیؑ اور بنی مخزوم وغیرہ درمیان میں حائل ہو گئے۔

عبد اللہ ابن مسعود کے متعلق حکم دیا تو ان کے پیروں میں رسی باندھ کر کھینچا گیا یہاں تک کہ انکی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں اور شکم کو پاؤں کے نیچے روندا گیا جس سے آپ کی

حالت یہ ہوئی کہ آپ نماز ظہر وعصر پڑھنے کے قابل نہیں رہے اور انکو بیت المال سے جو مال ملا کرتا تھا ان کی وفات تک نہ دیا گیا۔(۱)

کوفہ کے بعض صالحین حضرات کی ایک جماعت کو جلاوطن کیا جس میں مالک بن اشتر نخعیؒ، صعصہ ابن صوحان اور ان کے بھائی عدی ابن حاتم طائی تھے اور اس کا سبب صرف یہ تھا کہ حضرتِ عثمان کا عامل سعید ابن عاص جو کوفہ پر متعین تھا اس کے اور ان حضرات کے درمیان کچھ نازیبا گفتگو ہوئی تھی پہلے تو ان حضرات کو شام کی طرف جلاوطن کیا گیا اس کے بعد واپس بلالیا گیا اور پھر حمص کی طرف جلاوطن کیا، وہاں کا عامل عبد الرحمٰن ابن خالد ابن ولید تھا یہ عامل ان سے نامناسب کلام کرتا تھا اس کے جملوں میں سے ایک جملہ یہ ہے کہ نہ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور نہ ہی تمہارے آنے کو پسند کرتا ہوں خدا جزادے عبدالرحمٰن کو کہ اس نے تمہیں اذیت سے دوچار نہیں کیا...... الخ (۲)

یہ زمانہ اسلام کے لئے بہت ہی حساس ترین زمانہ تھا اور اسی زمانہ سے شر کی ابتداء ہوتی ہے اس سے قبل مسلمان اپنے نزاعی معاملات میں خلیفہ کی طرف رجوع کرتے تھے تاکہ وہ ان کے معاملات کو غور سے سننے کے بعد صحیح فیصلہ کرے، یا کم ازکم ان کے معاملات کو توجہ سے سن کر ان کی آراء میں سے بہتر پر متفق ہو جائے لیکن پہلے سے چلے آرہے رواج میں خلل واقع ہوا قواعد عکس ہو کر رہ گئے خلیفہ کسی ایک طرف کا ہو کر رہ گیا یا کسی ایک گروہ کی طرف مائل ہو گیا اور اس کے امکان میں امور کما حقہ انجام دینا نہیں رہا، ان کے نزاع یا جھگڑے فقط زبان ہی پر اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ نوبت

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۷۰ اور ۱۷۳

(۲) غدیر ج ۹ / ص ۳۰-۴۶

یہاں تک آ پہنچی کہ قوت کا استعمال ہونے لگا اور لوگ قتل و غارت کی سوچنے لگے۔

خلافت حضرت عثمان کے چھٹے سال ہی میں سخت دور کے موسم نے اپنی شادابی کی ابتداء کی جسکا پہلا نتیجہ قتل حضرت عثمان کی شکل میں ظاہر ہوا اور اس کے بعد یہ سخت دور مستمر رہا اور سالوں و صدیوں عروج پاتا رہا اور جسم اسلام کو کمزور و تار تار کر کے چھوڑا جب کہ اسلام بے مثال قوی تھا جس کا مقابلہ کوئی قوت و طاقت نہیں کر سکتی تھی۔

اسی دور سے تاریخ اسلام میں ظلمت کا دور شروع ہو گیا جس کی تصویر کشی کرتے ہوئے عمر ابن عبدالعزیز کہتا ہے: شام میں ولید، عراق میں حجاج، یمن میں محمد ابن یوسف ،حجاز میں عثمان ابن حیان، مصر میں قرۃ ابن شریک اور مغرب میں یزید ابن مسلم، خدا کی قسم زمین ظالموں اور جابروں سے بھری ہوئی تھی۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس دور کی حقیقت جاننے کیلئے کچھ ایسی نصوص پیش کریں جو حضرت عثمان کے افعال اور ان کی سیاست کی مکمل و واضح تصویر پیش کرنے میں کافی ووافی ہوں، قبل اس کے کہ ہم اس کے متعلق گفتگو کریں ہمارے لئے مناسب ہوگا کہ ہم ایک سرسری نظر اُن ظروف پر ڈالیں جو حضرت عثمان کے لئے مہیا ہوئے اور بعد وفات رسولؐ بنوامیہ کے مسلمانوں پر مسلط ہونے کا سبب بنے۔

امامت

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے {و ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ} قصص، ۶۸/ تمہارا رب جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جو تمہارے لئے اچھا ہے اس کو اختیار کرتا ہے۔

نص کے علاوہ عقل کہتی ہے کہ کیا امت کو بغیر قائد اور اس کے امور کی حفاظت کرنے والے کے چھوڑ دیا جائے .اس میں شک نہیں کہ اگر ایسا کیا گیا تو امت کو پستی اور نامعلوم راہ کی جانب جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اسلام تمام انسانوں کے لئے ایک ضابطۂ حیات اور مکمل نظام ہے {و ما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً} سبا، ۲۸/ اے رسولؐ! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر یہ کہ تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر۔

تو پس بہتر یہ ہے کہ امت کو بغیر کسی ہادی و رہنما کے نہ چھوڑا جائے بلکہ ضروری ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کو اس مہم کو انجام دینے کے لئے اس مسند پر بٹھا دیا جائے۔

اور اس کی تعیین کا یہی طریقہ ہے یا تو وہ اللہ یا معصوم نبی یا اس امام کی طرف سے منصوص ہو جس کو نبیؐ نے یا امام نے نصب کیا ہو، اور امام میں وہی شرط عصمت ہو جو شرط عصمت نبیؐ میں ہو۔

اب ہم کہیں گے کہ اسلامی مفہوم میں جو معنی خلافت کے ہیں وہ، وہ معنی نہیں جن کو مسلمانوں کی اکثریت نے تسلیم کرلیا ہے کیونکہ امامت شرعی دائرہ نص کی محتاج ہے۔

امام نبیؐ کے بعد شریعت کا مصدر ہوا کرتا ہے اور اس سے کسی بھی حال میں مستغنی نہیں رہا جا سکتا، اس کا فعل اور قول اور اسکے سامنے انجام دیا گیا عمل جس پر اسنے کوئی رد نہ کی ہو سب سنت ہوتا ہے مذہب اہلبیتؑ کے ماننے والے اسی کے قائل ہیں اور اسی پر انہوں نے دین کے تمام امور کی بناء رکھی ہے

دین ہر کج و ہر جہت سے بالاتر ہے عقلیں جس کو قیاس نہیں کر سکتیں اور صاحب رسالہ ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ کون ان مہمات کو کما حقہ انجام دے سکتا ہے۔

اگر امامؑ کو اپنے تخمینے اور ظن اور رائے شخصی سے بنایا گیا تو عین خطا ہو گی اور شارع حکیم نے امام معین کرنے کیلئے کوئی قائدہ یا ضابطہ نہیں بتایا بلکہ قائدہ اس کے عکس ہے یعنی امام بنانے کا حق صرف اس کو ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے {و ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ فی ذلک} قصص، ۶۸/ تمہارا رب جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جو تمہارے لئے اچھا ہے اس کو اختیار کرتا ہے۔

کیونکہ اگر امام بنانے کا حق مخلوق کو دے دیا گیا تو اس حالت میں کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو گا بلکہ اس حالت میں اور بھی زیادہ نقصان ہو گا، جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ پہلے ہوا یا دور حاضر میں جو مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے یہ سب اس مہم امر میں اپنی فردی رائے قائم کرنے کا نتیجہ ہے اور جب سے اسلام کی حقیقی قیادت ختم ہو گئی اسی وقت سے طبیعیت اسلام پستی کی طرف گامزن ہو گئی۔

پس جسم اسلام اپنی تمام تر حیثیت کے ساتھ ایک حالت سے دوسری حالت میں نشو نما پا رہا تھا نہ اس نے کسی طرح کا ضعف اور نہ ٹھراو محسوس کیا تھا' اور یہ سب نبیؐ کے حفاظتی اقدامات کا نتیجہ تھا مسلمانوں کی قوت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی تھی اور ان کی

اکثریت میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اور ان کی یک جہتی ایک ایسی طاقت کے روپ میں سامنے آئی کہ جو آنکھیں ان پر لگی ہوئیں تھیں وہ بھی ان کو اپنی جگہ سے ذرہ برابر بھی نہ ہلا سکیں چاہے وہ عرب کی مشرک طاقتیں ہوں یا انہیں کے درمیان رہنے والے منافقین جو ہمیشہ ان پر آفتوں اور مصیبتوں کے انتظار میں رہتے تھے۔

سقیفہ کی کارگزاری

ابھی رسول اللہ (ص) اپنے رب سے ملحق ہی ہوئے تھے کہ مقصد خواہ حضرات نے اپنی راہ پکڑ لی اور بغیر کسی خوف کے فساد پھیلانے والی طاقتیں اپنی تمام تر فکروں کو لیکر میدان میں ظاہر ہونے لگیں، یک جہتی متفرق ہوگئی اور کلام میں اختلاف ہوگیا یہی کچھ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا تھا ایک طرف تو مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہوا اور دوسری طرف اوس و خزرج کے درمیان جو آگ بھڑکی ہوئی تھی جس کو اسلام نے بجھا دیا تھا سقیفہ نبی ساعدہ میں ایک مرتبہ پھر بھڑک اٹھی۔

آپ کے سامنے اس جھگڑے کے اجمالی طور پر بعض حصہ بیان کئے جاتے ہیں جیسا کہ کتاب شرح نھج البلاغہ میں ہے۔

قبیلۂ خزرج کے سردار سعد ابن عبادہ نے اپنے خطبہ میں کہا تم اپنے ہاتھ اس امر (خلافت) کے لئے مضبوط کرلو تم اس (خلافت) کے دوسروں کے مقابلہ زیادہ حقدار ہو اور تم ان سے زیادہ اولویت رکھتے ہو۔

حباب ابن منذر نے کہا ایک ہم میں سے (انصار) اور ایک ان میں سے (مہاجرین) امیر ہوگا، حضرت عمر نے کہا ایک نیام میں دو تلواریں جمع نہیں ہوسکتیں ،قریش اس بات پر راضی نہیں ہونگے کہ وہ تمہارے محکوم بن جائیں حالانکہ ان کا نبیؐ تم میں سے نہیں ہے.

حباب کھڑا ہوا اور کہا اس کی اور اس کے ساتھیوں کی بات نہ سنو اور خلافت میں سے اپنا حصہ لے لو، اور جب بشیر ابن سعد خزرجی نے دیکھا کہ انصار سعد ابن عبادہ کو

امیر بنانے پر جمع ہو گئے ہیں (کیونکہ وہ سعد ابن عبادہ سے حسد رکھتا تھا) اس نے کہا محمدؐ قریش سے تھے لہذا ان کی قوم میراث کے اعتبار سے زیادہ حقدار ہے.

بس یہ دیکھ کر ابو بکر کھڑے ہوئے اور کہا یہ عمر اور ابو عبیدہ ہیں ان دونوں میں سے جس کی چاہو بیعت کرلو تو ان دونوں نے کہا خدا کی قسم تمہارے ہوتے ہوئے ہم اس امر کی ذمہ داری نہیں لیں گے تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ ہم تمہاری بیعت کریں اور جب حضرت ابوبکر نے ہاتھ بڑھایا تو دونوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب بشیر ابن سعد نے خلیفہ اول کی بیعت میں حضرت عمر اور ابو عبیدہ پر سبقت کی تو حباب نے اس کو آواز دے کر کہا اے بشیر! تم نے صلہ رحم توڑ دیا ہے خدا کی قسم! تمہیں اس بیعت پر مجبور کرنے والا سوائے اس حسد کے کوئی اور نہیں جو تم کو اپنے چچازاد بھائی سعد سے ہے۔

اور جب قبیلہ اوس نے دیکھا کہ خزرج کے سرداروں میں سے ایک سردار نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی ہے تو قبیلہ اوس کا سردار اسید ابن حجیر کھڑا ہوا اور سعد سے حسد اور مقابلہ میں اس نے بھی بیعت کر لی تا کہ ان کا بیعت کرنا خزرج کے ساتھ مل جائے ، جب قبیلہ اوس کے سردار اسید نے بیعت کی تو اس کے بعد تمام قبیلہ اوس نے بھی بیعت کر لی۔

کیونکہ سعد ابن عبادہ اس وقت مریض تھا اس لئے اس کو اس کے گھر تک اٹھا کر لے جایا گیا لیکن اس دن اور اس کے بعد اس نے بیعت نہیں کی ۔(۱)

برّاء ابن عاذب اپنی گفتگو میں کہتا ہے جو کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے باہر موجود تھا میں اپنی جگہ سے ابھی ہٹا نہیں تھا کہ حضرت ابوبکر نکلے اور ان کے ساتھ حضرت عمر اور ابو عبیدہ اور سقیفہ بنی ساعدہ کی ایک جماعت تھی اور وہ آپس میں گتھی کی طرح جمع تھے ان کا گزر

کسی کے نزدیک سے نہیں ہوتا تھا مگر یہ کہ اس کو چاروں طرف سے گھیر کر بیعت کا سوال پیش کرتے تھے اور اس کا ہاتھ بڑھا کر حضرت ابوبکر کے ہاتھ سے مس کرتے تھے وہ چاہے بیعت کرے یا انکار، برّاء کہتا ہے یہ سب دیکھ کر میری عقل نے بھی اس سے انکار کر دیا۔

آگے برّاء کہتا ہے کہ میں نے رات میں دیکھا کہ مقدادؓ، سلمانؓ، ابوذر عبادہ ابن صامتؓ، ابوھیثم ابن تیہانؓ اور عمارؓ یہ سب چاہتے ہیں کہ اس بیعت کے متعلق مہاجروں کی بیٹھک بلائی جائے۔(۱)

یہ سقیفہ بنی ساعدہ کے مختصر حالات تھے جو ہم نے کتاب شرح نہج البلاغہ سے نقل کئے ہیں اس کلام سے صاف واضح ہے کہ حضرت ابوبکر کی بیعت کے لئے کون سا طریقہ استعمال کیا گیا تھا اور یہ بیعت اپنے اپنے ارادہ واختیار سے نہ تھی (جیسا کہ دعوی کیا جاتا ہے) بلکہ اس میں قوت و جبر کا بھی عنصر داخل کیا گیا تھا۔

فتنوں کے آثار

اس سب کے باوجود (جو سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا) فتنہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ منافقین اور مضلین جنہوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا فتنوں کو بصورت تار عنکبوت پھیلانے لگے متعدد مرتبہ کوششیں کی گئیں کہ کسی طرح فتنہ کی آگ بھڑک جائے۔

اس کے ذیل میں قارئین کے سامنے تاریخ کا ایک قضیہ ذکر ہے ابوسفیان حضرت علیؑ کی طرف یہ کہتا ہوا بڑھا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دھواں ہے جو بغیر خون بہائے چھٹ نہیں سکتا، اے اولاد عبد مناف! بھلا ابوبکر کو تمہارے امور میں ولی بننے کا کیا حق ہے؟ کہاں ہیں علیؑ اور عباس جنکو کمزور سمجھ کر ان کا حق چھین لیا گیا بھلا یہ خلافت قریش کے مقابل ایک چھوٹے سے قبیلہ والوں کے قبضہ میں کیسے چلی گئی؟

پھر حضرت علیؑ سے کہتا ہے آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں، خدا کی قسم! اگر آپ چاہیں تو مدینہ کی گلیوں کو ابوبکر کے خلاف سواروں اور پیادوں سے بھردوں، علیؑ نے اس سے انکار کر دیا اور کہا جو تم چاہتے ہو ہم اس چیز کے کرنے والے نہیں ہیں. میں نے رسولؐ سے ایک عہد کیا ہے اور اسی پر باقی ہوں.(۱) اس مقام پر ابو سفیان متلمس کے دو شعر پڑھتا ہے ۔

و لن یقیم علی خسف یراد به — الا الاذلان غیر الحی و الوتد

هذا علی الخسف معکوس برمته — و ذا یشج فلا یبکی له احد

ان دونوں شعروں کا ماحصل یہ ہے کبھی بھی اس ظلم کو کوئی برداشت نہیں کر سکتا مگر

وہی دو کمزور، ایک قبیلہ کی سواری کا اونٹ دوسرے وہ میخ جس میں وہ اونٹ بندھا ہے یہ بیچارہ رسیوں میں بندھا ہوتا ہے اور اس کے چوٹ کھانے پر کوئی اس کیلئے گریہ بھی نہیں کرتا۔

حضرت علیؑ نے اس کو جھڑکا اور کہا خدا کی قسم! تم صرف فتنہ پھیلانا چاہتے ہو، (تم کب سے سے اسلام کے خیر خواہ ہو گئے) تم نے تو ہمیشہ اسلام سے بغاوت کی ہے جاؤ ہمیں تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں۔(۱)

نبیؐ کے بھائی و وصی و وزیر علی ابن ابی طالبؑ سے اسی طرح کی رد متوقع تھی جیسا کہ نبیؐ بھی ایسا کر چکے تھے، اسلام کی یک جہتی و یک گوئی کی حفاظت کے لئے امیر المؤمنینؑ امر خلافت میں خاموش ہو گئے تا کہ اسلام باقی رہ جائے اور اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے، کچھ لوگوں نے پھر انصار و مہاجرین میں فتنہ برپا کرنا چاہا لیکن امیر المؤمنینؑ ان کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کے مانند کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور ان کو فساد پھیلانے کا موقع فراہم نہیں ہونے دیتے تھے۔

عمرو ابن عاص نے مہاجرین و انصار سے ہو رہی گفتگو کے دوران فتنہ پھیلانے کی کوشش کی اور انہیں جوش دلایا کہ انصار کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ اور ان کے مرتبہ و منزلت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے الزام لگایا کہ انصار نے اگر رسولؐ کو پناہ دی ہے تو صرف اس لالچ میں کہ بعد رسولؐ ہم صاحب اختیار و صاحب حکومت ہو نگے اور اس کے بعد ایک شعر پڑھتا ہے۔

تمنیتم الملک فی یثرب　　　فانزلت القدر لم تنضج

تم نے یثرب میں حکومت کی تمنا لیکن تمہاری تمناؤں کی دیگ پک نہ سکی۔

---

(۱)　کامل ج ۲ /ص ۳۲۶،طبری ج ۳ /ص ۲۰۲

انصار کے شاعر نعمان ابن عجلان نے اس کی گفتگو ختم ہونے کے بعد جواب کے طور پر کچھ اشعار کہے۔

فقل لقریش نحن اصحاب مکة و یوم حنین و الفوارس فی بدر

و کان هوانا فی علی و انه لاهل لها یا عمرو من حیث لا تدری

ان دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ قریش سے کہہ دو کہ ہم وہ ہیں جنہوں نے مکہ والوں پر فتح پائی اور حنین و بدر کے گھوڑ سوار ہم ہی ہیں اور یہ سب ہمارے لئے علیؑ کی وجہ سے آسان ہوا وہی (علیؑ) اس کے اہل ہیں جس کو اے عمرو! تم نہیں سمجھ سکتے۔

ابن عاص نے کچھ نا سمجھ و بیوقوف قریش کو ورغلانے کی عادت بنا رکھی تھی جب اس سب کی خبر علیؑ تک پہنچی تو آپ بہت غضبناک ہوئے اور عمرو کے لئے کچھ نازیبا کلمات کہے آپ نے فرمایا کہ عمرو اللہ و رسولؐ کو اذیت پہنچانے کا مرتکب ہوا ہے اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے اردگرد قریش کثرت سے جمع ہو گئے آپ نے غصہ کی حالت میں کہنا شروع کیا۔

اے گروہ قریش! انصار سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے ان پر جو ذمہ داریاں تھیں انہوں نے ان کو پورا کیا لیکن تمہاری ذمہ داریاں تم پر باقی ہیں، یاد رکھو کہ جب خدا نے تمہارے نبیؐ کو مکہ سے دور رکھنا چاہا اور اپنے نبیؐ کو قریش کے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا تو ان کو انصار و احباب کی طرف مدینہ بھیج دیا جب ہم نے ان کے گھروں کا رخ کیا تو انہوں نے اپنے اموال اور مشاغل کو ہمارے اور اپنے درمیان تقسیم کر لیا اور ہم ان میں انہیں کی طرح ہو گئے کہ صاحب دولت اپنے مال کو خرچ کرے اور فقیروں کے ساتھ ایثار کرے، اس کے بعد ہم نے قدم سے قدم ملا کر جنگیں کیں یہاں

تک کہ جان کی پروا نہیں کی اور خدا نے ان کی شان میں آیتیں نازل کیں، ان کے لئے پانچ نعمتوں کو جمع کیا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے {و الذین تبوؤا الدار و الایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم و لا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا و یوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة و من یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون } حشر، آیت ۹ / جو لوگ مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر (مدینہ) میں مقیم اور ایمان سے مستقل رہے اور انہوں نے ان سے محبت کی جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور جو کچھ ان کو ملا وہ اس کی اپنے دلوں میں حاجت نہیں پاتے اگر چہ اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو دوسروں کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کو حرص سے بچا لے گا تو ایسے ہی لوگ اپنے دلوں کی مراد پائیں گے

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ عمرو ابن عاص نے اپنے اس فعل سے زندہ اور مردہ سبھی کو اذیت پہنچائی ہے مقتول کی برائی کی اور قاتل کی مدح ،لہذا سننے والوں سے جواب پایا اور غائب حضرات سے نفرت' یہ واضح رہے کہ جس نے خدا اور رسولؐ کو دوست رکھا اس نے انصار کو دوست رکھا ،بس عمرو کو چاہئے کہ وہ اپنی زبان کو ہمارے بارے میں کھولنے سے باز رکھے۔

اس کے بعد قریش عمرو ابن غاص کے پاس آئے اور کہا کہ اب علیؑ غصہ ہو گئے ہیں اب تمہیں خاموش ہو جانا چاہئے۔

حسان ابن ثابت نے اس موقع پر چند اشعار کہے ہیں ان میں سے بعض آپ کے لئے نقل کر رہا ہوں ۔

جزی الله عنا الجزاء بکفة　ابا حسن عنا و من کابی حسن

سبقت قریشاً بالذی انت اهله　فصدرک مشروح و قلبک ممتحن

خدا جزاء دے علیؑ کو اپنے ہاتھ سے اس کی جو انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے اور ابوالحسنؑ کے مثل کون ہے تمام فضائل پر تم نے قریش پر سبقت کی ہے اور تمہارا سینہ ہر ایک کیلئے وسیع ہے اور تمہارا دل ثابت بایمان ہے۔

اس کے نتیجہ میں عمرو ابن عاص نے اتنی مدت کیلئے مدینہ چھوڑ دیا جب تک حضرت علیؑ اور مہاجر اس سے راضی نہ ہو گئے۔ (۱)

لیکن یہاں تک بھی فتنہ و فساد کرنے والے باز نہیں آئے اور ضلالت و گمراہی میں ملوث حضرات مسلمانوں کو برابر دھمکیاں دیتے رہے۔

مسیلمہ کذاب، طلیحہ نمری، سجاج اور شکست خوردہ باقی مشرکوں نے جزیرہ عرب میں جو کیا سو کیا ان کے اور مسلمانوں کے درمیان جنگیں ہوئیں جن میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی، فقط یمن والے واقعے میں مدینہ کے رہنے والے انصار و مہاجرین میں سے تین سو ساٹھ، اور مدینہ سے باہر رہنے والوں میں سے تین سو جانوں کا مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ (۱)

---

(۱) کامل ج ۲ / ص ۳۶۵.

امت اسلام اور حکام کی نگرانی

خلافت کے ابتدائی دور میں مسلمان قریب سے خلیفہ کے سلوک و حرکات و تصرفات کی نگرانی رکھتے تھے چاہے وہ امور خلیفہ سے بذات خود تعلق رکھتے ہوں جیسے کہ حسن سیرت یا حق کی طرف داری یا لوگوں کے درمیان عدل وانصاف سے فیصلے کرنا یا وہ امور جو عام طور پر مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہوں جیسے کہ عطیات میں مساوات کا لحاظ رکھنا (سوائے اس کے کہ جس کے لئے خدا نے حکم دیا ہو) یا جن کو والی بنایا گیا ہے وہ اس کے کفو و دیندار و عادل ہیں کہ نہیں، یہی وہ امور تھے کہ جنہوں نے خلافت کو ہیبت بخشی تھی کہ جس کے سہارے ایک خاص مدت تک خلافت اپنے رعب وجلال کے ساتھ مستمر رہی۔

مسلمان قدر امکان اپنی کوششوں میں کوتاہی نہیں کرتے تھے تا کہ خلیفہ خط اسلام سے ہٹ کر کسی اور طرف مائل نہ ہو جائے شاذ و نادر تصرفات کے بارے میں بھی معلوم کیا کرتے تھے اور ان پر احتجاج کیا کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی جب زبان سے کام نہیں چلتا تھا تو ڈرانے دھمکانے پر اتر آتے تھے جیسا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان ہوا جب خالد ابن ولید نے مالک ابن نویرہ کو قتل کیا اور اسی رات اس کے گھر میں داخل ہو کر اس کی بیوی کو روند ڈالا تو حضرت عمر نے اس کو لشکر اسلام کی قیادت پر باقی رکھنے پر احتجاج کیا اور جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر خالد ابن ولید کی جانب سے عذر بیان کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ وہ پہلا شخص نہیں ہے کہ جس سے خطا ہوئی ہے تو

اس وقت حضرت عمر خود خالد ابن کے پاس پہنچے اس وقت وہ مسجد میں تھا اور اس نے اپنے عمامہ میں تیر پیوست کر رکھے تھے تو حضرت عمر نے وہ تیر نکال کر توڑ ڈالے اور کہا تم نے ایک مرد مسلمان کو قتل کرنے کے بعد اس کی بیوی کو روند ڈالا، خدا کی قسم! میں تجھ پر حد جاری کروں گا۔(۱)

حضرت ابوبکر نے دیگر اصحاب کو یہ حق پہلے ہی سے دیدیا تھا کہ وہ میری غلطیوں پر مجھے متوجہ و متنبہ کرتے رہیں یہ سب کچھ انہوں نے سقیفہ کے بعد اپنے خطبہ میں اس طرح کہا تھا میں نے تمہارے اس امر (خلافت) کو قبول کیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں صحیح کروں تو میری پیروی کرنا اور اگر مجھ سے غلطی ہو تو مجھے صحیح راہ دکھانا ایک شیطان ہے جو میرے ساتھ رہتا ہے......الخ (۲)

جب حضرت عمر ابن خطاب کا زمانہ آیا تو انہوں نے بمطابق وصیت و عہد حضرت ابوبکر امور خلافت کی باگ ڈور سنبھال لی، جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے حضرت عثمان ابن عفان کو بلایا اور کہا کہ لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ عہد و پیمان ابوبکر کا مسلمانوں سے ہے خلیفہ اول یہ جملہ کہہ کر بیہوش ہو گئے، حضرت عثمان نے لکھا کہ میں نے عمر ابن خطاب کو اپنا جانشین بنایا اور میں نے کار خیر میں کوئی کوتاہی نہیں کی، پھر جب خلیفہ اول کو غش سے افاقہ ہوا تو حضرت عثمان نے کہا کہ اسکو میرے سامنے پڑھو تو انہوں نے پڑھ کر سنایا تو خلیفہ اول نے عہد نامہ کو سننے کے بعد تکبیر کہی اور کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس بات سے ڈر رہے ہو

---

(۱) کامل ج ۲ /ص ۳۵۹۔

(۲) شرح نہج البلاغہ ج ۶ /۲۰۔

کہ اگر میں اس غشی کی حالت میں مر گیا تو لوگ کہیں اس امر خلافت میں اختلاف نہ کریں......الخ (۱)

غرض دوسرے خلیفہ بھی اسی راہ پر گامزن رہے جس پر پہلے خلیفہ تھے مگر صرف ایک فرق یہ تھا جیسا علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ یہ صاحب فتوے کثرت سے دیا کرتے تھے اور اس کے بعد خود اس کو باطل بھی کرنے کے بعد دوسرا حکم جاری کیا کرتے تھے چند بھائیوں کے درمیان ایک ہی مسئلہ پر انہوں نے متعدد مرتبہ حکم صادر کیا ہر ایک حکم کے بعد پہلے کی نفی کر کے دوسرا حکم جاری کیا کرتے تھے......الخ (۲)

خلیفہ صاحب سے تو متواتر غلطیاں سرزد ہوتی ہی رہتی تھیں لیکن امام برحق کے موجود ہونے کی وجہ سے ان غلطیوں کا ازالہ ہوتا رہتا تھا بلکہ اس دور میں حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کو جو امور حکم شرعی کے متعلق پیش آتے تھے ان کے حل کے لئے امام برحق (علی ابن ابی طالبؑ) ہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اس میدان میں کوئی ان کا ثانی نہیں تھا اور یہی وہ ذات تھی جس کے صادر کردہ حکم کی خلاف ورزی کرنے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔

اس دعوی پر ہمارے پاس سب سے بڑی دلیل خلیفہ ثانی کا متعدد مرتبہ یہ کہنا ہے کہ اگر علی ابن ابی طالبؑ نہ ہوتے تو قریب تھا کہ عمر ہلاک ہو جاتا:

میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس قوم سے جس میں ابوالحسن موجود نہ ہوں

خدا ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی ہدایت کی ذمہ داری کس کے سپرد

(۱) کامل ج ۲ /ص ۴۲۵.

(۲) شرح نہج البلاغہ ج ۱ /ص ۱۸۱.

کرے. پروردگار! مجھ پر کوئی مصیبت نازل نہ کرنا جب تک ابوالحسن میرے قریب نہ ہوں.(۱)

علیؑ اور دوسرے مخلص اصحابؓ برابر نصیحتیں کرتے تھے اوراس راہ میں وہ کسی طرح کی پریشانی سے بھی نہیں ڈرتے تھے یہی امام علیؑ اور اصحابؓ کی مدد تھی جس کی وجہ سے خلافت اپنی شان کے ساتھ باقی تھی اور خلافت کی ہیبت اس دور میں یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ لوگوں کی آپس کی دشمنی ختم کرنے کے لئے تازیانہ تلوار سے زیادہ کارگر ثابت ہوتا تھالہذا کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر کا تازیانہ حجاج کی تلوار سے زیادہ تیز تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ خلافت کی ہیبت اگر باقی تھی تو مسلمانوں کے اتحاد و یک جہتی کی بنأ پر تھی۔

(۱) غدیر ج ٦/ ۱۰۳-۱۰٦.

شان خلافت کا فقدان

تاریخ کے قاری پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح وعیاں ہے کہ تیسری خلافت کے دوسرے ہی سال سے خلافت کی ہیبت کا فقدان شروع ہو گیا تھا یعنی خلافت کی بنیاد قہر وغلبہ ہوتی چلی جارہی تھی نہ کہ سچی اطاعت و پیروی۔

خلافت ثالثہ کے پہلے ہی دن سے بنی امیہ نے اپنے مقصد کے حصول کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس کے حصول کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو حکومت میں شامل کر لیں تا کہ سلطنت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں آجائے اور وہ اس کو جس طرف چاہیں موڑ دیں اور کوئی بھی ان پر انگلی اٹھانے والا نہ ہو اور جب بھی بعض مخلص اصحاب نے ان کے درمیان رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو خود خلیفہ ہی کو اپنا مخالف اور امویوں کا معاون و مددگار پایا۔

بلا شک وشبہ خلافت حضرت عثمان کے پہلے ہی دن سے خلافت کی فکر تبدیل ہونا شروع ہوگئی جیسے کہ بنی امیہ کے بعض سرداروں نے متعدد مقامات پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے۔

شعبی نے کہا ہے کہ جب حضرت عثمان کے ہاتھ امور خلافت کی باگ ڈور آئی تو بنی امیہ حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہوئے یہاں تک کہ گھر بھر گیا اس کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا اس وقت ابوسفیان ابن حرب (جو کہ نابینا تھا) نے کہا کیا تمہارے ساتھ بنو امیہ کے علاوہ کوئی دوسرا بھی ہے تو انہوں نے کہا: نہیں، ابوسفیان ابن حرب کہتا ہے اے بنی امیہ! خلافت کو اس طرح اچک لو جس طرح گیند اچک لیا جاتا ہے بس ابوسفیان جس کی بھی قسم کھاتا ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ نہ کوئی عذاب ہے نہ حساب اور نہ جنت

ہے نہ دوزخ، نہ دوبارہ زندگی ہے اور نہ قیامت.(۱)

ایک مرتبہ ابوسفیان خدا کے شیر جناب حمزہؓ کی قبر پر گیا اور جب وہاں پر پہنچا تو ان کی قبر پر لات مار کر کہتا ہے کہ اے ابوعمارہ! جس کے لئے ہم ایک دوسرے سے تلوار سے لڑے وہ آج ہمارے بچوں کے ہاتھوں میں ہے جس سے وہ کھیلتے ہیں۔(۲)

خلافت ثالثہ کے دوسرے ہی سال میں منصوبۂ تبدیلی کو عملی جامہ پہنایا جانے لگا وہ مال جو خلیفہ بطور ہبہ اور وظیفہ اپنے مقربین کو دیا کرتا تھا اس کے باوجود بنوامیہ جہاں جہاں بھی گورنر مقرر تھے جو مال امت سے بطور خراج لیتے تھے اس کو اپنے خاص مصرف کیلئے وقف کرلیا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ غیر اسلامی سلوک کرتے تھے بعض بنوامیہ تو یہ گمان کرتے تھے کہ خدا نے جو سایہ بعنوان غنیمت مسلمانوں پر کیا ہے وہ باغ (حکومت) فقط قریش یعنی بنوامیہ کی ملکیت ہے اور اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں، یہ بات کوفہ کے والی سعید ابن عاص نے اپنے پاس بیٹھنے والے بعض افراد کو مخاطب کرتے ہوئے کہی۔(۳)

سعد ابن ابی وقاص کی معزولی کے بعد جب ولید ابن عقبہ نے کوفہ کی ولایت سنبھالی تو اس نے سعد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے ابواسحاق! غم نہ کرو یہ ولایت و حکومت ایسی چیز ہے جو صبح کو کسی کے پاس اور شام کو کسی کے پاس ہوتی ہے۔(۴)

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۹ / ۵۳.

(۲) حیات الامام الحسن ج ۱ /ص ۲۱۲ نقلا عن ابن عساکر ج ۶ /ص ۴۰۷.

(۳) کامل ج ۳ /ص ۱۳۹.

(۴) کامل ج ۳ /ص ۸۳.

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلافت ثالثہ بنی امیہ کیلئے وہ موقع تھا کہ جس میں امت اسلامیہ کے مال پر پھیل سکتے تھے اگر مسلمانوں کی بعض اہم شخصیتیں اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھتیں اور وہ اس طرف متوجہ نہ ہوتے تو وہ بہت جلد ہی اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہو جاتے لیکن مسلسل جزئی مخالفتیں ان کے آڑے آتی رہیں جیسے کہ ابوذر غفاریؓ وغیرہ کی مخالفت۔

اگر خلیفہ سوم مخلص اصحاب کے کہے کو مان لیتے تو بنی امیہ اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھتے اور اس سے دور ہی رہتے اور یہ جو ہوا کچھ بھی نہ ہوتا اور خلافت اپنے مرکز اور ہیبت کے ساتھ باقی رہتی، خلیفہ سوم کا اپنے گورنروں اور مقربین کا افراط کے ساتھ کھلانے کا نتیجہ تھا کہ ان کے دور میں شان خلافت نابود ہو کر رہ گئی۔